ان ہذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا

بمنہ و احسانہ این کتاب مستطاب مشتمل بر بیان امور خفیہ کاشف اقوال دقیقہ

یعنی

حسبنا کتاب اللہ

المعروف بہ

مصحف ناطق

رسالہ نمبر ۴۲

از رشحات خامہ افادت شمامہ ناشر ناموس اہلبیت و کاسر ناقوس غوایت محقق غوامض شرعیہ و مدقق حکمات فلسفیہ عارف معارف جلیہ عدیدہ و ماہر معالم خفیہ سدیدہ من القدیمہ و الجدیدہ و قاطع اعناق الملحدین و راغم اناف المتدعین جناب مولانا مولوی السید محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی

جسے

جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے برائے افادہ اہل اسلام شائع کیا

اگست ۱۹۲۶ء

حیدری پریس لاہور میں باہتمام ملک صادق علی پرنٹر چھپا

توثیق حضرات علمائے کرام پنجاب و لکھنؤ ادام اللہ فیوضہم
(دربارۂ انجمن)

میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ کہ جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور ایک باقاعدہ اور منظم انجمن ہے۔ جس نے فی الواقع تحفظ ملت بیضا اور ترویج شریعت غرا میں بہت حصّہ لیا ہے۔ اور مخالفین کی تردید میں کثرت سے رسائل جدیدہ و مسائل عدیدہ شائع کر کے قوم اور مذہب حق پر احسان کیا ہے۔ ایسی مفید اور کارکن انجمن کے قیام و دوام کیلئے ہر طرح امداد دینا قوم کا فرض اولین ہے۔ یقین ہے۔ کہ اگر انجمن کے پاس کافی سرمایہ قوم کی بذل توجہ سے جمع ہو جائے گا۔ تو اس کے کارکن اراکین مذہب کو اس سے زیادہ فائدہ پہنچا سکیں گے۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

نمقہ خادم الشریعۃ المطہرہ علی الحائری

لا الہ الا اللہ القوی
عبدہ سید علی الحائری
ابن ابوالقاسم الرضوی

باسمہ سبحانہ

میں جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور کی اپیل کے حرف حرف کی تصدیق کرتا ہوں۔ گزشتہ سالوں میں خوارج لاہور نے جو طوفان بدتمیزی بصورت اشتہارات و رسالجات برخلاف مذہب اہلبیت برپا کیا تھا۔ اس ایسوسی ایشن نے بڑی ہمت مردانہ دکھائی۔ خوارج کا کوئی اشتہار کوئی رسالہ نہیں چھوڑا جس کا جواب نہ دیا ہو۔ خوارج نے تو کچھ اور سوچا تھا۔ مگر اس رد و قدح میں مذہب حقّہ کی خوب خوب اشاعت ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ ایسوسی ایشن اشاعت و ترویج مذہب حقّہ کیلئے نہایت مفید ہے۔ اس کا دائرہ جس قدر وسیع ہو گا۔ اسی قدر اشاعت و ترویج مذہب میں وسعت ہو گی۔ حضرات مومنین موقنین کو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا آخری استغاثہ جو حضور نے دشت کربلا میں فرمایا یاد رکھنا چاہئے حضرت کا ارشاد تھا۔ کہ ھل من ناصر ینصرنا۔ ظاہر ہے کہ حضرت تو اپنی جان مقدس قربان کر چکے تھے۔ دین کی نصرت کے واسطے ہماری طرف خطاب تھا۔ اُمید ہے کہ مومنین ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور دامے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے۔ اس ایسوسی ایشن کی امداد فرما کر نصرت دین الٰہی کا تمغہ بارگاہ ایزدی سے حاصل کریں گے +

الاحقر محسن علی

باسمہ سبحانہ

ہمارے قومی انحطاط کی کہانی اب ایسی نہیں ہے جس کو کسی نے نہ سنا ہو۔ اور جس سے ہر ایک ذی احساس مومن متاثر نہ ہو۔ اور جسکی بین دلیل ہر وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ کہ ہمارا کوئی قومی کام کسی جگہ بھی مثل دیگر اقوام باحسن وجوہ انجام نہیں پایا۔ اور اسی سلسلہ میں تقریباً ہماری کل انجمنوں کی ناکامی شامل ہے۔ ان چودہ سال کے عرصے میں باقتضاء زمانہ ہمارے یہاں بھی بہت سی انجمنیں قائم ہوئیں اور

عہ اصل علیحدہ شائع ہو چکی ہے۔

ہوالکافی

حسبنا کتاب اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ۝

عظمت کتاب اللہ عنوان بالا اس قدر دقیق و بسیط ہے کہ اگر تمام عمر اس پر دفتر کے دفتر لکھے جائیں تو بھی اسکا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ کتاب اللہ کی توصیف و تعریف اور اس عنوان کی تشریح کرنے کے لئے عمر نوحؑ بلکہ عمر خضرؑ کافی نہیں ہوسکتی۔ اگر تمام علماء و فصحاء و بلغاء اس کی توصیف بیان کریں تو اس کے حق سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے استغفر اللہ انسان کی ہستی ہی کیا ہے۔ اگر تمام مخلوق جن و انس و ارواح و ملائکہ عقول و نفوس ملکر اس کتاب اللہ کے کلمات کی تشریح کریں تو بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔ نہیں نہیں یہ کچھ کہا گیا یہ تو اسی کے کلمات ہیں۔ اسی کلام پاک میں تو خدا فرماتا ہے لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ اس آیت ہی کے عمق تک عقول انسانی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ پھر جملہ کلمات اللہ کی تشریح بالتفسیر کیونکر ممکن ہوسکتی۔ اس لئے ہم یہاں جو کچھ لکھیں گے وہ صحرا میں سے ذرہ اور سمندر میں سے ایک قطرہ کی مثال ہوگا۔

کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ کلام قولی۔ کلام فعلی۔ بیان قولی۔ بیان فعلی اور بنا بریں کتاب بھی اس حیثیت سے بلا شک و شبہ دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک کتاب قولی اور ایک کتاب فعلی۔ کتاب فعلی جمیع مکونات و مخلوقات ہیں یعنی کل ماسوی اللہ کتاب اللہ ہے اور مخلوقات اس کے کلمات ہیں۔ یہ دو قسم پر منقسم ہیں۔ بعض ناقص ہیں بعض کامل اور جو کامل ہیں انہیں سے بعض کا کمال کسی خاص زمانے سے مختص ہے اور بعض کا کسی زمانے سے مختص نہیں ہے بلکہ کل ازمنہ کو شامل ہے۔ والکلمۃ اسم و فعل و حرف۔ اور ان کاملین میں سے بھی بعض کامل تام ہیں۔ اور بعض غیر تام ہے

بنزد آنکہ جانش در تجلی است + ہمہ عالم کتاب حق تعالیٰ است

انہیں کلمات اللہ کی ایک نوع با قسم نوع انسانی ہے۔ اور یہ اس کتاب (عالم) کا ایک جزو ہے اور دیگر انواع و اقسام و اصناف کلمات سے اس کو رابطہ حاصل ہے۔ بلکہ سب سے اقوی رابطہ ہے کیونکہ یہ جملہ موجودات و مکونات

سے افضل و اشرف ہے۔ یہ باقی کلمات (موجودات) پر تصرف رکھتا ہے۔ جمادات۔ نباتات اور دیگر حیوانات پر اس کو حکومت و تصرف حاصل ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ اور اس کی شرافت و کرامت کے لئے صرف یہی آیت کافی ہے۔ بلکہ تمام چیزیں اسی کے لئے خلق کی گئی ہیں اسی کی خاطر بنائی گئی ہیں ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ بھی سب اسی انسان کیلئے ہے وسخر لکم الشمس والقمر۔ والنجوم مسخرات بامرہ۔ بلکہ خود زمین و آسمان اسی کے لئے بنائے گئے ہیں اور اس لئے ضروری ہے کہ انسان ان پر حکومت کرے اور تصرف رکھے اور ضرور یہ اس تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے موجودات عالم کو کام میں لانے کے لئے ہمیشہ اس انسان نے ان کی تحقیق و تفتیش کی ہے اور بال کی کھال اتاری ہے جب سے اس عالم میں انسان نے قدم رکھا ہے اسی دھن میں لگا ہوا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے اور باوجودیکہ ہزارہا برس انسانی تحقیقات کو گذر چکے ہیں۔ اور ہزاروں علوم و فنون ایجاد ہو چکے ہیں۔ لاکھوں مسائل معلومات انسانی میں داخل ہو چکے ہیں پھر بھی کوئی منصف مزاج محقق آج نہیں کہہ سکتا ہے کہ جس موجود عالم کے متعلق جو کچھ تحقیق ہو چکا ہے وہ تحقیق کا آخری درجہ ہے یہی اس کی حقیقت ہے اور اس کے بعد کوئی درجہ تحقیق باقی نہیں ہے۔ اور آئندہ اس موجودات عالم کی تحقیق میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ چنانچہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ہر دور میں تحقیقات انسانی میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور امکان اس کو مقتضی ہے کہ آئندہ بھی جب تک دنیا باقی ہے تحقیقات انسانی اسی طرح جاری رہیگی اور ان موجودات کی تحقیق کبھی ختم نہ ہوگی۔ اور ان کے حقائق آثار خواص کبھی انتہا پذیر نہ ہونگے۔ جس وقت یہ حالت ہو کہ انسان ہزاروں سال کی تحقیقات کے باوجود۔ اور باوجودیکہ اس کو ان پر حکومت و تصرف حاصل ہے اور یہ اسی کے لئے پیدا کیگئی ہیں۔ ان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکا تو پھر اس انسان ضعیف البیان کی کیا مجال ہے کہ خداوند عالم کی کتاب قولی کی حقیقت کو پہنچ سکے اور اس کے جملہ حقائق کا ادراک کر سکے۔ درآنحالیکہ یہ عالم اس کتاب کی تفسیر فعلی ہے۔ اور یہ کتاب قولی یعنی قرآن مجید اسی عالم کی صورت اجمالی ہے۔ مع شی زائد۔ کیوں کہ یہ کتاب اللہ (قرآن) صرف مخلوقات ہی کی حقیقت کو حاوی نہیں ہے بلکہ خالق کی صفات کی بھی کاشف ہے۔ اور انسانی علم مخلوقات کے احاطہ سے قاصر ہے چہ جائیکہ وہ صفات خالق کا احاطہ کر سکے۔ اور صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں۔ اور کنہ ذات باریتعالیٰ کا علم محال ہے۔ بنابریں قرآن پاک کی حقیقت واقعیہ کا احاطہ ہماری عقول ناقصہ کیلئے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ جو کلام اللہ ہے اور کل مخلوقات کے حقائق کے علم کو جامع اور کل صفات باری تعالیٰ کی صفات کا کاشف اور مبین ہے۔ اور اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کل ماسوی اللہ کا علم اس کتاب اللہ

میں ہے تو یہ کل ماسوی اللہ کی ضروریات کو کافی ہے اور کل ما یحتاج عالم امکان اس میں موجود ہے۔
تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔
اس حقیقت کے لحاظ سے نہ صرف زبان انسانی بلکہ ہر موجود بلکہ ہر ذرہ کی زبان حال پکار رہی ہے۔ کہ حسبنا کتاب اللہ ہمیں صرف کتاب خدا کافی ہے۔

الآیات کتاب اللہ جمیع عوالم پر حجت خدا ہے تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ (فرقان) بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر حق و باطل میں تفریق و تمیز کرنیوالی کتاب نازل کی ہے۔ تاکہ وہ اس کتاب کیساتھ جمیع ماسوی اللہ پر نذیر ہو اور سب پر اس سے حکومت و تصرف کرے۔

کتاب اللہ تمام کتب پر محافظ اور سب کی مصدق ہے وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ اور ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق نازل کی ہے۔ جو تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی اور تمام کتب پر محافظ اور ان کی نگہبان و نگران ہے۔ (البقرہ)

کتاب اللہ میں ہر چیز کی مثال موجود ہے ولقد صرفنا للناس فی ھذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا (بنی اسرائیل) اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کی مثالیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں اور ہر زمانے میں ان کا نمونہ دکھاتے رہتے ہیں۔ مگر پھر اکثر لوگ ناشکرے ہی رہے۔ ولقد صرفنا فی ھذا القران لیذکروا ومایزیدھم الا نفورا۔ اور بیشک ہم نے اس لئے قرآن میں یہ تفصیلات اور امثال بیان کیں کہ یہ لوگ عبرت و نصیحت حاصل کریں مگر ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی

کتاب اللہ ہر ایک اختلاف کے رفع کرنے کے لئے کافی ہے۔ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ ھدی ورحمۃ لقوم یومنون اور ہم نے تجھ پر اس کتاب کو اس لئے نازل کیا ہے کہ تو ان لوگوں سے وہ تمام باتیں بیان کر دے جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی اس اختلاف کے مٹانے کے لئے ہم نے تجھ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے اور یہ رفع اختلاف اہل ایمان کیلئے رحمت اور ہدایت ہے (سورہ نحل) یہ کلام خدائے وحدہ لاشریک ہے۔ اور اس لئے اس میں اختلاف محال ہے۔ اور اگر اس میں اختلاف ہو تو یہ کلام خدائے وحدہ لاشریک نہیں کہلا سکتا۔ افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (النساء ع ۱۰) کیا یہ لوگ قرآن پاک میں تدبر نہیں کرتے ہیں؟ اگر اس میں تدبر اور تامل کریں تو یقینا انہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ کلام خدا اور اختلاف سے بری ہے۔ اور اگر یہ کلام خدا نہ ہوتا کسی اور کا ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

کلام اللہ کی عظمت و جلالت سے ہر شے ڈرتی اور کانپتی ہے لو انزلنا ھذا القران علی

جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیۃ اللّٰہ وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون (حشر)
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے ہمارے حبیب تم دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھکا اور پھٹا
جاتا ہے۔ (وہ لوگ یقیناً پتھر سے زیادہ سخت دل پہلو میں رکھتے ہیں جو ایسے عظیم الشان کلام سے بھی متاثر
نہیں ہوتے اور ان کے دل اس سے نہیں پگھلتے) اور ہم یہ مثالیں لوگوں سے اس واسطے بیان کرتے ہیں کہ
ممکن ہے کہ وہ غور وفکر کریں اور تامل اور تدبر سے کام لیں اور اپنے قساوت قلبی کو دور کرنیکی کوششیں کریں۔
قرآن کی عظمت کو محسوس کریں۔

کتاب اللّٰہ کے وسیلے سے ہر اک سے ممکن وجود میں آسکتی ہے۔

لو ان قرآنا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل للّٰہ الامر جمیعا (رعد) اگر کوئی ایسا قرآن ہے کہ
جس کے وسیلے سے پہاڑ حرکت میں آسکتے ہیں۔ جس سے طی الارض ہو سکتا ہے جس سے مردے زندہ کیے جاسکتے
ہیں تو وہ یہی قرآن ہے۔ بلکہ ہر ایک امر باختیار خدا ہے اور خدا وہ قادر مطلق ذات ہے جو ایک لفظ کُن سے
ہزاروں عالم خلق کر سکتا ہے۔ اور یہ کُن جو اس کا کلام ہے فی الحقیقت کوئی آواز یا حرف نہیں ہے۔ بلکہ عین
ایجاد ہے۔ جہاں ارادہ ہُوا فوراً شئے وجود میں آگئی۔ پس جو عالم امکان میں ہے وہ اس کلام اللّٰہ کے ذریعے سے
ہو سکتا ہے۔ اور خاصان خدا اسی سے عالم پر تصرف کرتے ہیں۔ اسی سے معجزے اور کرامتیں دکھلاتے ہیں۔
مردے زندہ کرتے ہیں اور ایک چشم زدن میں شرق سے غرب بلکہ فرش سے عرش تک پہنچتے تھے اور واپس ہوتے
تھے۔ عقول انسانی ان تصرفات پر حیران ہوتی تھیں اور منافق طبعیتیں اعتراض پیدا کرتی تھیں۔ بل
کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه

کتاب اللّٰہ میں ہر شئے کا بیان موجود ہے۔

وما فرطنا فی الکتاب من شئی (انعام ع ۴) ہم نے کتاب میں کسی چیز کی
کمی نہیں رکھی سب کچھ اس میں موجود ہے۔ انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل
شئی وهدی وبشری للمسلمین (نحل ۱۳۶) اور ہم نے تجھ پر کتاب کو ہر شئے کا بیان تفصیل بنا کر نازل
کیا ہے۔ اور وہ اہل اسلام وایمان کے لئے ہدایت رحمت اور نجات آخرت کی بشارت ہے نہیں بلکہ صلاح
وفلاح دارین کی بشارت ہے اور دونوں عالم کی بہبودی کو شامل ہے۔

کتاب اللّٰہ ہر مرض کی دوا اور ہر علت کی شفا ہے

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین ولا یزید الظالمین
الا خسارا (بنی اسرائیل ۹۶) اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل کرتے ہیں جو
مومنین کے لئے ہر مرض جسمانی۔ نفسانی۔ روحانی کی شفا اور دوا ہے اور ظالم و گنہگار کو اس سے کچھ فائدہ نہیں
اس کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ یا ایها الناس قد جاءکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور

وھدیٰ ورحمۃ للمؤمنین (یونس) اے لوگو اے بنی نوع انسان! یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وعظ و نصیحت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں مرض جہل یا ضلالت یا نفاق ہے اور جو اختلافات کثیرہ اور خیالات فاسدہ ہیں ان سب کی شفا و دوا ہے اور اہل ایمان کیلئے رحمت اور ہدایت دلوں کی کھوٹ اسی سے دور ہو سکتی ہے پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک کلام اللہ نہیں ہے؟ وما کان ھذا القرآن ان یفتریٰ من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتاب لاریب فیہ من رب العالمین (یونس) یہ قرآن غیر اللہ کی افترا پردازی نہیں ہے۔ کسی بندے کا خود ساختہ کلام نہیں ہے بلکہ یہ تو جملہ کتب سابقہ کی تصدیق اور خدائے رب العالمین کی کتاب لاریب فیہ کی تفصیل ہے۔ جو کتاب فطرت و وجود میں ہے۔ اسی کی تفصیل اس قرآن میں موجود ہے۔ یہ طاقت بشری سے بالا ہے۔ بلکہ جمیع مخلوقات کی طاقت سے بالا ہے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا (بنی اسرائیل ۹۶) اے ہمارے حبیب کہدو کہ سارے جن و انس مل کر یہ چاہیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے اگرچہ سارے ایکدوسرے کی مدد کریں اور ایکدوسرے کی پشت و پناہ بنیں۔

کتاب اللہ نور مطلق اور ہدایت محضہ ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبیل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم (مائدہ ع ۴) بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور مطلق اور کتاب روشن آئی ہے۔ اس سے خدا ان لوگوں کو جو رضائے خدا پر راضی رہتے ہیں سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے اور وہ نور لوگوں کو باذن اللہ ظلمات سے نکالکر عالم نور میں لے جاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم دکھا دیتا ہے حامل کتاب اللہ محمد مصطفےٰ نور ہے اور کتاب اللہ۔ کتاب مبین۔ روشن اور نورانی وقد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک برہان حق و باطل آیا ہے اور ایک نور مبین ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے وکفی بہ فخرا۔ اور عظمت و جلالت کتاب اللہ کے سمجھنے کیلئے اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔

الاحادیث والروایات

جناب رسول خدا سے بسلسلۂ اٰباء طاہرین جناب صادق آل محمدؑ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔ انکم فی زمان ھدنۃ وانتم علی ظہر سفر والسیر بکم سریع فقد رایتم اللیل والنھار والشمس والقمر یبلیان کل جدید ویقربان کل بعید ویاتیان بکل موعود فاعدوا الجھاز لبعد

المقداد فقام المقداد فقال یا رسول اللہ ما دار الھدنۃ فقال دار بلاء وانقطاع فاذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانہ شافع مشفع وماحل مصدق من جعلہ امامہ قادہ الی الجنۃ ومن جعلہ خلفہ ساقہ الی النار وھو الدلیل یدل علی خیر سبیل وھو الکتاب فیہ تفصیل وبیان وتحصیل وھو الفصل لیس بالھزل وھو کتاب لہ ظھر وبطن فظاھرہ حکمۃ وباطنہ علم ظاھرہ انیق وباطنہ عمیق لہ تخوم وعلی تخومہ تخوم لا یحصی عجائبہ ولا یبلی غرائبہ فیہ مصابیح الھدیٰ ومنار الحکمۃ ودلیل علی المعروف لمن عرفہ۔ یعنی ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی نوع انسانی تم رنج وبلاء اور آفت فناء کے گھر میں ہو اور رہاء ورکاب تیز تیز چلے جارہے ہو۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ لیل ونہار اور شمس وقمر ہر نئی چیز کو پرانا اور ہر بعید کو قریب کررہے ہیں اور ہر ایک وعدہ کو لارہے ہیں۔ پس اس طولانی سفر کے لئے سامان سفر تیار کرلو حضرت مقداد صحابی رسول کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلعم) دار الھدنہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا بلا اور فنا کا گھر۔ پس جس وقت تم پر فتنے شب تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح چھا جائیں اور حق باطل سے مشتبہ اور ملتبس ہونے لگے۔ اختلاف پھیل جائے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوں گمراہ حاوی بن بیٹھیں تو اس وقت تم کو لازم ہے کہ قرآن کو مضبوط پکڑو اور اس کو ھادی بناؤ کیونکہ یہ ایسا شفیع ہے جس کی سفارش بارگاہ ایزدی میں مقبول ہے اور ایسا مخبر ہے جس کو سچا مانا گیا ہے۔ جو اس کو اپنا پیشوا بنالیگا یہ اس کو جنت میں لیجائیگا اور جو اس کو پس پشت ڈال دیگا اس کو یہ جہنم میں ڈالیگا۔ اور یہی ایسا رہنما ہے جو بہترین راستے کی ہدایت کرتا ہے اور یہ ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل احکام۔ بیان حق وباطل اور تحصیل علوم وفنون سے ہیں اور یہ کلام فیصل ہے بے اصل شئے نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے جس کی ایک صورت ظاہری ہے ایک صورت باطنی۔ اس کی صورت ظاہری عین حکمت ہے اور اس کی صورت باطنی علم ویقین۔ ظاہر اسکا انیق ہے اور باطن عمیق اور اس کے پرت ہیں اور پھر پرت پر پرت باطن در باطن۔ اس کے عجائبات کا شمار نہیں ہوسکتا اور اس کے غرائب آثار کبھی مٹ نہیں سکتے اور کبھی بوسیدہ نہیں ہوتے۔

کلام اللہ الناطق علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حارث اعور حاضر ہوئے اور عرض کیا یا امیر المومنین ہم جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ سے وہ باتیں سنتے ہیں جن سے ہمارا دین مضبوط ہوتا ہے۔ اور جب یہاں سے نکلکر باہر جاتے ہیں تو لوگوں سے ایسی مختلف اور مشتبہ باتیں سنتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور ان کی اصل کیا ہے۔ فرمایا۔ کیا لوگ یہ حرکت کرگذرے؟ عرض کیا ہاں! فرمایا۔ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جبرئیل امین آئے اور کہا اے محمد عنقریب تیری

امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ تیری آنکھ بند ہوتے ہی فساد کھڑا ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اس سے خلاصی اور رہائی کیونکر ہو؟ فرمایا کتاب اللہ کو اختیار کرو اور اس کو مضبوط پکڑو کہ اس میں گذشتہ اور آئندہ کی خبریں ہیں۔ اور تمہارے درمیان جو معاملہ پیش آئے اس کا حکم اس میں موجود ہے اور یہ کلام حق و باطل میں فاصل ہے اور ہزل اور بے اصل نہیں ہے۔ جس جبار و سرکش نے اس کے سوا کسی اور کتاب پر عمل کیا تو اللہ اسکی گردن توڑ دے گا اور جو شخص اس کے سوا کہیں اور سے ہدایت ڈھونڈیگا خدا اسے گمراہ کریگا۔ یہی کتاب خدا کی مضبوط رسی اور اس تک پہنچنے کا سلسلہ ہے یہی ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے۔ اس کو لوگوں کی خواہشیں ٹیڑھا نہیں کرسکتیں ہیں اور انکی زبانیں اس کو مشتبہ نہیں بنا سکتی ہیں۔ یہ کتاب بار بار پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور علماء کے اس سے دل سیر نہیں ہوتے یہی کتاب ہے کہ اس کو جب بنی الجان نے سنا تو ان کو یہی کہتے بن پڑا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔ جو اس کا قائل ہو وہ سچا مانا گیا اور جس نے اس پر عمل کیا مثاب و ماجور ہوا جس نے اس سے تمسک کیا صراط مستقیم پا گیا ھو الکتاب العزیز الذی لا یاتیہ الباطل بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم مجید یہی وہ عزت و حرمت والی کتاب ہے جس پر کسی طرف سے باطل آ ہی نہیں سکتا آگے سے اور نہ پیچھے سے اور یہ خدائے حکیم مجید کی نازل کردہ کتاب ہے۔

نیز ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں اعلموا ان ھذا القرآن ھو الناصح الذی لا یغش والھادی الذی لا یضل والمحدث الذی لا یکذب وما جالس ھذا القران احد الا قام عنہ بزیادۃ ونقصان زیادۃ فی ھدی او نقصان من عمی واعلموا انہ لیس علی احد بعد القران من فاقۃ ولا لاحد قبل القران من غنی فاستشفوہ من ادوائکم واستعینوا بہ علی لاوائکم فان فیہ شفاء من اکبر الداء وھو الکفر والنفاق والغی والضلال فاسئلوا اللہ بہ وتوجھوا الیہ بحبہ ولا تسئلوا بہ خلقہ انہ ما توجہ العباد الی اللہ تعالیٰ بمثلہ واعلموا انہ شافع مشفع وقائل مصدق وانہ من شفع لہ القران یوم القیامۃ شفع فیہ ومن محل بہ القرآن یوم القیامۃ صدق علیہ فانہ ینادی مناد یوم القیامۃ الا ان کل حارث مبتلی فی حرثہ وعاقبۃ عملہ غیر حرثۃ القران فکونوا من حرثتہ واتباعہ واستدلوہ علی ربکم واستنصحوہ علی انفسکم واتھموا علیہ آرائکم واستغشوا فیہ اھوائکم العمل العمل ثم النھایۃ النھایۃ والاستقامۃ والاستقامۃ ثم الصبر الصبر والورع والورع۔ ان لکم نھایۃ فانتھوا الی نھایتکم وان لکم علما فاھتدوا بعلمکم وان للاسلام غایۃ وانتھوا الی غایتہ واخرجوا

الی اللہ ما اقترض علیکم من حقہ وبین لکم من وظائفہ انا شہید لکم وحجیج یوم القیامۃ عنکم یاد رکھو کہ یہ قرآن وہ ناصح مشفق ہے جس کی نصیحت وخیر خواہی میں کھوٹ نہیں اور وہ ہادی ہے۔ جو گمراہ نہیں ہوتا اور کبھی راہ نہیں بھولتا اور محدث ومخبر ہے جو کبھی جھوٹ نہیں کہتا اور جو شخص قرآن کی صحبت میں بیٹھا۔ اس کو پڑھا یا سُنا وہ یا زیادتی ہدایت لیکر اٹھا یا کچھ ضلالت وجہالت کم کر کے اٹھا۔ یقین رکھو کہ قرآن کے بعد کسی اور کتاب کی احتیاج نہیں اور نہ اس سے پہلے لوگ اس سے مستغنی تھے۔ پس اس سے شفا چاہو اور صحت تلاش کرو۔ اور اسی سے اپنی مصیبت اور سختی پر اعانت طلب کرو کیونکہ اس میں سب سے بڑے مرض کی دوا شفا ہے یعنی کفر ونفاق اور بے دینی وضلالت۔ پس اسی کے وسیلہ سے خدا سے سوال کرو اور اس کی محبت کیساتھ خدا کی طرف توجہ کرو اور اس کے ذریعہ خلق سے سوال نہ کرو اس سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ سے لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوں اور یقین رکھو کہ یہ ایسا شفیع ہے۔ جس کی شفاعت مقبول ہے اور یہ ایسا بولنے والا ہے جس کی بات تصدیق شدہ ہے اور بے شک جس کی قران شفاعت کرے تو روز قیامت اس کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔ اور جس کی قرآن شکایت کردے تو ضرور اسکے خلاف اس کی شہادت مقبول ہوگی۔

روز قیامت ایک منادی ندا دیگا کہ ہر ایک مزارع کو آخر میں خسارہ ہے اور اس کی بلا میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے علوم قرآن کا بیج دلوں میں بویا ہے اور دار الاعمال میں اس کی کھیتی کی وہ کبھی خسارے میں نہ رہیں گے۔ پس تم زراعت کرنے والے اور اس کی پیروی کرنیوالے ہو اور اسی سے اپنے رب کا راستہ ڈھونڈو اور اسی سے اپنے لئے نصیحت چاہو اور اسی کی کسوٹی پر اپنی آراء کو پرکھو اور اسی سے ان کو متہم قرار دو اگر وہ اس کے خلاف ہوں اور اسی سے اپنی خواہشات کی کھوٹ دور کرو الخ

نیز بعثت رسول (صلعم) کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ثم انزل علیہ الکتاب نوراً لا تطفأ مصابیحہ وسراجاً لا یخبو توقدہ وبحراً لا یدرک قعرہ ومنہاجاً لا یضل نہجہ وشعاعاً لا یظلم ضوءہ وفرقاناً لا تخمد برہانہ وتبیاناً لا تہدم ارکانہ وشفاءً لا تخشی اسقامہ وعزاً لا تہزم انصارہ وحقاً لا تخذل اعوانہ فہو معدن الایمان وبحبوبتہ وینابیع العلم وبحورہ ورياض العدل وغدرانہ واثافی الاسلام وبنیانہ واودیۃ الحق وغیطانہ وبحر لا ینزفہ المنتزفون وعیون لا ینضبہا الماتحون ومناہل لا یغیضہا الواردون ومنازل لا یضل نہجہا المسافرون واعلام لا یعمی عنہا السائرون واکام لا یجوز عنہا القاصدون جعلہ اللہ ریا لعطش العلماء وربیعا لقلوب الفقہاء ومحاج لطرق الصلحاء ودواء لیس

بعدہ داء ونوراً لیس معہ ظلمہ وحبلاً وثیقاً عروتہ ومعقلاً منیعاً ذروتہ۔ وعزاً لمن تولاہ وسلماً لمن دخلہ وھدی لمن ائتم بہ وعذراً لمن انتحلہ وبرھاناً لمن تکلم بہ وشاھداً لمن خاصم بہ وفلجاً لمن حاج بہ وحاملاً لمن حملہ ومطیۃ لمن اعملہ وآیۃ لمن توسم وجنۃ لمن استلام وعلماً لمن وعی وحدیثاً لمن روی وحکماً لمن قضے۔ پھر خدائے تعالے نے وہ کتاب اوتاری جو ایک نور ہے جسکی شمعیں کبھی گل نہ ہونگی اور ایسا چراغ ہے جس کی روشنی کبھی بجھتی نہیں اور ایسا سمندر ہے جس کی تھا معلوم نہیں ہوسکتی اور جس کی تہ تک عقول انسانی کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اور ایسا صاف وسیدھا راستہ ہے جس پر چلنے سے کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا اور ایسی شعاع نور ہے جس کی ضَو کبھی تاریک نہیں ہوتی اور ایسی کتاب فارق حق وباطل ہے جس کی دلیل کبھی سرد نہیں ہوتی۔ اور ایک ایسی عمارت ہے جس کے ارکان اور ستون کبھی منہدم نہ ہونگے اور یہ کتاب ایسی شفائے کامل ہے جس کے ساتھ بیماریوں کا خطرہ نہیں رہتا اور یہ ایسی عزت وغلبہ ہے جس کے ناصر ومددگار کبھی شکست نہیں کھا سکتے ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور فتح پاتے ہیں۔ یہ ایسی برحق کتاب ہے جس کے اعوان وانصار کبھی ذلیل ورسوا مغلوب ومقہور نہیں ہوتے ہیں۔ پس یہی کتاب ایمان کی سمان وسطِ ومرکز قصر اسلام ہے اور یہ علم وحکمت کے چشمے اور اس کے بحر متواج ہیں اور یہ عدل کے باغیچے اور تالاب ہیں اور یہی اسلام کی اساس وبنیاد ہے۔ یہ حق کی وادی اور کھادریں ہیں جن سے نشو ونمائے حق ہوتی ہے۔ یہ ایسا سمندر ہے جس کے پانی کو پانی لینے والے کم نہیں کرسکتے۔ یہ ایسے چشمے ہیں جن سے پانی بھرنے والے انہیں خشک نہیں کرسکتے۔ یہ ایسے منبع ہیں جن پر اترنے والے انہیں سکھا نہیں سکتے۔ یہ ایسی منزلیں ہیں جہاں اترنیوالے مسافر راہ نہیں بھول سکتے اور یہ ایسے نشان ہیں جن کے سہارے چلنے والے بھٹک نہیں چل سکتے اور ایسے ٹیلے ہیں جہاں چلنے والے بے راہ ہوکر ھلاک نہیں ہوسکتے۔ اسی کتاب کو خدا نے اہل علم وطالبان حکمت کی سیرابی کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسی سے ان کی پیاس بجھتی ہے۔ فقیہوں کے قلوب صافیہ کے لئے فصل ربیع موسم بہار ہے کہ اس سے وہ قلوب تروتازہ ہوجاتے ہیں۔ اور علم وفقہ کے پھول کھلاتے ہیں اور صالحین کے لیے جادۂ نجات یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسی دوا ہے جس کے بعد کفر وشرک ونفاق کی بیماری لاحق ہی نہیں ہوتی اور ایسا نور ہے جس کیساتھ ظلمت کا نام نہیں ہے کبھی تاریکی عارض ہی نہیں ہوتی۔ یہ خدا تک پہنچنے کی نہایت مضبوط رسی ہے۔ اور ایک قلعہ ہے جس کے کنگرے نہایت بلند ہیں جو اس کی محبت کرے اور ولا رکھے اس کے لئے عزت ہے اور جو اس کی سرحد میں داخل ہوجائے۔ اس کے لئے امن وصلح ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے ہدایت ہے جو اس کی طرف منسوب ہوجائے۔ اس کا ماننے والا

کہلائے۔ اس کا عذر مقبول ہے اور اس کی حجت بالغ۔ جو اس کے ساتھ مخالف سے گفتگو کرے۔ اس کیلئے یہ دلیل قطعی و برہان یقینی ہے۔ جو اس کے ساتھ مخاصمہ کرے۔ اس کے لئے یہ شاہد بین ہے۔ جو اس کیساتھ احتجاج و استدلال کرے اس کے لئے یہ فتح و ظفر ہے۔ جو اس کا حامل ہو یہ کتاب اس کو اٹھانے اور سنبھالنے والی ہے جو اس پر عمل پیرا ہو اس کے لئے منزل مقصود تک پہنچانے والی سواری ہے۔ جو اس سے موسوم ہو۔ اس کے لئے یہ حقانیت و صداقت کی نشانی ہے۔ جو اس کو اپنی پناہ اور اپنی زرہ بنلئے۔ اس کے لئے یہ جائے پناہ اور محفوظ رکھنے والی سپر ہے اور جو اس کو حفظ و ضبط کرے۔ اس کے لئے یہ ایک علمی خزانہ ہے راوی علوم کیلئے یہ بہترین حدیث ہے اور فیصلہ کرنیوالے کیلئے حکم واضح ہے۔

جامعیت کتاب اللہ انسان ارتقاء نشو و نما مادیہ کے چھٹے درجہ پہ ہے۔ اور انواع اربعہ مرکبات۔ جماد نباتات حیوان۔ انسان میں چوتھے مرتبہ پر یعنی آخر درجہ مکونات میں ہے۔ اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ ہر نوع اپنے ماتحت انواع کے جملہ کمالات کو حاوی اور جامع ہوتی ہے اس لئے حقیقت انسان جملہ انواع عالم کے کمالات و اوصاف کو جامع ہے۔ جو کچھ ان میں ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے مع اپنے مخصوص کمالات کے جو ماتحت انواع میں نہیں ہیں۔ اس لئے جو کچھ اس میں ہے وہ کسی میں نہیں اور ہم کہ چکے ہیں کہ کل عالم خدا کی کتاب وجودی ہے اور حکماء کا مسلمہ ہے کہ الانسان عالم صغیر والعالم انسان کبیر انسان چھوٹی دنیا ہے اور دنیا بڑا انسان ہے۔ جو تمام عالم میں بڑے پیمانہ پر موجود ہے وہ انسان میں چھوٹے نمونے انسان میں جو کچھ اجمالاً موجود ہے عالم میں وہ تفصیلاً موجود ہے۔ اور جو عالم میں تفصیلاً موجود ہے وہ انسان میں اجمالاً اور انسان نتیجہ اللہ ہے اور حضرت سر اللہ فی العالمین ارشاد فرماتے ہیں اتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الکبیر + دوائک منک ولا تبصرو۔ وداءک فیک ولا تشعر + وانت الکتاب المبین الذي۔ باحرفہ تظھر المضمر + آخری شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت فرماتے ہیں کہ اے انسان تو خدا کی وہ روشن کتاب ہے جس کے حروف و کلمات سے پوشیدہ بھید کھلتے ہیں قدرت کے راز معلوم ہوتے ہیں خالق کے کمال جمال و جلال کا جلوہ نظر آتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ ...... اور جو کچھ عالم حس میں ہے وہی عالم عقل میں اور جو کچھ عالم جسمانی میں ہے وہی عالم روحانی میں ہے۔ اور ایک عالم دوسرے عالم کا نمونہ پس قرآن جو آخر کتب آسمانی ہے اور درجہ ترقی نبوات کے لحاظ سے چھٹے درجے پر ہے۔ کیونکہ مبدء نبوت حضرت آدم ہیں۔ تدوین قوانین شرائع حضرت نوحؑ سے ہوئی اور ختم حضرت ختمی مرتبت پر۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذي اوحینا الیک ما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ

ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ الآیۃ۔ مرتبہ[1] نبوت آدمؑ۔ مرتبہ[2] نبوت نوحؑ۔ مرتبہ[3] نبوت ابراہیمؑ
مرتبہ[4] نبوت موسیٰؑ۔ مرتبہ[5] نبوت عیسیٰؑ۔ مرتبہ[6] نبوت ختمہ ارتقاء۔ نبوت کے درجات شش گانہ ہیں۔ جو ضرور
نشو ونمائے حقیقت انسانیہ کے مساوی ہیں۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین[1] ثم جعلناہ
نطفۃ[2] فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ[3] فخلقنا العلقۃ مضغۃ[4] فخلقنا المضغۃ عظاما
ثم کسونا العظام لحما[5] ثم انشأناہ خلقا آخر[6] فتبارک اللہ احسن الخالقین اور کتب نبوات
میں قرآن پاک درجہ چہارم پر ہے لہٰذا ظاہر و باہر ہے کہ جو کچھ تمام صحف و کتب انبیاء میں ہے وہ قرآن
پاک میں ہے مع شیئ زائد یہ تمام کتب کی صورت اجمالی ہے اور جملہ صحف و کتب قرآن کی صورت تفصیلی
ھذا فی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ تذکر و تامل۔

اور بدلائل ثابت ہے بلکہ مشاہدہ شاہد ہے کہ کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کے احکام استقلالیہ سلب
ہوجاتے ہیں اور اکمل کی موجودگی میں ناقص کے آثار مضمحل ہوجاتے ہیں اعلیٰ حاکم کے آجانے پر ادنیٰ حکام کے
احکام اس کے تابع ہوجاتے ہیں۔ دیکھو اور غور کرو۔ انسان میں چھ مراتب مادہ موجود ہیں مثلاً جمادیت بھی
ہے نباتیت بھی ہے حیوانیت بھی ہے۔ لیکن باوجود اس کے اب جو آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں وہ تحت
انسانیت ظاہر ہوتے ہیں اور حکم انسانی نظر آتا ہے اور اس صورت میں اگر صحیح العقل سلیم الطبع انسان سے
جو کوئی ایسی حرکت صادر ہوجائے جو اس کے ماتحت حیوانات کی شان رکھتی ہے تو فوراً گرفت ہوتی ہے اور
بجائے انسان کہلانے کے حیوان کا لقب پاتا ہے کبھی کتا کہا جاتا ہے اور کبھی گدھا بنایا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات
حیوانات سے بھی بدتر خیال کیا جاتا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل غرض انسانیت حاصل ہوجانے پر
جمادیت و نباتیت حیوانیت کے آثار و احکام مستقلہ باطل اور مضمحل ہوجاتے ہیں اور انسانیت کا حکم غالب و
نافذ اور اس طرح گویا انسان کتاب ناسخ اور نتیجہ جامعہ الٰہیہ ہے جس کے آگے دیگر نسخے و کتب مضمحل ہیں اور درجہ
خلقت میں بھی مقصود بالذات ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا یہ مخلوقات و مصنوعات عالم کی صورت
جامعہ کاملہ ہے اگر مکونات عالم کی صورت صورت انسانی تک نہ پہنچتی تو تکوین ناقص رہتی اور تکمیل کا محتاج۔ اور
جب تک صورت انسانی نہ بنی تھی تکوین عالم ناقص تھی اس پر آنکر تکمیل ہوئی۔ اسی طرح بلاشبہ قرآن پاک اکمل
درجہ تدوین کتب آسمانی ہے جمیع کتب و صحف سابقہ کی ناسخ ہے اور تمام مراتب کو حاوی و جامع۔ اس کے ہوتے
ہوئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں رہتی اس کے آتے ہی احکام منقطع و منسوخ ہوگئے اور تمام شرائع مضمحل گو اپنے
اپنے مقام پر سب کامل تھیں اور اسی مقام پر اب ہیں جس طرح کہ دن میں چاند اور ثوابت و سیارات اپنے اپنے
مقام پر باقی اور درخشاں ہوتے ہیں مگر اس وقت حکم آفتاب عالم تاب ہی کا نافذ و جاری ہوتا ہے۔

چندان بود کرشمہ۔

اور قرآن پاک۔کلام مجید۔فرمان مجید کتاب مبین کی جامعیت کا اندازہ لگانے کے واسطے یہی اجمال کافی ہے۔اور ہم اس سے آگے کچھ کہنے سے قاصر کیونکہ تفصیل کتاب اللہ محال ہے العاقل تکفیہ الاشارہ اور اس بیان سے حسبنا کتاب اللہ کا مفہوم خوب واضح ہو جاتا ہے۔بلاشبہ کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔جن والنس کے لئے کافی ہے۔ارواح ونفوس کے لئے کافی ہے عقول کے لئے کافی ہے۔افلاک کے لئے کافی ہے آفاق کے لئے کافی ہے اور جمیع عوالم کے لئے کافی ہے۔کل ماسوی اللہ کے لئے کافی ہے علم وحکمت کے اعتبار سے کافی ہے۔تفصیل حقائق عالم کے لحاظ سے کافی ہے۔صلاح وبہبودی دنیا کے لئے کافی ہے۔فلاح آخرت کے لئے کافی ہے۔معاش کے لئے کافی ہے۔معاد کے لئے کافی ہے تبیان خلق کے لئے کافی ہے۔توصیف خالق کے لئے کافی ہے۔شفاء نفوس کے لئے کافی ہے۔برأت نار کیلئے کافی ہے اخلاق وآداب کے لئے کافی ہے۔تمدن وتدین کے لئے کافی ہے۔دیانت وسیاست کیلئے کافی ہے۔ملک ودولت کے لئے کافی ہے۔شریعت کے لحاظ سے کافی ہے۔طریقت میں کافی ہے معرفت میں کافی حقیقت میں کافی۔نبوت کے لئے کافی۔رسالت کے لئے کافی۔امامت کے لئے کافی۔خلافت کے لئے کافی۔اسلام کیلئے کافی۔ایمان کے لئے کافی۔عرفان کے لئے کافی تکمیل انسان کے لئے کافی۔ وحسبنا کتاب اللہ ولیس وراء عبادان قریتہ

جامعیت کتاب اللہ کے سمجھنے کیلئے اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ ماسوی اللہ کو جن علوم وفنون کی ضرورت ہے وہ سب بدرجہ اتم اس میں مذکور ومندرج ہیں۔

تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت ہے اور علماء اسلام نے اس عنوان پر یعنی "علوم القرآن" پر بہت سی کتب لکھی ہیں۔لیکن ہمارا مدعا یہ نہیں ہے۔اور کسی محقق اور بابصیرت مسلمان کو اس میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے اور اگر کوئی شبہ کرے تو بھی اس کی جہالت کی دلیل ہے۔ہاں جامعیت قرآن کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کل علوم وفنون واحکام وحقائق کی تفصیل کلی وجزئی۔کہ ہر ایک شخص اس کو سمجھ لے یا ہر شخص اس کو دیکھ لے اس میں مذکور ہے۔ایسی تفصیلی تحریر تو عظیم الشان حلقہ میں بھی نہیں ممکن چہ جائیکہ ایک کتاب اور مختصر کتاب ہیں جس کو بآسانی جیب میں رکھ سکتے ہیں۔بلکہ تعویذ بنا سکتے ہیں۔بلکہ اس کی جامعیت کی مثال نسخہ جامعہ انسانیہ سے سمجھنی چاہیئے جس پر حکماء اور ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ حقیقت انسانیہ تمام عوالم کو جامع ہے یا جس طرح کہ ایک دانہ یا درخت کی ایک گٹھلی درخت کی حقیقت تفصیلی کو جامع ہوتی ہے۔اور جو کچھ درخت میں ہے وہ سب اسی دانے یا گٹھلی میں موجود ہوتا ہے۔جاہل اس کو

ادراک نہیں کرسکتے۔ اور عالم و عارف بچشم بصیرت اس کا مطالعہ و معائنہ و مشاہدہ کرتے ہیں اور انہیں اس دانے میں کل حقیقت نظر آتی ہے۔ جاہل خلق عالم کی ہستی کا انکار کرتے ہیں اور عارف ہر ذرہ میں اسکا جلوہ دیکھتے ہیں ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ❖ ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

خدا بینی کے لئے خاص آنکھ چاہیے اسی طرح کلام خدا کی جامعیت کے دیکھنے کے واسطے خاص چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔ یہ اس خدائے وحدہ لاشریک کا کلام ہے۔ جو ذات بسیط بحث ہے اور ہر قسم کی کثرت و ترکیب سے مبرا و منزا ہے اور ہر ایک شبیہ و مثال سے بالا ہے اور پھر جمیع کمالات کو جامع ہے اور بیشمار صفات کمالیہ کا منبع ہے اور کل موجودات اس کی صفات کا مظہر ہیں۔ اسی طرح یہ مختصر کتاب تمام حقائق و بیشمار علوم و فنون کو حاوی اور جامع ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف میں اسی طرح بیشمار حقائق پوشیدہ ہیں جسطرح دانہ میں شاخ اور برگ و گل و بار ودیعت ہوتے ہیں اور باوجودیکہ علم انسان نہایت قلیل اور محدود ہے پھر بھی علماء امت نے ایک ایک آیت قرآن سے صدہا مسائل و احکام اخذ و استنباط کئے ہیں۔ انسان کی پیشانی ہاتھ اور پیر پر چند لکیریں نظر آتی ہیں جاہل یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ہیں اور کیوں ہیں علماء علم قیافہ و نجوم ہزارہا احکام انہیں خطوط و نقوش سے اخذ کرتے ہیں۔ آئندہ و گذشتہ کے واقعات بتلاتے ہیں۔ جن میں سے اکثر صحیح نکلتے ہیں حالانکہ یہ ومآ اوتیتم من العلم الا قلیلا کے مصداق ہیں۔ اس کی کہنہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ پھر ان علماء ربانی کا کیا حال ہوگا جو مکتب الوہیت کے تعلیمیافتہ اور مدرسہ توحید کے سند یافتہ ہیں۔ وہ یقیناً جانتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ انسان کی پیشانی پر جو چند بے ڈھنگی لکیریں ہیں وہ لغو نہیں ہیں بلکہ خط تقدیر ہیں قلم قدرت نے اس کی سوانح عمری اور گذشتہ و آئندہ کے حالات لکھدیئے ہیں۔ علم الحروف کے عالم اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں جو ایک حرف الف سے علوم غیر متناہئیہ استنباط کرتے ہیں ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

اسی طرح حروف مقطعات قرآنی جہاں کے لئے معاذ اللہ بے معنی اور مہمل کلمات ہیں۔ اور علماء اور عرفاء کیلئے بیشمار علوم کا خزانہ۔ علم مختصر نویسی کے عالم یقین ہے کہ اس راز کو سمجھ گئے ہونگے فحسبنا کتاب اللہ۔ وذٰلک الکتاب لاریب فیہ۔

کتاب اللہ الصامت وکتاب اللہ الناطق۔

یہ کتاب اللہ جو بین الدفتین ہمارے پاس موجود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ کتاب اللہ کی صورت مکتوبی ہے اور یہ مسلم ہے کہ آنحضرت (صلعم) پر یہ کتاب اس صورت مکتوبی میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ نہ صوت و ندا کی صورت میں سنی گئی بلکہ اس کی تعلیم تعلیم فیضی۔ یعنی قلب پیغمبر میں یہ علم منجانب علیم حکیم ودیعت کیا گیا نزل بہ الروح الامین علی قلبک۔ الرحمٰن علم

القران خلق الانسان علمه البیان۔ انک لتلقی القران من لدن حکیم علیم دوسرے لفظوں میں آنحضرت صلعم کو عالم بنا کر بھیجا گیا۔ اور اہل علم میں مسلم ہے کہ علم ملکات نفسانیہ اور صفات روح سے ہے پس علم قرآن صفت محمدی ہے اور ملکہ نفسانیہ محمدیہ ہے۔ والکتاب اشد اتحاداً تخلقاً وخلقاً بحقیقۃ المحمدیہ۔ روح محمدی روح علمی و نورانی ہے۔ والعلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء۔ علم ایک نور ہے جس کے دل میں بھی خدا ڈال دے منبع علم ذات واجب الوجود ہے اور ذات واجب الوجود نور مطلق ہے اور صفات باری تعالیٰ عین ذات ہے۔ پس علم نور ہے اور ذات محمدی نور قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ لہٰذا حقیقت نورانی روحانی محمدی۔ عین علم و عین کتاب اللہ ہے۔ حقیقت محمدی۔ کتاب اللہ کا وجود حقیقی ہے اور یہ قرآن بین الدفتین وجود مکتوبی اور جسم محمدی وجود جسمی اور محمد کتاب اللہ الناطق اور یہ قرآن کتاب اللہ الصامت اور صامت کا وجود وجود ناطق کا تابع بلکہ اس کا ظل ہوتا ہے۔ علم کا وجود بغیر ذات عالم کے مفقود معقول نہیں۔ یہ محال ہے کہ علم ہو اور عالم کا وجود نہ ہو چہ جائیکہ کتاب کا وجود کتبی۔ پس ذات عالم اصل اور صورت کتابی فرع۔ وہ اصل ہے اور یہ اس کا ایک وجود ظلی اور اس لئے بلاشبہ حقیقت محمد (صلعم) جو حامل علم الٰہی و معدن اسرار خداوندی اور محل مشیت ایزدی ہے۔ اصل ہے اور یہ کتاب اللہ کما لیہ صورت کتابی۔ فرع اور ظل ہے اور اس کا وجود وجود محمدی پر موقوف ہے۔ اور اس سے صاف نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کتاب اللہ الصامت کا وجود کتاب اللہ الناطق کے وجود پر موقوف ہے اور بنابریں یہ ناممکن ہے کہ کتاب صامت موجود ہو اور کتاب ناطق نہ ہو اور بغیر وجود کتاب ناطق وجود صامت غیر کافی۔ کتاب صامت کتاب ناطق کیساتھ ہی مفید و مؤثر و کافی ہو سکتی ہے اور یہ نکتہ اس عنوان کی جان ہے۔ ناظرین اس سِر کتاب اللہ میں خوب غور و تامل سے کام لیں اور اس کو بھول نہ جائیں ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم اسی واسطے یہ سنت الٰہی ہمیشہ جاری رہی ہے کہ کتاب صامت کیساتھ کتاب ناطق ہوتی ہے۔ ہادی حقیقۃً کتاب ناطق ہے وجود پیغمبری ہے معلم دراصل وجود نبوی ہے۔ تحریری کتاب نہیں بولتی زبان رسالت بولتی ہے۔ حقیقت کتاب پیغمبری کی صفات ناطقہ ہیں۔ ان صفات کو کوئی نہیں جان سکتا جب تک کہ پیغمبر اس کو خود بیان نہ کرے۔ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یہ اس کا بیان ہے وہ سب کی حقیقت خلقی ہے۔ اسی طرف حدیث ام المومنین عائشہ میں اشارہ ہے اور فریقین میں یہ روز و شب مشہور ہے۔ کہ سائل نے دریافت کیا کہ خلق محمدی کیا ہے۔ جس کی نسبت خدا فرماتا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم فرمایا خلقہ القرآن آپ کا خلق قرآن پاک ہے جو کچھ قرآن میں علماً موجود ہے وہ محمد (صلعم) میں بطور ملکہ و صفت موجود ہے اور یہ قرآن اسی کا بیان ہے اور وہی اپنی صفات کا مبین ہے۔

حسبنا کتاب اللہ اور اس کے معنی

یہ مسلم ہے کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ بلاشبہ کافی ہے۔ ہر مومن کا ایمان ہے کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ لیکن اس کافی ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اس سے شاید بہت کم حضرات واقف ہوں گے اور اسی راز کو نہ سمجھنے یا سمجھنے کی کوشش نہ کرنیسے کتاب اللہ سے ہدایت پانے کی بجائے ضلالت میں مبتلا ہوئے جاتے ہیں۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ نہ اس کے ہوتے ہوئے علم سیکھنے کی ضرورت ہے۔ نہ عمل کرنیکی احتیاج ہے۔ نہ ہدایت رسول کی ضرورت ہے۔ کیا اس جملے سے یہی منسبط ہوتا ہے کہ اطاعت رسول کی ضرورت نہیں؟ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث رسول (صلعم) معاذ اللہ لغو اور بیکار ہے؟ کیا ہر شخص اس کتاب اللہ کو سمجھ سکتا ہے؟ کیا ہر عربی دان اس کا ماہر ہو سکتا ہے؟ کیا تحریر خود اپنے معنی بتلا سکتی ہے؟ کیا مجموعہ بین الدفتین خود ہدایت کر سکتا ہے؟ اور اختلاف مٹا سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو بیشک بعثت رسول اللہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہدایت رسول (صلعم) کی احتیاج نہیں۔ تعلیم رسول (صلعم) لازم نہیں لیکن یہ باطل محض اور محال مطلق ہے۔ کیونکہ رسول کتاب اللہ الناطق ہے۔ اور وہ اصل ہے اور بصورت مکتوبی فرع اور فرع زائد براصل نہیں ہو سکتی شاخ کا وجود جڑ سے پہلے اور جڑ کے بغیر ناممکن ہے۔ پس کتاب ناطق کے بغیر کتاب صامت کا کافی ہونا بدیہی البطلان قضیہ ہے جس کی طرف کوئی ذی عقل توجہ نہیں کر سکتا۔ وجود علم عالم سے ہے۔ وجود کتاب علم سے ہے تعلیم کتاب عالم دیتا ہے تبلیغ کتاب عالم کا کام ہے۔ اگر کوئی ممکن شے بغیر علت موجدہ کے وجود میں آسکتی ہے اگر کوئی متحرک بغیر محرک کے حرکت کر سکتا ہے۔ اگر حادث بغیر معیت قیومیہ باقی رہ سکتا ہے۔ اگر کسی دماغ کے ذخائر علمیہ بغیر اس شخص کے بیان کے واضح ہو سکتے ہیں تو بیشک کتاب صلعت کتاب مکتوبی ہادی معلم مبلغ ہو سکتی ہے۔ لیکن محال ممکن نہیں ہو سکتا اور اس لئے کتاب بھی خود ہادی اور معلم و مبلغ نہیں ہو سکتی قال آیۃ اللہ فی العالمین وحجتہ علی اہل السموات والارضین لیس العلم فی السماء فینزل علیکم ولا فی تخوم الارض فینبت لکم بل ھو مجبول فی قلوب العارفین تادبوا باخلاق الروحانیین تظہر علیکم علم نہ آسمان میں ہے جو بارش کی صورتمیں تم پر برسے اور نہ زمین اور اس کے پردوں اور پرتوں میں ہے۔ جو نباتات کی طرح تمہارے لئے اگ آئے۔ بلکہ وہ تو عارفین کی سرشت اور جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انکے دل کے خزانوں میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ روحانی ہستیوں کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ علم تم پر ظاہر ہو جائیگا بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بآیاتنا الا الظالمون اب غور کرو کہ حسبنا کتاب اللہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا واقعاً کتاب اللہ بایں معنی کافی ہے کہ حدیث رسول اور بیان پیغمبری کی احتیاج نہیں؟ قرآن کیا ہے؟

پیغمبر نے اپنے بعثت کا اظہار کیا اور اول دعوت میں فرمایا کہ میں خدا کا رسول بن کر آیا ہوں کہ تمہیں اس کی

راہ دکھلاؤں جو اس کام میں میرا شریک ہوگا میرے اوپر ایمان لائیگا۔ میری تصدیق کریگا وہ ہی میرے بعد میرا وصی۔ بھائی اور وزیر ہوگا۔ یہ کلمات رسول ہیں۔ یہ احادیث رسول ہیں۔ یہ صحیح ہیں یا غلط۔ حق ہیں یا باطل؟ اگر باطل اور نادرست ہیں تو نبوت باطل ہے اور اگر یہ احادیث اور کلمات پیغمبری درست اور حق ہیں تو تصدیق حدیث رسول پر تصدیق حدیث موقوف ہے اور یہ تصدیق حدیث قرآن سے مقدم ہے۔ اس دعویٰ کے اظہار کے بعد اور کچھ لوگوں کے باایمان ہو جانے پر رسول کچھ کلام سناتا تھا۔ اور اپنی زبان مبارک سے کہتا ہے کہ یہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں اور سنا رہا ہوں یہ کلام خدا ہے مجھکو الہام ہوا ہے یہ جو کچھ بیان ہے حدیث پیغمبر ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط حق ہے یا باطل ہے؟ اگر باطل ہے تو نبوت باطل ورنہ حدیث پیغمبر قرآن پر مقدم جب اس کی یہ حدیث صحیح مان لوگے اسی وقت قرآن کی تصدیق کر سکتے ہو۔ پس حدیث پیغمبر کی تصدیق پر تصدیق نبوت و تصدیق وجود قرآن موقوف ہے اور حدیث نبوی کی تصدیق درجہ تصدیق کتاب اللہ پر مقدم ہے۔ جو لوگ حدیث رسول سے انکار کرتے ہیں وہ صاف و صریح الفاظ میں نبوت ختمی مرتبت کے منکر ہیں اور ساتھ ہی دراصل قرآن کے بھی منکر ہیں۔ کیونکہ تصدیق کتاب قرآن تصدیق نبوت و تصدیق قول پیغمبری پر موقوف ہے۔ بناء علی ھذا جو شخص حسبنا کتاب اللہ کے یہ معنی کرتا ہے کہ ہمیں کتاب کافی ہے نہ اس کے ساتھ مبلغ کی ضرورت ہے نہ حدیث نبی کی احتیاج وہ نہ کتاب اللہ کو سچا جانتا ہے اور نہ پیغمبر کو صادق امین مانتا ہے یاد رکھو کہ الفاظ کتاب اللہ جس کو قرآن کہتے ہو یہ بھی اسی زبان سے تمکو پہنچے ہیں جس زبان سے وہ احادیث پہنچی ہیں اور بلاشبہ یقیناً قرآن بھی حدیث رسول ہی ہے تمکو الہام نہیں ہوا۔ اس کو ہوا ہے اُس نے تم کو سنایا اور بتلایا ہے پڑھایا ہے۔ پس مقام تصدیق میں حدیث اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ رہا نسبت اور اسناد حدیث کا مسئلہ وہ علیحدہ ہے اور اس کے تحقیق کے اصول جدا گانہ ہیں جو حدیث یقیناً زبان محمدی سے صادر ہوئی ہے وہ بلاشبہ تصدیق میں کتاب اللہ کا ہی مرتبہ رکھتی ہے لانہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وہ جو کچھ زبان سے فرماتا ہے منجانب اللہ فرماتا ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ آیت اطلاق و عموم پر دال ہے۔ اس سے کسی کو مستثنیٰ قرار دینا لوگوں کا اجتہاد ہے نہ خدا کا بیان۔ اپنے اعتقاد سے قرآن کو مطابق نہ کرو بلکہ کتاب سے اپنے اعتقاد کو مطابق کرو جو اس کے مطابق ہو اس کو صحیح جانو جو اُس کے خلاف ہو اس کو غلط سمجھو واتہموفیہ آرائکم دیکھو قرآن پاک میں کیا ارشاد ہوتا ہے اور انہیں لوگوں کی حالت کا صاف نقشہ کھینچا ہے واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباءنا اولو کان اباءھم لا یعلمون شیئاً ولا یھتدون (مائدہ ع ۱۳) اور جس وقت ان سے کہا گیا کہ آؤ اس کتاب کی طرف جو اللہ نے اتاری ہے اور آؤ اس کے

رسول کی طرف تو کہنے لگے کہ ہمیں تو وہی کافی ہے جس پر ہمارے بزرگ کاربند تھے۔ کیا اگر ان کے بزرگ بالکل جاہل
اور غیر مہتدی یعنی گمراہ تھے تو بھی یہ انہی کی تقلید کئے جائیں گے؟ آیت میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی دعوت
دی گئی ہے اور حسبنا کتاب اللہ کے قائل اور حدیث رسول کے منکر نصف آیت پر ایمان رکھتے ہیں اور نصف
کے منکر ہیں افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کیا کتاب اللہ کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو۔
اور کچھ حصے کے منکر اور اس سے کافر ہو؟ حالانکہ کل اور بعض کا انکار مساوی ہے بلکہ ایک حرف کا انکار بھی انکار
کل ہے اور بنا بریں انکار حدیث انکار کتاب اللہ ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کتاب اللہ اور سنت
رسول اور حدیث رسول پر چلو ولا تتبعوا خطوات الشیطان شیطان کے قدم بقدم نہ چلو اس سے
ثابت ہوا کہ حسبنا کتاب اللہ کے یہ معنی بالکل غلط ہیں کہ اس کے ساتھ معلم کی ضرورت نہیں۔ حدیث کی
پیروی فرض نہیں۔ سنت رسول کوئی شے نہیں۔ خدا فرماتا ہے اور مومنین کے قول کی حکایت کرتا ہے وقالوا حسبنا
اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون ان بندگان خاص نے عرض کیا کہ ہمارے واسطے
اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل واحسان سے ہمیں بہت کچھ عنایت فرمائیں گے۔ اور
بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنیوالے ہیں (توبہ ۶۶) ھو حسبنی۔ وحسبنا اللہ۔ وحسبنا اللہ نعم الوکیل۔
اور سورہ انفال میں خدا فرماتا ہے حسبک اللہ لیکن کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کافی ہے۔ ہمیں رسول
کی ضرورت ہے نہ کتاب کی احتیاج ہے۔ نہ خلیفہ کی حاجت یا امام الناس کے ہم محتاج؟ کیا مومن یہ عقیدہ رکھ سکتا
ہے؟ کیا اس عقیدے کے ساتھ وہ مسلمان کہلا سکتا ہے اگر حسبنا اللہ کے یہ معنی ہیں تو اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم کے کیا معنی ہوں گے؟ بیشک یہی عقیدہ حقہ ہے کہ حسبنا اللہ اور وہ ضرور
کافی ہے۔ اس کا نام کافی ووافی وشافی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم وسائل واسباب سے مستغنی
ہو گئے یا ہمیں ہادی۔ معلم۔ مبلغ۔ رسول اور امام کی ضرورت نہیں رہی باوجودیکہ مومنین کا یہ اعتقاد آیت میں
مذکور ہے کہ حسبنا اللہ پھر بھی عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں سیوتینا اللہ ورسولہ فضل الٰہی کیساتھ فضل
محمدی کو بھی شامل کیا ہے۔ جانتے ہیں کہ فضل خداوندی بغیر واسطہ پیغمبر ہمارے لئے ناممکن ہے۔ جسطرح اطاعت
خدا کیساتھ اطاعت رسول منضم ہے اسی طرح کفایت خدا کیساتھ کفایت رسول۔ اور خدا ہمیں کافی ہے۔ بلاشبہ
اور اطاعت رسول کے ساتھ اطاعت ولی الامر شامل ہے اور کفایت رسول کیساتھ کفایت ولی الامر منضم ہے۔
یا محمد۔ یا علی۔ یا علی یا محمد اکفیانی فانکما کافیای۔ رسول مظہر اطاعت خدا ہے ولی الامر مظہر اطاعت رسول
رسول مظہر کفایت خدا ہے ولی الامر مظہر کفایت رسول اور اسی مظہریت کی بنا پر اہل ایمان وعرفان رسول خدا
وولی خدا سے کفایت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا محمد یا علی یا محمد انصرانی فانکما ناصرای اور

جب رسول کی اطاعت اور ولی الامر کی اطاعت ۔ خدا کی اطاعت کیساتھ شرک نہیں ہے بلکہ عین توحید ہے تو خدا کی کفایت کیساتھ رسول اور اولی الامر کی کفایت بھی اسی عقیدہ صحیحہ کے ساتھ شرک نہیں وہ واسطہ فیض ۔ وسیلہ رحمت ومظہر کفایت ونصرت وہدایت ہیں شرک کیونکر ہو سکتی ہے ۔ پس جو شخص محمدؐ کو وسیلہ نجات وسیلہ ہدایت وسیلہ نصرت وسیلہ کفایت مظہر خداوندی سمجھ کر طلب نصرت کرتا ہے اور وقت مصیبت یا محمدؐ کہتا ہے وہ ہرگز مورد طعن نہیں ہے ۔ ہاں اگر خدا کے بالمقابل اس کو مستقل بالفیض والتاثیر سمجھ کر ایسا کیا جائے تو عین کفر و شرک ہے فافہم وتدبر ۔ فانہ دقیق وبالقبول حقیق ۔ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم فانہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ۔ بغیر واسطہ وسیلہ اس ذات پاک واجب الوجود بسیط بحث قدیم ازلی تک رسائی محال ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔ اے اہل ایمان خدا سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو ورنہ وہاں تک رسائی ناممکن ہے

در میر و وزیر و سلطان را ⁂ بے وسیلہ مگرد پیرامن

نیز اس سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ حسبنا اللّٰہ کہنے اور اعتقاد رکھنے سے یہ مدعا نہیں کہ ہمیں اللّٰہ کی ذات و صفات کا علم بھی ہو جائے ہم صفات باری تعالیٰ پر احاطہ بھی کرلیں یا اسرار ربوبیت والوہیت پر مطلع ہو جائیں اور غیب الغیوب ہوتی سے واقف ہو جائیں اسی طرح حسبنا کتاب اللّٰہ سے یہ مقصد نہیں ۔ کہ ہم رسول اور امام کی ضرورت سے مستغنی ہو جائیں ۔ بیشک حسبنا اللّٰہ صحیح اور خدا کافی ہے ۔ اس کا نام کافی ہے ۔ خدا شناسی کے لئے اس کے واسطہ فیض رسول کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح کتاب اللّٰہ کافی ہے ۔ لیکن اس کے اسرار حل کرنے کے لئے عالم ربانی ۔ خدا کے معلم کی ضرورت ہے اور مبین قرآن کی احتیاج ہے اور وہ مبین و معلم کتاب ناطق ہے ۔ نہ اللّٰہ کو ہم خود سمجھ سکتے ہیں نہ کلام اللّٰہ کو ۔ کوئی بتلائے تو جانیں کوئی سمجھائے تو سمجھیں ہاں کتاب ناطق اس حیثیت سے یقینا کافی ہے کیونکہ کتاب صامت کتاب ناطق کے وجود سے وابستہ ہے ۔ یہ ظاہر ہے وہ باطن ہے کتاب نہ ہو تو عالم کافی ہے عالم نہ ہو تو کتاب کافی نہیں ہے فالکتاب اشد اتحادًا بحقیقۃ المحمدیۃ یہ کتاب جامع کتب ہے حقیقت محمدیؐ جامع حقائق عالم امکان ہے ۔ ولنعم ما قیل من لسانہ (صلعم)

گویا آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں ؎

عالم صفت حسن سراپائے من است ⁂ افلاک و عناصر ہمہ اعضائے من است

در حیرتم از نظم عجیبے کہ مراست ⁂ آغاز و سر انجام ہمہ پائے من است ۔

فہم کتاب اللّٰہ ہر شخص کیلئے ناممکن ہے ۔ اگرچہ اس عنوان کو واضح کرنے کے لئے صرف بیان

صدر کافی ہے۔لیکن سطحی حضرات کے لئے یہاں مزید توضیح کرتے ہیں۔ بلاشک وشبہ فہم کتاب اللہ ہر شخص کے لئے ممکن نہیں اور احاطہ بر کتاب اللہ سوائے ان کے جن کو قدرت نے اسی کے لئے خلق کیا ہے کسی کو میسر نہیں۔

اوّل اس لئے کہ ہر ایک علم کی کتاب کے لئے مدرس اور معلم کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس کتاب کے لئے بھی معلم ومدرس کی ضرورت ہے۔ ہر ایک شخص اسی علم کی کتاب کو حسب استعداد سمجھ سکتا ہے جس علم کی اس نے تعلیم پائی ہے۔ دوسرے علم کی کتاب نہیں سمجھ سکتا جس کتاب میں دو یا چار یا دس بیس علم ہوں اس کو وہ ہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو ان علوم کا پہلے سے عالم ہو۔ جس کتاب میں سو علم ہوں اس کا صحیح مطالعہ وہ ہی کر سکتا ہے جو ایک علامہ عصر ہو۔ پس جس کتاب میں کل علوم ہوں۔ کل ماسوی اللہ کی ضروریات معاد ومعاش وتمدن وتدین ہوں۔ اس کتاب کو تو وہ ہی سمجھ سکتا ہے جو پیشتر سے ان تمام علوم کا ماہر ہو اور چونکہ انسانوں کا علم نہایت محدود ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا .... بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔ لہذا کسی عالم کے لئے بھی کتاب اللہ کے علوم۔ اسرار اور حقائق ودقائق پر احاطہ ممکن نہیں ہو سکتا جو شخص یہہ دعویٰ کرے وہ پہلے یہ ثابت کرے کہ وہ قبل مطالعہ کتاب اللہ ان جمیع علوم پر حاوی ہے جن کو اس کتاب میں تعلیم دیا گیا اور بیان کیا گیا ہے۔ اور ایسا دعویٰ انسان تو کیا ملائکہ مقربین بھی نہیں کر سکتے جن کو ایک خلیفہ خدا کے مقابلہ میں آخر کار اقرار کرنا پڑتا ہے۔ لاعلم لنا الا ما علمتنا۔ لہذا اس کتاب کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جو ان تمام علوم سے جن کا اس کتاب اللہ میں بیان ہے عالم ہو اور یہ بات بغیر تعلیم خاص ربانی ووحی والہام رحمانی ناممکن ہے۔ پس بغیر تعلیم عالم ربانی فہم قرآنی محال ہے۔

دوم۔ معانی مقدم ہیں الفاظ پر۔ متکلم اپنے ذہن ودل ودماغ میں کچھ مطلب رکھتا ہے جن کو وہ الفاظ کے لباس میں ادا کرے۔ ہو سکتا کہ وہ کل مطالب کو سمجھ لے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض کو سمجھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بالکل نہ سمجھے۔ یہ ہمارے کلام کی شان ہے۔ پھر خالق کے کلام کی کیا شان ہوئی؟ جو در حقیقت نہ حرف ہے نہ صوت وہ زبان بے زبانی سے کلام کرتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ انسان ضعیف البنیان المرکب من الخطا والنسیان جس کا علم محدود فہم محدود ادراک محدود واس لامتناہی الصفات ذات کے کلام کو کما حقہ ادراک وفہم کر سکے قطعاً محال ہے اور مدعی کاذب مفتری ان یتبعون الا الظن ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً بشر کے کلام کے معانی کا کما ینبغی ہر بشر کو احاطہ ممکن نہیں تو خالق زمین وآسمان وجن وانس وملک وعقول کے کلام کے معانی پر عقل بشری کیونکر محیط ہو سکتی ہے جو اسی لفظ کن سے مخلوق ہے جو اس کا کلام ہے

سوم۔ کلام اللہ کی تنزیل صورت اعجاز ہے قل ان کنتم فی ریب مما انزلنا علی عبدنا فاتوا

لسبعۃ من مثلہ اوراس کے معنی بھی ہیں اور اتفاق علماء بھی اسی پر ہے کہ عقول بشری اس کلام کے مقابلہ میں عاجز ہیں۔ باوجود اس مسلم دعوی اور اس اقرار کے کون ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ اس کلام معجز نظام کا سمجھنا ممکن ہے اور اس کے حقائق واسرار پر عقل انسانی حاوی ہوسکتی ہے۔ یہ دعویٰ قرآن کے دعوی اعجاز کے منافی ہے معجزہ کی حقیقت صاحب اعجاز ہی جانتا ہے بلکہ اعجاز صاحب اعجاز ہی کے ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی کے زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ عصائے موسیٰ کی حقیقت موسیٰ ہی جانتے ہیں اور عصائے موسوی کا اعجاز دست موسیٰ ہی میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ فرعون کے ہاتھ میں چہ جائیکہ اور ہمہ شمہ "عصائے موسیٰ راید بیضا باید"

اسی طرح کلام ربانی کے سمجھنے کے لئے عالم ربانی چاہئے۔ اگر عام علماء کی عقول حقائق ومعانی قرآن پر احاطہ کرلیں تو قرآن معجزہ نہ رہیگا اور یہ دعویٰ معاذاللہ باطل ہوگا۔ لہذا یا دعوی قرآن فہمی باطل ہے یا دعوی اعجاز قرآن۔ جس کا جو دل چاہے اختیار کرے ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ وکل یعمل علی شاکلتہ......

چہارم توریت کی عبارت معجزہ ہے اور اس کی تنزیل بطور اعجاز نہیں ہوئی اور خدا فرماتا ہے۔ انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون للذین اسلموا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء اور ہم نے توریت نازل کی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے جس سے مسلمانوں کے لئے انبیاء حکم کرتے اور فتوی دیتے ہیں اور علماء ربانی اور احبار۔ کیونکہ یہ مستحفظ کتاب اللہ بنائے گئے ہیں اور اس پر شہید قرار دیئے گئے ہیں۔

اول۔ توریت سے حکم کرنیوالے انبیاء ہیں دوسرے درجہ پر علماء ربانی اور ان کے اوصیاء صاحبان الہام ہیں۔ تیسرے درجہ پر احبار وعلماء کاملین ملت ہیں جنہوں نے ان انبیاء واوصیاء سے علم حاصل کیا ہے اور توریت میں ہدایت ونور ہے قرآن پاک سراسر ہدایت ونور مطلق ہے۔ الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الایۃ قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا علیکم نورا مبینا اس کو ہر شخص کیونکر سمجھ سکتا ہے ہر شخص اس سے کس طرح حکم لگا سکتا ہے۔ ہر عربی دان اس سے کیسے فتوی دیسکتا ہے ع

این خیال است ومحال است وجنوں

(تفصیل ہماری کتب کشف الاسرار وخلافت الہیہ میں ملاحظہ ہو)

پنجم۔ قرآن منبع علوم ہے اور ماخذ علوم عربیہ بھی یہی ہے۔ اور ہر ایک عربی قاعدے کی صحت اسی سے مطابقت وموافقت پر موقوف ہے اور اس لئے قواعد عربیہ تابع کلام اللہ ہیں نہ کہ کلام اللہ تابع قواعد عربیہ ہے۔ کلام خدا تمام علوم کے ساتھ علوم عربیہ کو بھی حاوی ہے۔ اس لئے قواعد عربیہ کلام اللہ پر حاوی نہیں ہوسکتے۔ کلام اللہ عربی ہے جہال عرب کے ماتحت حقیقی عالم عربیت خدا اور اس کا رسول ہیں اسیواسطے

بلسان عربی مبین فرمایا نہ کہ فی لسان عربی مبین اور یہ نکتہ اہل علم کے لئے کافی ہے اگر "فی" ہوتا
تو ظرفیت عربی اور مظروفیت کلام اللہ کا استدلال اشراقیین کرسکتے تھے لیکن بلسان عربی مبین نے اسکو
دفع کر دیا۔ بنابریں علوم عربیہ کے ذریعہ علوم قرآنیہ پر اطلاع تام واحاطہ محال ہے خصوصاً جبکہ خود زبان عربی
اور علوم وقواعد عربیہ پر ہی احاطہ اہل علم کے لئے مشکل ہو۔ بالخصوص جبکہ خود قواعد میں بہت سخت اختلاف ہو
اور بڑے بڑے کاملین اور پیشوایان زبان مرتے دم تک بعض مسائل نحویہ کے شبہات کو رفع نہ کرسکے ہوں اور
سیبویہ جیسا کامل مرتے دم تک یہ کہے اموت وفی قلبی من حتی شئی۔ میں مر رہا ہوں اور لفظ حتیٰ کے
اعراب کا شبہ میرے دل میں باقی ہے۔ پھر کیونکر کوئی عالم عربیت دعوی کرسکتا ہے کہ وہ ان علوم کسبیہ کے ذریعہ
حقیقت کلام اللہ تک رسائی پاسکتا ہے۔ حالانکہ زبان دانی اور شے ہے اور علوم سے واقفیت اور اطلاع شے
دیگر۔ ہر اردو دان طبیب حکیم۔ فقیہ۔ فلسفی منطقی۔ مہندس اور ریاضی داں نہیں ہوسکتا۔ پس اگر کوئی شخص
زبان عربی کا کامل عالم بھی ہو اور قواعد زبان بھی صحیح اور متفق ہوں پھر بھی جملہ علوم قرآن پر احاطہ کیونکر میسر ہوسکتا
ہے۔ این زمین را آسمانے دیگر است۔

قرآن پاک کا دعوی ہے۔ اصول دین اسلام اس کے شاہد۔ اور عقل اس پر گواہ صادق کہ خدائے وحدہٗ
لاشریک لہٗ کے کلام میں اختلاف نہیں ہے۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا"
اور یہ اختلاف نہ ہونا ہی اس کے کلام خدا ہونیکی ایک دلیل ہے۔ لیکن کتب وتفاسیر اور کتب فقیہ احکام بلکہ
جملہ تصانیف علماء کرام اختلاف سے پُر ہیں۔ ایک حقیقت دوسرے کے خلاف ہے ایک مفسر دوسرے کی
رد کرتا ہے۔ اور ایک فرقہ کا عالم دوسرے فرقہ کی تکفیر وتفسیق کرتا ہے اور ہر ایک اپنے مذہب اور عقیدۂ مذہب
کو اپنے گمان میں اسی کتاب اللہ سے لیتا ہے اور کوئی مسئلہ مسلمانوں کا ایسا نہیں ہے جس میں کچھ نہ کچھ اختلاف
نہ ہو۔ حتی کہ خود صفات باری تعالیٰ اور اس کے افعال میں بے حد اختلاف علماء علم کلام میں موجود ہے۔ پس یہہ
اختلاف یا تو خود کلام اللہ وکتاب اللہ سے پیدا ہوتا ہے اور معاذ اللہ اس کا یہ دعوی غلط ہے کہ اس میں اختلاف
نہیں ہے یا یہ کہو کہ علماء حقیقت کلام اللہ پر مطلع نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے کلام میں اضطراب واختلاف
ہے۔ اگر علم ظاہری یا اور کسی کے ذریعہ علماء کتاب اللہ کی حقیقت کو سمجھ سکتے تو یہ اختلاف ہرگز نہ ہوتا اور قطعی
ویقینی دلیل ہے کہ عقول وفہوم وعلوم علماء۔ قرآن اور کتاب اللہ کی حقیقت تک پہنچنے اور اس کو کما حقہ دریافت
کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں اور جو منصف مزاج ہیں وہ اسی کا اعتراف رکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ تعلیم قرآن
وتبلیغ قرآن اور ہدایت بالقرآن کے لئے علوم ظاہریہ وعلماء ظاہری کافی نہیں ہیں یہ خود اس کے لئے ایک عالم
ربانی ومعلم الٰہی کے محتاج ہیں۔ ورنہ کتاب اللہ معطل رہیگی اور معاذ اللہ تنزیل لغو ہوگی۔

ہفتم۔ کتاب اللہ میں بعض آیات محکم ہیں اور صریح الدلالۃ۔ اور بعض متشابہ اور غیر صریح الدلالۃ۔ فیہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات۔ اور متشابہات محتاج تاویل ہیں اور عقل شاہد ہے اور حاکم ہے کہ کلام اللہ کی تاویل خود خدا ہی جان سکتا ہے یا وہ جس کو وہ تعلیم دے۔ الہام کرے۔ القلم فرمائے وما یعلم تاویلہ الا اللہ خدا کے سوا اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ تاویل اوّل ہے ہے اور اس کا مطلب معنی ظاہری کو معنی اصلی وحقیقی کی طرف رجوع کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ پہلے سے حقیقت معلوم ہو۔ اور یہ اول نزاع ہے کہ حقیقت قرآن ہر شخص یا عالم کے لئے ممکن نہیں ہے لہٰذا تاویل کتاب اللہ بھی ہر عالم کے لئے ممکن نہ ہوئی علاوہ ازیں تاویلات کے اختلاف سے کتب پُر ہیں اور یہ دلیل نافہمی بلکہ یہ وہ جال فریب ہے جس میں دنیادار علماء جہال کو پھنساتے ہیں اور من گھڑت تاویلیں کرکے خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ نئے نئے فتوے دیتے ہیں عجیب وغریب احکام بناتے ہیں۔ بے سروپا مذہب ایجاد کرتے ہیں اور ایسا کرنیوالے ان آیات متشابہات کو لیتے اور اپنے مذہب باطل پر چسپاں کر لیتے ہیں والذین فی قلوبھم مرض فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء فتنۃ وابتغاء تاویلہ الایۃ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کھول اور مرض منافقت ہے تو وہ اس کتاب میں سے فتنہ پردازی کے لئے اور تاویل کی خواہش میں آیات متشابہات ہی کی پیروی کرتے ہیں انہیں کو دین مسائل قرار دیتے ہیں اور جملہ مذاہب کی ایجاد اسی میدان تاویل کی وسعت کا نتیجہ ہے۔ بناءً علی ھذا اگر آیۂ تاویل میں والراسخون فی العلم پر بھی وقف کیا جائے تو بھی ہمارا مدعا ثابت رہیگا اور راسخین فی العلم عام علماء نہ ہوں گے بلکہ وہ ہی خاصان خدا جو من جانب اللہ تاویل کلام خدا کے عالم ہیں۔

تاویل کلام اللہ ایک نہایت مشکل مسئلہ ہے۔ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے الرویا الصادقۃ جزء من اربعین جزءً من النبوۃ سچی خواب نبوت کے چالیس جزوں میں سے ایک جز ہے اور گویا یہ خواب بھی ایک قسم کی تعلیم الٰہی ہے اور یہ محتاج تاویل وتعبیر۔ اور اس کی تاویل خواص نبوت میں سے ہے چنانچہ حضرت یوسفؑ کے لئے خدا فرماتا ہے وعلمہ من تاویل الاحادیث۔ ہم نے ہی یوسفؑ کو ان احادیث کی تاویل سکھائی ہے۔ بغیر تعلیم الٰہی خواب کی صحیح تعبیر بھی معلوم نہیں ہو سکتی پھر کیونکر ممکن ہے کہ کلام اللہ جو سراسر حرف بحرف معجزہ ہو اور خاتم النبیین پر اترا ہو جو منتہائے درجات نبوت کو جامع اور حاوی ہو عام علماء سمجھ سکیں حضرت یوسف کے قصہ میں رویائے صادقہ کو احادیث سے تعبیر کرتے ہیں ایک دقیق نکتہ ہے گویا پیغمبر کے سچے خواب الہام ربانی ہوتے ہیں اور کلام اللہ کی شان رکھتے ہیں اور رویائے صادقہ انحاء وطرق علوم نبوی میں سے ایک نحو اور طریقہ ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا جو نئے عیسائی نکالتے ہیں کہ جو سچا خواب دیکھے وہ نبی ہے اول اس

میں بحث ہے کہ جس کو وہ سچا خواب کہتے ہیں وہ سچا بھی ہے یا نہیں۔ دوسرے مدعا حدیث یہ ہے کہ نبی صادق کا ہر ایک خواب سچا ہوتا ہے نہ یہ کہ ایک ہی خواب دیکھنے والا سچا نبی ہوتا ہے اور اگر یہ ہو تو فرعون جس نے ظہور موسیٰ کو خواب میں دیکھا اور نمرود جس نے نور ابراہیمی کا خواب میں مشاہدہ کیا اور بادشاہ مصر جس نے سچا خواب دیکھا اور حضرت یوسفؑ نے اس کی تعبیر بتلائی سب پیغمبر برحق اور صادق و انبیاء ہونگے اور کچھ تعجب نہیں کہ دین خدا کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھنے والے جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیرو۔ اپنی خاطر فرعون و نمرود۔ شداد و بخت نصر اور بادشاہ مصر کو بھی خدا رسیدہ پیغمبر جلالی بنا دیں۔ اور یہ وہ تاویلات ہیں جو ہمیشہ موجب گمراہی ہوتی ہیں اور ایسے مدعی ہمیشہ ایسا کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض ناحق شناس۔ مدعیان حضرات نے یہ کہہ بھی دیا ہے کہ فرعون خدا رسیدہ تھا مگر وہ صورت جلالی میں تھا اور حضرت موسیٰ صورت جمالی میں اور اس لئے حضرت موسیٰ اس کو سمجھ نہ سکے۔ اور خدائے موسیٰ نے بھی موسیٰؑ کی اندھی تقلید کی پٹی آنکھوں پر باندھکر مع لشکر فرعون کو غرق کر دیا۔ العیاذ باللہ۔

مگر یہاں بھی تاویل کی گنجائش ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دریائے نیل میں غرق نہیں ہوا۔ بلکہ وہ دراصل بحر معرفت الٰہی میں غرق ہو کر داخل نار نہیں واصل باللہ ہو گیا۔

خدا رحم کرے ان علماء اور ان مصنفین و مفسرین پر اور نیک ہدایت دے کہ ان میں علم کی اصلی صفت یعنی خشیۃ اللہ پیدا ہوا اور یہ خدا سے ڈریں انما یخشی اللہ من عبادہ الصلحاء۔ بہرحال یہ باب تاویل ایک بین دلیل ہے کہ کتاب اللہ کے سمجھانے پڑھانے۔ اس سے ہدایت کرنے اس سے فتوی دینے اس سے حکم لگانے اور حکم نکالنے کے لئے معلم ربانی موجود ہو ورنہ علم تاویل کتاب اللہ محال ہے۔

ہشتم۔ کتاب اللہ میں ...... ناسخ ہے منسوخ ہے عام ہے خاص ہے مطلق ہے مقید ہے حد ہے مطلع ہے انفصال ہے محکم و متشابہ ہے ظاہر ہے باطن ہے ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منھا وما بطن۔ (نعمۃ ظاہرۃ و نعمتہ باطنۃ)

اور ایک ایک لفظ ظاہر و باطن کے لحاظ سے صورت تنزیل و تاویل و تخیل میں صدہا معانی و مطالب کو شامل و حامل ہے اور ہر کلمہ کلمہ نہ صرف متشابہات کا بلکہ محکمات کا بھی بہت سے معانی محتملہ بلحاظ معانی لفظیہ و معنویہ رکھتا ہے ان تمام معانی میں سے ہر موقع و مقام پر مقصود الٰہی کو سمجھنا۔ عام تو عام خواص کاملین سے بھی ناممکن ہے اور چونکہ ایک ایک لفظ سے بے شمار مطالب منضبط ہوتے ہیں۔ ایک عالم حقیقی و عالم ربانی ایک جملہ نہیں بلکہ ایک کلمہ کی تفسیر برسوں بیان کر سکتا ہے اور ایسی صورت اختلاف کا رفع ہونا جو اس کتاب کا خاص مدعا ہے ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ اختلاف کو وہ ہی رفع فرما سکتا ہے جو اصل حقائق

کتاب پر تعلیم الٰہی بالہام قلبی مطلع ہوا اور اس آیت کا مصداق عالم الغیب والشھادۃ لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ خداوند عالم عالم غیب و عالم شہود ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ مگر اپنے کسی برگزیدہ مصطفےٰ و مرتضیٰ رسول کو یا مرتضیٰ من الرسول کو۔ رسول مرتضیٰ کو یا مرتضائے رسول کو۔ پس تنزیل و تاویل بتمثیل۔ ظاہر و باطن۔ عموم و خصوص۔ ناسخیت منسوخیت۔ حد محکم و متشابہ دو غیب میں ہر شخص تمیز نہیں کر سکتا۔ یہ اگر ہو سکتا ہے تو خاصان خدا و برگزیدگان ہی کا حصہ ہو سکتا ہے جیسا کہ خود باریتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ورنہ علم غیب سے حصہ لینے والے ہی ذات غیب الغیوب کے کلام کے اسرار سے مطلع ہو سکتے ہیں۔ دوسروں کے لئے ناممکن ہے۔

نہم کلام اللہ حقیقت محمدیہ سے اتحاد رکھتا ہے۔ علم القرآن ذات محمدی سے وابستہ ہے اور ذات محمدی آخر درجات نبوت میں ہے۔ انسان کامل کا مصداق حقیقی ہے۔ انسان مکونات ارضیہ کی صورت کاملہ ہے اور کتاب اللہ کتب کی صورت جامعہ۔ پس حقیقت انسانیت کو حقیقت قرآنیہ کے ساتھ ایک خاص رابطہ حاصل ہے اور انسانیت کاملہ اور حقیقت کتاب اللہ کمال اتحاد کا درجہ پاتی ہے۔ بنا بریں بنی نوع انسان میں سے ہر ایک انسان کا تعلق اور رشتہ کلام اللہ و کتاب اللہ کیساتھ جداگانہ۔

کمال انسانی ہے جو انسان جس درجہ انسانیت پر فائز ہے۔ اس درجہ پر حقیقت قرآن کا ادراک رکھتا ہی اور مسلم ہے کہ انسان بلحاظ تکمیل انسان چار درجہ رکھتا ہے کیونکہ انسانیت ان درجات کو شامل ہے۔ بعض حشائش الارض اور نباتات کا درجہ رکھتے ہیں اور وہ وہ ناقص و جاہل جنگلی عوام ہیں جن کے وجود سے صرف دوسرے وجود فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پیدا ہوئے پلے بڑھے۔ اور مر گئے نہ انہوں نے اپنے وجود سے کچھ فائدہ اٹھایا اور نہ انہوں نے اپنی ہستی کو محسوس کیا۔ دوم وہ لوگ ہیں جو ذرا اس سے بالا ہیں یعنی ان میں خواہشات حیوانی پائی جاتی ہیں اور وہ خوب کھانے اور پیٹ بھرنے کو زندگی کا اصلی مقصد سمجھتے ہیں۔ اور اسی کی انہیں فکر رہتی ہے اور ان کے نزدیک یہی معنی انسانیت ہیں اول کو علم الاخلاق والے خود رو نباتات کہتے ہیں دوسرے طبقہ کو انعام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آیت ذیل میں دونوں طبقوں کی طرف اشارہ کیا ہے اُولٰٓئِکَ کالانعام ...... انعام طبقہ دوم ہے اور اضل طبقہ اول اور ان کا علم بعض محسوسات تک ہی محدود ہوتا ہے۔

سوم۔ اس سے بالا درجہ والے ہیں جو حیوانیت سے گذر کر نفسانیت کے درجے تک پہنچتے ہیں۔ اور ان میں علاوہ خواہشات حیوانیہ کے خواہشات نفسانیہ بھی پائی جاتی ہیں اور ان کا علم محسوسات سے کچھ بالا ہوتا ہے مگر زیادہ تر توہمات و تخیلات اور تحصیل اغراض نفسانیہ کے لئے مکائد و حیل کا استعمال اسی کا نتیجہ ہے۔ خواہشات نفسانی ہی کو وہ زندگی کا اصلی مقصد سمجھتے ہیں۔ اور یہی معنی انسانیت اور ان لوگوں کی تعداد

اس زمانہ میں بہت زیادہ ہے۔ یہ نفس پرستی کا دور ہے اور نفس امارہ کی حکومت ظاہر و باہر ہے۔ یہ حظوظ رُوحانی سے بالکل بے بہرہ ہیں بلکہ وجودِ رُوح کے منکر ہیں بلکہ حیوانیت اور انسانیت میں کوئی تمیز نہیں رکھتے ہیں۔ دونوں کا ایک درجہ سمجھتے ہیں۔ صرف ومدار اور بے دم کا فرق ہے (چہارم) وہ لوگ ہیں جو مقام نباتیت حیوانیت اور نفسانیت سے بالا ہیں۔ روحانیت کا درجہ رکھتے ہیں اور عقل سلیم اور ادراک روحانی کے زیور سے آراستہ ہیں اور جانتے ہیں کہ خواہشات حیوانیہ اور حظوظ نفسانی کے علاوہ حقیقی خوشی اور ہی شے ہے۔ اور وہ ادراک روحانی اور معرفت ربانی ہے اور اصل انسان۔ انسانِ روحانی ہے۔ اور کمال انسانی کمال روحانی ہے اور یہی غرض و غایت خلقت انسانی ہے۔ یہ لوگ تعداد میں بہت ہی کم ہیں انگلیوں پر گننے کے قابل۔ بلکہ کبریت احمر کی طرح کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ یہ خدا رسیدہ ہیں اور اخلاق خداوندی سے بحکم پیغمبری متخلق۔ تخلقوا باخلاق اللّٰہ پس اول طبقہ والے قرآن کی حقیقت ایک لکھی ہوئی کتاب حروف و نقوش کے مجموعہ سے زیادہ نہیں جانتے دوم طبقہ والے صورت ملفوظی تک ترقی کر سکتے ہیں۔ تیسرے طبقہ والے معانی کا ادراک خواہشات نفسانیہ کے ساتھ کرتے ہیں اور ہر ایک بات کو اپنے خواہش نفس کے مطابق تاویل کر لیتے ہیں ولا یعلمون الکتٰب الا امانی وہ اسی خواہشات نفسانیہ کو کتاب اللّٰہ کہتے ہیں حالانکہ کتاب اللّٰہ ان سے کوسوں دور ہے یہ ان کے نفس امارہ کی مدد سے انکے ذہن ناقص کی خود ساختہ کتاب ہے۔ نہ خدائے پاک کی نازل کردہ کتاب "ارایت الذی اتخذ الٰھہ ھواہ" کیا دیکھا تم نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے چوتھے طبقہ والے حسب استعداد و قابلیت کمال قرب و تخلق باخلاق الٰہی باطن کتاب اور حقیقت قرآن کے عارف ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ کتاب اللّٰہ کی حقیقت کیا ہے۔ پس جب تک انسان انسانیت میں کامل نہ ہو کتاب اللّٰہ کو نہیں پہچان سکتا کہ کیا ہے اور یقیناً عالم کتاب اللّٰہ وہی ہے۔ انسان کامل وہی ہے۔ اور کمال انسانیت کا مقام انتہائے تخلق باخلاق اللّٰہ اور مظہریت تامہ ہے پس ہر شخص یا ہر عالم کے لئے علم کتاب اللّٰہ کا حصول محال ہے علم الکتاب وہ مقام ہے جہاں عالم کتاب اللّٰہ۔ عالم الغیب والشہادۃ ذات کے ساتھ شاہد حق قرار پاتا ہے۔ و فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ جگہ پاتا ہے جو منتہائے قرب باریتعالے کی دلیل ہے کما قال عز و جل قل کفی باللّٰہ شھیدًا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتٰب اے ہمارے حبیب کہدے کہ تمہارے اور میرے درمیان شہادتِ حقانیت و صداقت کے لئے اللّٰہ اور عالم علم الکتاب کافی ہے اور بلاشبہ وہ ہی شخص جو بعد رسُول اللّٰہ انسان کامل ہے۔ کتاب اللّٰہ کا حقیقی عالم رسُول اللّٰہ کا وصی برحق خدا کا ولی مطلق مقرب بارگاہ الٰہی اور کلام اللّٰہ الناطق ہے اور اس کے کافی ہونیکی شہادت خود خدا دے رہا ہے۔ تصدیق نبوت کیلئے من عندہ علم الکتاب کافی ہے اور جب وہ نبوت کے لئے کافی ہے تو جملہ ضروریات کیلئے بھی کافی ہے کیونکہ نبوت جمیع مراتب انسانیہ سے بالا ہے اور ختم نبوت جملہ نبوات کی منتہاء۔ اور ہم ثابت کر چکے

ہیں کہ کتاب اللہ الناطق کافی ہے نحسبنا کتاب اللہ حسبنا من عندہ علم الکتاب۔ لا انہ حسبنا من عندہ الفاظ الکتاب او من فیہ الفاظ الکتاب۔

دہم۔ عرب فصاحت وبلاغت میں کمال رکھتے تھے اور اپنی زبان پر کامل دستگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ گویا اپنی اسی فصاحت وزبان دانی پر دعویٰ نبوت کرتے تھے۔ پھر عرب میں سے وہ لوگ جن کو شرف صحبت رسولؐ بھی حاصل تھا حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور کلام اللہ سنتے تھے مگر باوجود اس کے اکثر نہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہؐ نے کیا فرمایا اور اس کلام کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم ان کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ "منھم من یستمع الیک فاذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا" بعض وہ لوگ بھی ہیں جو تیری طرف کان لگا کر کلام سنتے ہیں پھر جب تیرے پاس سے اٹھکر باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے جن کو علم عطا کیا ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ نے کیا فرمایا۔ ہم نہیں سمجھے۔ جس وقت خود عرب اور اصحاب رسول اللہ کی یہ حالت ہو کہ وہ بھی بعض یا اکثر امور نہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر عام علماء اسلام کیونکر قرآن کی حقیقت کلیہ سے واقف ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ عوام کالانعام۔

یازدہم قابل ومقبول مؤثر ومتاثر میں جنسیت ومناسبت ضروری ہے اور ظرف ومظروف میں مشابہت لازم ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے۔ قرآن نور خدا ہے اور نور وظلمت ضدین ہیں منزل اول قرآن پاک مقام علم الٰہی ہے اور علم صفت خدا وند ہے اور صفت عین ذات ہے۔ اول مقام قرآن ذات خدا ہے دوم لوح محفوظ سوم۔ قلب اسرافیل چہارم قلب جبرئیل پنجم قلب محمدیؐ (ای من حیث الظاھر والمشھور) اور بعض روایات کے مطابق منزل دوم قرآن بیت المعمور ہے اور ہر ایک منزل نور یا نورانی ہے لوح محفوظ نور ہے بیت المعمور بلاشبہ عالم نور میں ہے ملائکہ نورانی ہیں۔ روح محمدؐ نور ہے جسم محمدؐ نور ہے قلب محمدؐ نور قرآن نور ہے۔ اور اس نور کا ظرف بھی نور نا ممکن ہے کہ بعد محمدؐ کسی قلب ظلماتی میں قرآن اتر سکے۔ محمدؐ اسی قرآن کے ذریعہ بندگان خدا کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنے آیا ہے یخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور ظلمت ونور جمع نہیں ہو سکتے اور قلوب مظلمہ میں قرآن پاک جو نور ہے نہیں اتر سکتا اس کے لئے قلب کا پہلے نورانی ہونا ضروری ہے اور قلوب الناس بلاشبہ مظلم ہیں۔ اس لئے وہ عالم علم القرآن نہیں ہو سکتے حقیقی عالم القرآن وہی ہو سکتے ہیں جو خَلقاً وخُلقاً نور مطلق ہوں۔

دوازدہم۔ خداوند عالم طاہر ومطہر وقدوس ہے اور اس قدوس کا کلام بھی مقدس ہے اور قلوب الناس عموماً مقدس ومطہر نہیں ہیں پس ان دلوں میں جب تک ان کا تصفیہ وتزکیہ نہ ہو وہ مزکیٰ ومطہر ہوں۔ علم الکتاب حاصل نہیں ہو سکتا من عندہ علم الکتاب کا طاہر ومطہر ومزکی ومقدس ہونا ضروری ہے اور اسواسطے تعلیم قرآن

کے لئے تزکیہ نفس لازم وضروری ومقدم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ خدا نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو ان پر آیات خدا تلاوت کرتا ہے اور انکا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت پڑھاتا ہے۔

بلاشبہ نجات آخرت صلاح وفلاح دارین اتباع قرآن پر موقوف ہے اور اتباع قرآن کے لئے حصول علم قرآن مقدم ہے اور علم قرآن کے لئے تزکیہ نفس واجب ہے۔ پس فلاح اسی کے لئے ہے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اس نے فلاح پائی اور جس نے نفس کو خراب کیا اور ہلاک کیا وہ محروم وخائب ونامراد رہا اور یہ مسلم ہے کہ مقام تزکیہ نفس ایک اہم مرحلہ ہے عوام تو عوام خواص کو بھی میسر نہیں یہی وہ دولت ہے جس کی تلاش میں اہل معرفت صحرا نوردی کرتے ہیں اور ریاضات شاقہ برداشت کرتے ہیں۔ بنابریں ہر شخص یا عالم عربیت کو علم الکتاب کیونکر ممکن ہوسکتا ہے لا واللہ قطعاً محال ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہمیں قرآن کافی ہے نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ بیان رسولؐ کی نہ معلم قرآن کی احتیاج ہے نہ ہادی دین کی۔

حضرت صادق آل محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں ما من امر یختلف فیہ اثنان الا ولہ اصل فی الکتاب لکن لا تبلغہ عقول الرجال۔ کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ جس میں اختلاف ہو اور اس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو لیکن انسانی عقول اس تک پہنچ نہیں سکتی ہیں۔ بلاشک وشبہ انسانی عقول کی رسائی نہ خدا تک ہوسکتی ہے اور نہ کلام خدا تک۔ یہ معجزہ ہے اور عقول انسانی اس کے ادراک سے عاجز ہیں مگر یہ اس کا فضل وکرم کسی پر ہو اور وہ خود تعلیم دے۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان ۔

عقل در رہبر ولیک تا در او ✤ فضل او میبرد ترا بر او

من عندہ علم الکتاب

عنوان بالا کی بارہ دلیلیں شاہد بین ہیں کہ حقیقت کتاب اللہ پر اطلاع پانا جملہ اسرار کتاب اللہ سے محرم ہونا کل حقائق پر حاصل کرنا قطعاً محال ہے۔ عام علماء کو یہ مرتبہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر اس بیان کو یہیں ختم کردیا جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہونگے کہ علم کتاب اللہ۔ کتاب اللہ ہی میں بخیل کے خزانہ کی طرح محفوظ رہے اور اس خزانہ علم وحکمت اور معدن ایمان وعرفان سے لوگ محروم رہیں اور غرض تنزیل کتاب اللہ یعنی تعلیم علوم الٰہی مفقود ہوجائے۔ مگر نہیں ہم ہر ایک موقع پر اشارہ کرتے آتے ہیں اور ہمارے کلام میں ہر جگہ استثناء مضمر ہے یعنی مقصود ہمارا یہ کہ امر واقعی یہ ہے کہ علم قرآن خاص برگزیدہ نفوس سے متعلق ہے اور حصول علم قرآن خاص شرائط ہیں جن میں اکثر وبیشتر باطن وروحانی ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر ہم صاف کہہ آئے ہیں کہ علم الکتاب کے عالم

کون ہیں؟ اور تصریح کر چکے ہیں کہ ایک کتاب ناطق ہے اور ایک صامت۔ صامت نقوش و خطوط کا مجموعہ اور ناطق اس کے علم کا معدن۔ خزانہ علم الکتاب اول سینہ محمدی ہے اور وہ اول کتاب اللہ الناطق ہے اور وہی تمہارا معلم ہوکر آیا ہے۔ خدا نے اس کو پڑھایا اور وہ تم کو پڑھانے آیا ہے اور حقیقت کتاب جو ہمارے لئے کافی ہے وہ وجود محمدی ہے لاریب حسبنا وجودہ المقدس۔ اور بیان کتاب اسی کا کام ہے لتبین للناس ما انزل الیھم۔ اے حبیب ہم نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تم لوگوں سے وہ کتاب بیان کرو اور اس کی تفسیر بتلاؤ جو ان کے لئے بھیجی گئی ہے۔ پس یہ کتاب اللہ ہمیں کافی ہے لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ آیا بعد رسول اللہ بھی کسی مبین اور معلم کتاب اللہ کی ضرورت ہے یا بعد رسول اللہ کسی ہادی کسی مبلغ کسی مبین۔ کسی معلم و مدرس کتاب اللہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اب صرف یہ کتاب اللہ الصامت کافی ہے؟ یہ مقدمہ عقلاً باطل ہے۔ کیونکہ ضرورت عام ہے اور علت مطلق۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک وقت تو کتاب ناطق کی ضرورت ہو اور دوسرے وقت صرف کتاب صامت ہی کافی ہو۔ اگر کتاب صامت کافی ہے تو ہر وقت کافی ہے اور اگر کتاب ناطق کی ضرورت ہے تو ہر وقت ضرورت ہے اور واجب ہے کہ بعد رسول اللہ بھی کتاب ناطق کا وجود ہو خصوصاً جبکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علم ذاتِ عالم سے علیحدہ کوئی شے نہیں ہے۔ اس کی ذات کے ساتھ ہے اور اسی سے وابستہ ہے اور کتاب صامت فرع ہے اور کتاب ناطق اصل یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ صامت کا وجود ہو اور ناطق کا وجود نہ ہو۔ ہاں یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعد رسول اللہ کسی معلم خاص اور مبین مخصوص کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ معلم اول کی تعلیم کافی ہے۔ اس نے کتاب اللہ کو بیان کر دیا۔ اور تفسیر فرمادی۔ لہٰذا جو کچھ رسول اللہ نے بیان کر دیا اس کا اتباع کافی ہے اور معلم کی ضرورت نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال باطل ہے اول تو اس لئے کہ بعد رسول اللہ مجموعہ احادیث رسول اللہ کی شان وہی کتاب صامت کی شان ہوگئی۔ ناطق نہ رہی اور جس طرح قرآن نہیں بولتا اسی طرح احادیث رسول اللہ بھی نہیں بولتیں۔ علاوہ ازیں احادیث رسول اللہ کے بھی وہی شان ہے جو آیات کتاب اللہ کی ہے یعنی بعض محکم بعض متشابہ بعض ناسخ بعض منسوخ بعض عام بعض خاص۔ بعض مطلق بعض مقید و علی ہذا القیاس۔

بلکہ یہاں ایک امر زیادہ ہے وہ اختلافِ نسبت واسنادِ احادیث ہے۔ کیونکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں احادیث جھوٹی بھی ہیں۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ اپنی صحیح کے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چھ لاکھ احادیث دیکھیں جن میں سے یہ چھ ہزار (مع مکررات) انتخاب کی ہیں۔ گویا پانچ لاکھ چورانویں ہزار احادیث محدث موصوف کے نزدیک مجہول اور مجعول ثابت ہوئیں اور اسی طرح حجاج بن مسلم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہ لاکھ حدیثیں دیکھی ہیں جن میں سے آٹھ ہزار انتخاب کی ہیں جو مع مکررات غالباً بارہ ہزار ہیں۔ باقی

کل اس محدث موصوف کے نزدیک بھی جعلی ثابت ہوئیں۔ اسی پر باقی محدثین اور جامعین احادیث کا قیاس کرنا چاہیئے اور اس کے علاوہ مدرک و منبع احادیث کے لحاظ سے سنی و شیعہ کی احادیث کا اختلاف دیکھنا چاہیئے کافی میں سولہ ہزار احادیث درج ہیں جن میں سے سوائے معدودے چند کوئی بھی صحیحین میں نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث بسلسلہ ذھبیہ اہلبیت رسول اللہ سے مروی ہیں۔ اور ان صحاح اہلسنّت میں دیگر سلسلوں اور دیگر اصحاب و تابعین سے۔ چنانچہ بخاری علیہ الرحمۃ اپنے مقدمہ میں جابر بن یزید جعفی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جابر کو بسلسلہ اہلبیت علیہم السلام پچاس ہزار ۵۰٬۰۰۰ احادیث نبوی یاد تھیں لیکن ہم نے اس سے اس لئے احادیث نہیں لیں کہ وہ اہلبیت کی رجعت کا قائل شیعہ اعتقادات کا آدمی تھا۔ یہ جابر حضرت محمد بن علی الباقر و حضرت جعفر بن محمد الصادق کے اصحاب خاص اور بہتر اور رواۃ معتبرہ سے ہیں۔

اور اسی مقدمہ بخاری میں ابن سیرین کے ذکر میں ہے کہ کل ما یروی عن علیؑ فھو کذب۔ جو روایت و حدیث علیؑ سے مروی ہو وہ جھوٹی سمجھی جائے۔ اسی سے اختلاف احادیث و اختلاف رواۃ اور نسب احادیث کا اندازہ لیا جا سکتا ہے کیا کوئی ایسا ہے جو ان عام اختلافات کو دفع کردے اور ہر ایک صحیح و غیر صحیح حدیث کو پرکھدے۔ وہ کون ہے جو ایسا معیار خداوندی و معیار محمدی رکھتا ہو جس کے ساتھ کسی کو کوئی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

طول طویل بیان کی ضرورت نہیں اسی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ باوجود ان احادیث پیغمبری کے بھی اہل اسلام میں اختلاف باقی ہے۔ حالانکہ زمانہ محمدی میں یہ اختلاف نہ تھا کیونکہ معلم کتاب اور مبین اختلاف موجود تھا۔ اور علت وہ ہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ بعد رخصت رسولؐ احادیث کی شان کتاب صامت کی ہے نہ ناطق کی، اور ہادی حقیقی اور رافع اختلاف کتاب ناطق ہے۔ لہٰذا ضروری اور لازمی ہوا کہ ہر زمانے میں مثل رسول اللہ کتاب ناطق کا وجود ہو اور معلم کتاب اللہ اور مبین اختلاف موجود رہے۔ اور بعد رسول اللہ کتاب صامت کے لئے اس لحاظ سے یہ کہنا کہ "حسبنا کتاب اللہ" موجب گمراہی ہے"

بعد رسول اللہ کتاب اللہ الناطق کون ہے؟

اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ صاف یہ کہنا کافی ہے کہ رسولؐ معیار مسلم ہے جس میں وہ شرائط موجود ہوں جو حصول علم الکتاب کے لئے ضروری ہیں۔

وہ ہی بعد رسول اللہ کتاب ناطق اور معلم کتاب اللہ الصامت مبین اختلاف ہے اور علم کتاب بغیر تعلیم خدائی محال ہے اور اس تعلیم کی شرط استعداد و قابلیت ہے اور استعداد و قابلیت نورانیت طہارت اور تزکیہ ہے۔ پس جو شخص بعد رسولؐ مثل رسولؐ نور ہو طاہر و مطہر ہو مزکی و مقدس ہو اور ذات محمدی سے کمال قرب و اتصال و اتحاد رکھتا ہو۔ کیونکہ حقیقت کتاب اللہ اور حقیقت محمدی متحد ہے۔ وہ ہی بعد رسول اللہ کتاب اللہ الناطق

کہلانے کا مستحق ہے۔ اور یہ تمام شرائط اور جملہ صفات اول بدرجہ اتم ذریت رسول۔ اہلبیت نبوت و رسالت میں موجود ہیں وہ نور ہیں۔ طاہر ہیں معصوم و مقدس ہیں۔ رسول اللہ سے جسمانیت و روحانیت میں اتحاد و اتصال رکھتے ہیں۔ جن میں سے اول حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ اور تمام صوفیہ کرام۔ اہل عرفان اور محققین اسلام کے نزدیک آپ کا کلام اللہ الناطق ہونا مسلم ہے اور آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے انا کلام اللہ الناطق اور اولاد علیؑ بلاشبہ علیؑ سے ان صفات میں اتحاد رکھتی ہے اور اس لئے وہ سب خدا کی بولتی ہوئی کتاب ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانے میں ہمارے لئے کافی ہے "فحسبنا کتاب اللہ"

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعة الاف عام۔ یعنی میں اور علیؑ حضرت آدمؑ کی خلقت سے چار ہزار برس قبل بارگاہ خداوندی میں ایک نور تھے۔ پھر یہ نور دو جزو میں تقسیم ہوا (اس کو امام احمد حنبل عبداللہ بن احمد حنبل خوارزمی۔ ابن عساکر۔ حموینی۔ طبری اور ابن المغازلی نے روایت کیا ہے اور اپنے اپنے مسانید میں درج کیا ہے) اور ابوذر غفاری سے دیلمی نے یوں روایت کی ہے۔ میں اور علیؑ حضرت آدمؑ سے چار ہزار برس پہلے ایک نور سے خلق ہوئے۔ پھر صلب آدم سے ہم برابر منتقل ہوتے آئے اور صلب عبد المطلب میں دو جزوں میں منقسم ہوئے پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں میری خلافت۔ پس نور علیؑ و نبیؐ ایک ہی ہے نیز ارشاد فرمایا انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی (طبرانی۔ دیلمی۔ الحاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن جوزی۔ ابن المغازلی) جابر بن عبداللہ الانصاری عرض کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ سے ہیں اور باقی لوگ مختلف شجروں سے۔ نیز انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ خلق کیا گیا ہے اور میں اور علیؑ ایک ہی مٹی سے خلق ہوئے ہیں۔

کتاب المناقب میں سبط اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا میں خدا کے نور سے خلق ہوا ہوں اور میرے اہلبیت میرے نور سے خلق ہوئے ہیں۔ اور حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں ایک حدیث نور کے آخر میں روایت کیا ہے "انا و علی من نور واحد" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ نعلی منی وانا منه۔ پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں لحمه لحمی ودمه دمی۔ اور اس مضمون یعنی اتحاد نور نبی و علی و اتحاد نور اہلبیت کی احادیث کتب فریقین میں من حیث المجموع پانسو احادیث سے کم نہیں ہیں اور ان سے ایک ضخیم کتاب تصنیف ہوتی ہے اور مسلّم کہ ذریت شخص اسی نسخ سے ہوتی ہے اور نبی نور ہے تو ذریت نبی بھی نور ہے۔ وان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین

ذریة بعضها من بعض واللہ سمیع علیم۔ طبرانی نے جابر اور خطیب بغدادی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی کی ذریت کو اس کے صلب سے بناتا ہے اور میری ذریت صلب علیؑ میں قرار دی (ینابیع المودۃ۔ صواعق۔ مسند امام حنبل۔ بحار الانوار)

کتاب اللہ الصامت (قرآن پاک) سے یہ ثابت ہے کہ علاوہ رسول اللہ کچھ نفوس اور بھی ایسے ہیں جن کے سینوں میں یہ قرآن ودیعت کیا گیا ہے بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم اور دوسرے مقام پر یہ ارشاد فرماتا ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے برگزیدہ اور چنے ہوئے منتخب بندوں کو بنایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قبیلہ قریش تمام قبائل میں برگزیدہ ہے اور آل ہاشم تمام قریش میں اور ذریت نبی اہلبیت نبی تمام بنی ہاشم میں برگزیدہ و منتخب ہیں اور اس کی تصریح کتب فریقین میں موجود ہے۔ عن واثلہ قال قال رسول اللہ ان اللہ اصطفیٰ بنی کنانۃ من بنی اسمٰعیل واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا ثم اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم (المسلم الترمذی) وعن عائشہؓ قال جبرئیل قلبت الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم۔

اور احادیث نور نبی ذریت نبی کے برگزیدہ۔ مصطفےٰ اور منتجب اور منتخب ہونے پر بالصراحۃ دال ہیں۔ اور بلا شبہ وہ وارث کتاب ہیں۔ علم نور ہے۔ روح نبی نور ہے۔ علم القرآن روح نبی کے ساتھ بلکہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور نور نبیؐ و علیؑ و اہل بیتؑ ایک ہے اور نبی کتاب ناطق لہٰذا بلاشک و شبہ علیؑ و اولاد علیؑ کتاب اللہ الناطق ہیں۔

اپنے اپنے وقت اور زمانے میں سب خدا کی بولتی ہوئی کتاب ہیں۔ قرآن و اہلبیت رسالت توام ہیں۔ اور جس طرح روح کا جسم سے جدا ہونا محال ہے اسی طرح قرآن کا اہلبیت سے علیحدہ ہونا محال ہے کتاب اور من عندہ علم الکتاب (عالم کتاب) ساتھ ساتھ ہیں۔ اہلبیت ثانی قرآن اور ثانی ثقلین ہیں اور کتاب اللہ۔ اہل ایمان کیلئے اہل بیت ہی کیساتھ کافی ہوسکتی ہے وحسبنا کتاب اللہ۔

قال رسول اللہؐ انی اوشک ان ادعی وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھلبیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا بما تخلفونی فیھما قریب ہے کہ میں بارگاہ الٰہی میں بلایا جاؤں اور میری موت واقع ہو تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا (قرآن) جو گویا ایک رسی ہے جس کا ایک سرا تمہارے پاس ہے دوسرا دست قدرت میں اور دوسری چیز میری عترت میرے اہلبیتؑ ہیں اور مجھ کو خداوند لطیف و خبیر و علیم و

حکیم نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں (قرآن اور اہل بیت) ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ پس خیال رکھو کہ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو (صواعق)۔

وفی روایۃ (قال فی مرض موتہ) ایہا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلقوبی وقد تقدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عزوجل وعترتی اہل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعھا وقال ھذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلوھ ایضا۔ اخرج الطبرانی فی الاوسط۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض۔ وعن ابن واثلہ وعن ابی ذر الغفاری قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحق مع علی ایضا ان علیا مع الحق والحق معہ لن یزولا حتی یردا علی الحوض۔ عن ام سلمہ۔ کان علی مع الحق من اتبعہ اتبع الحق۔ بیشک قرآن حق ہے قرآن علی کیساتھ ہے اور علی قرآن کیساتھ۔ پس حق علی کیساتھ ہے اور علی حق کیساتھ۔ جس نے علیؑ کی پیروی کی اس نے حق کی پیروی کی نہ اہل بیت رسالت سے قرآن جدا ہوسکتا ہے اور نہ قرآن سے یہ جدا ہوسکتے ہیں۔

ایضا خطبہ غدیر میں آنحضرت (صلعم) نے ارشاد فرمایا ایہا الناس انی فرطکم وانتم واردون علی الحوض الا وانی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما حتی تلقونی قالوا وما الثقلان یارسول اللہ قال الثقل الاکبر کتاب اللہ حبل طرفہ بید اللہ وطرفہ فی ایدیکم فاستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تزلوا والثقل الاصغر عترتی اہل بیتی وقد نبانی اللطیف الخبیر ان لا یفترقا حتی یاتیانی وسألت اللہ لھما ذلک فاعطانیہ فلا تسبقوھم ولا تقصروا عنھم فتھلکوا ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم۔ یا معاشر الناس میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا اور تم وہاں میرے پاس وارد ہوگے۔ خبردار رہو کہ میں اس وقت تم سے ثقلین کی بابت سوال کرونگا پس دھیان رکھو کہ تم میرے پیچھے ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ثقلین سے آپ کی کیا مراد ہے۔ فرمایا ثقل اکبر تو خدا کی کتاب (قرآن) ہے جس کا ایک سرا گویا تمہارے ہاتھ میں ہے اور ایک خدا کے ہاتھ میں۔ وہ ہی خدا اور اس کے بندوں میں رابطہ و واسطہ ہے۔ پس اس سے متمسک رہو گمراہ نہ ہوگے اور تمہارے قدم لغزش نہ کھائینگے اور ثقل اصغر میری عترت میرے اہلبیت ہیں اور خدائے لطیف خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تاوقتیکہ میرے پاس پہنچ جائیں اور میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کی ہے اور خدا نے میری یہ دعا قبول کر لی ہے۔ پس تم ان پر سبقت نہ کرو اور ان سے پیچھے بھی نہ ہو ورنہ ہلاک ہوگے اور ان کو نہ پڑھاؤ کہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔

عن سلیم بن قیس الھلالی قال امیر المومنینؑ ان اللہ تبارک وتعالیٰ طھرنا وعلمنا وجعلنا
شھداء علیٰ خلقہ وحججاً فی ارضہ وجعلنا مع القرآن وجعل القرآن معنا لا نفارقہ ولا یفارقنا۔
یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت وعترت نبیؐ کو طاہر وپاک بنایا ہے۔ ہمیں معصوم
قرار دیا ہے اور ہمیں اپنی مخلوق پر شہداء اور زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے اور ہمیں قرآن کیساتھ رکھا ہے
اور قرآن کو ہمارے ساتھ نہ وہ ہم سے جدا ہوگا اور نہ ہم اس سے۔

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ علم لوگوں میں پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ چار حصے خاص علیؑ کے ہیں اور
پانچواں حصہ علم لوگوں میں منقسم ہے اور اس میں بھی علی سب سے اعلم ہیں۔ استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ علم کے
دس حصے ہیں۔ نو حصے علی کے ہیں اور ایک باقی لوگوں کا اور علیؑ اس میں شریک ہیں۔ حضرت سعدؓ اکبر بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا علی ابن ابیطالبؑ اعلم الناس باللہ واعظم الناس حبّاً وتعظیماً لاھل
لا الٰہ الا اللہ وعن عمر بن الخطاب قال رسول اللہ انک اول المومنین معی ایماناً واعلمھم
بآیات اللہ واوفاھم لعھد اللہ وارؤفھم بالرعیۃ واقسمھم بالسویۃ واعظمھم عند اللہ
منزلۃ" یعنی اے علیؑ تم محمدؐ پر سب سے پہلے ایمان لانیوالے ہو اور آیات قرآن کے سب سے بڑھکر عالم
اور عہد خدا کو سب سے زیادہ وفا کرنیوالے۔ رعیت پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے بڑھکر تقسیم اموال میں
عادل اور خدا کے نزدیک سب سے معظم تر۔ یہاں تک حضرت ابی بکر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا
ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھکو خدا سے ہے۔ خلاصہ مدعا یہ ہے کہ قرآن کا علم
ہر فرد و بشر کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ خاصان خدا ہی کو حاصل ہوسکتا ہے۔ اور بعد رسول اللہؐ اہلبیت نبی جو
عترت رسول اور آپکی ذریت واولاد ہیں۔ سب سے بڑھکر عالم قرآن حقیقی معلم قرآن ثانی قرآن ثانی ثقلین
ہیں یہی اس کی تاویل۔ تنزیل۔ تمثیل۔ ظاہر۔ باطن۔ ناسخ ومنسوخ۔ عام وخاص۔ مطلق ومقید سے واقف
ہیں۔ یہی جانتے ہیں کہ کونسی آیت کس وقت کس کی شان میں کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی تاویل وتعبیر
کیا ہے قرآن ان کے ساتھ اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور ہر زمانے میں قرآن صامت کے ساتھ قرآن ناطق
کی ضرورت ہے۔ ان معلمین قرآن میں سے ایک عالم ہمیشہ ہر ایک زمانے میں موجود ہے۔ وہی مدرس قرآن
اور رافع اختلاف۔ معیار حق وباطل۔ میزان صدق وکذب ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب صواعق اسی مضمون کو
روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ فی کل خلف من امتی عدول من اھلبیتی ینفون عن ھذا
الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین نبیؐ فرماتے ہیں کہ میری امت
کی ہر ایک نسل اور ہر زمانے میں میرے اہلبیت میں کچھ عالم اور عادل موجود رہیں گے جو ہمارے دین سے

گمراہوں کی تحریفات اور باطل پرستوں کی رخنہ اندازی اور جاہلوں کی تاویلات بے جا کو دور کرتے رہینگے اور حق کو باطل سے جدا دکھائیں گے۔

یہ حدیث فریقین میں مسلم ہے اور اہلبیت کے عالم قرآن۔ معلم قرآن۔ ثانی قرآن ثانی ثقلین ہونے اور قرآن کیساتھ معیت تامہ بلکہ اتحاد رکھنے کی احادیث فریقین میں اس کثرت سے مروی ہیں کہ ایک ضخیم کتاب بھی ان کے جمع کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ اور یہ رسالہ بھی بالکل گنجائش نہیں رکھتا والعاقل تکفیہ الاشارۃ ہاں ان میں سے بہت سی باتوں کی تفسیر ہماری کتب کشف الاسرار۔ الصراط السوی۔ خلافت الٰہیہ۔ میزان حق اور رسالہ اہلبیت میں مل سکتی ہے اور آخر الذکر میں تحقیق اہلبیت میں کافی بحث کی گئی ہے اور اسی لئے یہاں اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی اور ان احادیث ثقلین میں قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ اس بحث کو چھیڑا جائے۔ علماء سلف میں مسلم اور انہیں احادیث میں تصریح ہے کہ اہلبیت رسالت علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنینؑ اور ان کی اولاد کے ائمہ معصومین ہیں اور بیشمار اہل سنت و شیعہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور یہاں صرف لفظ عترت کافی ہے۔ جو ہر جگہ موجود ہے کیونکہ اگر لفظ اہلبیت میں تاویل کی گنجائش ہے بھی تو لفظ عترت اس کی تشریح بالکل کر دیتا ہے کیونکہ عترت و ذریت میں ازواج۔ دیگر افراد امت اور مقتدین و ماموین ہرگز داخل و شامل نہیں ہوسکتے (رسالہ اہل بیت میں اس کی پوری بحث آچکی ہے)

ثعلبی و ابن المغازلی نے عبداللہ بن عطا اور محمد بن الحنفیہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ من عندہٗ علم الکتاب کے مصداق علیؑ ابن ابی طالب ہیں اور حضرت محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ سے مروی ہے کہ من عندہٗ علم الکتاب سے مراد علیؑ ہیں اور وہ اس اُمت کے عالم ہیں۔ اور ایک روایت ہے کہ اس آیت سے ہم ہی مراد ہیں اور علیؑ ہم سب سے افضل اور بعد نبیؐ سب سے بہتر ہیں۔ اور خود جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جو کچھ علم آدمؑ پر نازل ہوا اور جو کچھ دیگر انبیاء کو مع حضرت خاتم النبیین دیا گیا وہ سب عترت نبیؐ میں بوراثت باطنی آیا۔ اور صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ کل علم الکتاب ہمارے پاس ہے اور جو کچھ آصف برخیا وزیر حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کو دیا گیا تھا وہ اسم اعظم الٰہی کا ایک حرف تھا اور بعض کتاب کا علم ان کو حاصل تھا نہ کل کتاب کا اور علیؑ کو کل کتاب کا علم حاصل تھا۔ وقال تبارکؐ وتعالیٰ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین وایضاً کل شیئٍ احصیناہ فی امام مبین کل علم کتاب مبین میں ہے اور علم کتاب مبین علیؑ میں ہے اور کل علم امام مبین میں ہے اور علیؑ امام مبین و خلیفہ رب العالمین وآیتہ فی العالمین حجتہ علی السموات والارضین ابو سعید الخدری نے بھی جناب رسول اللہؐ سے یہی روایت کی ہے کہ کل کتاب کا علم علیؑ کے پاس ہے اور من عندہٗ علم الکتاب کا مصداق علیؑ ہی ہے ولذا قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

فمن اراد العلم فلیات الباب۔ نبی رسولِ مقبول فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو شخص علم چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ باب علم کے پاس آئے (صواعق۔ ینابیع۔ ترمذی) وانا دار الحکمۃ و علیؑ بابھا۔ میں خانہ حکمت ہوں اور علیؑ باب الحکمت۔

بعض نتائج اوّل اہل بیت رسالت سوائے رسالت جملہ اوصاف خاصہ نبیؐ مثل نورانیت۔ روحانیت۔ طہارت عصمت و عفت۔ علم و حکمت کو جامع ہیں۔

دوم۔ کامل علم الکتاب انہیں کے پاس ہے۔

سوم۔ رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو شخص میرا علم چاہتا ہے وہ انہیں سے حاصل کرے۔

چہارم۔ یہ ثانی کتاب اللہ و ثانی ثقلین ہیں۔

پنجم۔ یہ کتاب اللہ الناطق ہیں۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین وکل شیئ احصینہ فی امام مبین۔ کتاب مبین و امام مبین ساتھ ساتھ ہیں۔

ششم۔ قرآن ان سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا اور یہ قرآن سے کبھی جدا نہیں ہوسکتے۔

ہفتم۔ قرآن کا علم حقیقی انہیں سے حاصل ہوسکتا ہے۔ انکو چھوڑ کر علم الکتاب کا حاصل ہونا محال ہے۔

ہشتم علیؑ کے سوا کسی صحابی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ سلونی قبل ان تفقدونی فانی اعلم بطرق السمٰوات من طرق الارض (صواعق۔ مطالب السئول) علیؑ کے سوا کوئی شخص یہ نہیں کرسکا کہ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے اور پھر میں اس پر بیٹھوں تو اہل توریت میں توریت سے فیصلہ کروں اور اہل انجیل میں انجیل سے اور اہل زبور میں زبور سے اور اہل فرقان میں فرقان سے۔ خدا کی قسم کوئی آیت کتاب اللہ ایسی نہیں ہے کہ جو خشکی میں تری میں میدان میں۔ کوہستان میں زمین میں آسمان میں رات میں دن میں نازل ہوئی ہو۔ مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس کی شان میں نازل ہوئی۔ کس باب میں نازل ہوئی۔ علیؑ کے سوا کوئی یہ مرتبہ علمی نہیں رکھتا کہ تمام شب سورہ بسم اللہ کی تفسیر عبد اللہ ابن عباسؓ سے بیان کی اور ان کے تعجب پر فرمایا لو شئت لا وقرت بعیراً من تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر میں چاہوں تو بسم اللہ کی تفسیر سے ایک اونٹ لادوں (بلکہ چالیس اونٹ بنابر روایت دیگر) (مطالب السئول۔ ینابیع۔ مسند احمد بن حنبل)

نہم۔ دیگر اصحاب کبار کو رسول اللہ کی روایت پہنچی ہے اور حضرت علیؑ کو علم وراثتی اور اس لئے ہر ایک صحابی یہ کہتا ہے سمعت عن رسول اللہ۔ قال رسول اللہ۔ روینا عن رسول اللہ۔ روی عن رسول اللہ کوئی شخص کوئی صحابی کوئی تابعی یہ نہیں کہتا علمنی رسول اللہ سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے کہ وہ کہتے ہیں علمنی رسول اللہ الف باب من العلم یفتح من کل باب الف باب مجھ کو رسول اللہ نے

ایسے ہزار باب تعلیم دیئے ہیں کہ ہر ایک باب سے ہزار ہزار ابواب علم منکشف ہوتے ہیں۔

دہم۔ جملہ اصحاب رسول اللہ حضرت علیؑ سے استفادہ علم فرماتے تھے اور ہر ایک معاملہ و قضیہ اور ہر ایک مشکل مسئلہ میں حضرت علیؑ یاد آتے تھے اور بار بار حضرت عمر بن الخطاب جیسے صحابی لولا علی لھلک عمر فرماتے تھے کبھی کہتے۔ تھے معضلۃ ولیس لھا ابوالحسن مشکل پیش ہے اور ابوالحسن اس وقت موجود نہیں ہیں۔ وعلی ھذ القیاس۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ اے رسول بعض اشخاص تیرے پاس آکر کلام سنتے ہیں جب باہر نکلکر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے جن کو علم عطا کیا ہے پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ نے ابھی کیا فرمایا "ماذا قال انفا" حضرت علیؑ فرماتے ہیں واللہ میں رسول اللہ کے پاس سے باہر آتا تھا تو یہ لوگ مجھ سے دریافت کرتے تھے ماذا قال انفا۔

یازدہم۔ باوجود اس اختلاف کے بھی اکثر و بیشتر محققین اسلام و علماء کرام اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ جملہ علوم عربیہ و اسلامیہ مثل صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ قرات۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ کلام۔ علم الفرائض علم الشعر۔ علم الکتابہ۔ علم تعبیر رویا۔ علم النجوم۔ علم الھیئت۔ علم الحکمت۔ علم الجفر۔ علم الحساب۔ علم الھندسہ۔ علم الکیما۔ علم القرآن۔ علم صحف انبیاء کا منبع و سرچشمہ علیؑ باب علوم محمدیؐ ہے۔ بلکہ یہ علوم مذکورہ علم الکتاب کے مقابلہ میں سمندر میں سے قطرہ کی مثال ہیں۔ اور ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم ان علوم کا شمار کرسکیں جو علیؑ کے سینے میں قدرت نے ودیعت کئے تھے۔ اسی واسطے محی الدین عربی اپنے درود میں فرماتے ہیں مادۃ العلوم الغیر المتناھیۃ حقیقۃ النقطۃ البائیۃ یعنی علیؑ لامتناہی علم کا مادہ و منبع اور نقطہ باء کی حقیقت ہے۔ اس کی تشریح و تصریح ہماری خلافت الٰہیہ حصہ سوم میں ملاحظہ ہو۔

(اور صاحب مطالب السئول صاحب فصل الخطاب کا بیان بلاغت عنوان۔)

دوازدہم۔ اصل مقصود خلقت انسان تحصیل قرب الٰہی ہے اور قرب معبود بغیر عبادت محال ہے۔ اور عبادت بغیر معرفت ناممکن ہے اور علم معرفت و حقیقت باتفاق عارفین و صوفیہ کرام حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے اور ہر ایک عارف نے اسی باب علم و حکمت نبی سے پایا ہے۔ اور اس ذات مقدس نے ایک ایک خطبہ توحید میں عرفان کے دریا بہائے ہیں۔ پس اس بزرگ کی اطاعت و متابعت عین ایمان۔ عین صراط مستقیم عین اتباع حق عین اتباع قرآن۔ یقیناً نجات دہندہ ہے جس نے اس کے آستانے پر سر جھکایا سب سے سربلند ہوا اور بہشت بریں میں پہنچا۔ نہیں۔ بلکہ قرب باریتعالیٰ اُسے حاصل ہوگیا۔

"جو علیؑ ملے تو نبیؐ ملے جو نبیؐ ملے تو خدا ملے"

اختلاف میں نجات اسی معیار حق و باطل میزان صدق و کذب سے مل سکتی ہے۔ حموینی نے علقمہ و اسود سے

روایت کی ہے۔ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم ابوایوب انصاری کے گھر گئے اور ان سے کہا کہ اے ابوایوب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شرف و کرامت عطا کیا اور تم کو اس کی فضیلت سے خالص اور صاف حصہ ملا کہ تم میزبان نبی ہے۔ تم بتلاؤ کہ تم علیؑ کے ساتھ ہو کر ان کے مخالف اہل قبلہ سے کیوں لڑے۔ آپ نے فرمایا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ میرے اسی گھر میں بیٹھے جس میں اب تم ہو اور علیؑ آپ کی دائیں جانب بیٹھے تھے اور میں بائیں جانب اور انس آپ کے سامنے۔ اور گھر میں اس وقت ہمارے سوا کوئی نہ تھا۔ کہ ناگاہ کسی نے دق الباب کیا۔ حضرت نے فرمایا انس جاؤ عمار کے لئے دروازہ کھول دو۔ انس نے دروازہ کھولا۔ عمار داخل ہوئے۔ رسول اللہ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا اور مرحبا کہا پھر فرمایا اے عمار میرے بعد امت میں عنقریب بہت سے فتنے برپا ہونگے یہاں تک کہ آپس میں تلوار چلے گی۔ اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے سے بیزار ہونگے اور تبرا کریں گے۔ پس جب یہ حالت دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ اس اصلع (علیؑ) کے ساتھ ہو اور اس سے تمسک کرو جو میرے دائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ پس کل انسان ایک وادی میں جائیں اور علیؑ تنہا ایک وادی تو تو بھی اسی وادی میں جا جہاں علیؑ جائے اور اسی راہ پر چل جس پر علیؑ چلے اور ان عام لوگوں سے علیحدہ ہو جا اور انہیں چھوڑ دے۔ اے عمار علیؑ تجھ کو کبھی ہدایت اور صراط مستقیم سے نہ موڑیگا۔ اور تجھے ھلاکت میں نہ ڈالے گا۔ اے عمار علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ پس علی کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ وکفی بہ فضلا۔ فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ انا ھدینٰہ السبیل فاما شاکراً واما کفوراً۔

چونکہ بعد رسول اللہ علم الکتاب عترت رسول اللہ سے وابستہ ہے اور ہدایت خلق ان کا فریضہ۔ حق ان کے ساتھ ہے اور یہ حق کے ساتھ۔ انہیں کی اطاعت و محبت سے نجات ملسکتی ہے۔ اسی واسطے خدا نے ان کی محبت و مودت فرض کی اور اس کو اجر رسالت قرار دیا۔ تاکہ امت بعد رسول اللہ گمراہ نہ ہو۔ اختلاف میں نہ پڑے اور صاف فرمایا کہ ما سئلتکم من اجر فھو لکم اے مسلمانوں میں نے تم سے جو بحکم خدا اجر رسالت طلب کیا ہے وہ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدے اور تمہارے ہی نجات کے واسطے ہے۔ وما اسئلکم علیہ اجراً الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔ اور میں تم سے اجر طلب نہیں کرتا مگر یہ صرف اس لئے ہے کہ جس کا دل چاہے وہ اپنے پروردگار کی راہ اس ذریعہ سے حاصل کرے اور فرمایا مثل اھلبیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ ومن تخلف عنھا غرق وھوی۔ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس کشتی میں سوار ہو گیا نجات پا گیا جو سوار نہ ہوا اسے ٹ رہا۔ ہلاک ہوا اور فرمایا النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لاھل الارض۔ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت اہل زمین کیلئے

امان ہیں اصواعق۔ ینابیع۔ مطالب السئول)

تین اعتراض ہمارے اس بیان پر تین شبہات یا اعتراض کئے جا سکتے ہیں اور اکثر کئے بھی جاتے ہیں۔

(اول) یہ کہ اگر قرآن ایسی مشکل کتاب ہے کہ کوئی اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی کتاب سے امت محمدی کو کیا فائدہ؟ جب ہم سمجھ نہیں سکتے تو ہمارے لئے کیوں بھیجی گئی۔ ہمیں کیوں دی گئی ہے؟ اور پھر اس کی تعلیم وتدریس سے کیا نتیجہ اس کو تو بستے میں باندھکر تبرک کے طور پر طاق میں رکھدینا مناسب ہے۔ نیز اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو عالم بنانا نہیں چاہتا بلکہ جاہل رکھنا پسند کرتا ہے اور ایسا مذہب غالباً عقل وفطرت انسان دونوں کے منافی ہے۔

(دوم) اگر ہم قرآن کو سمجھ نہیں سکتے تو پھر جا بجا قرآن پاک میں یہ کیوں حکم دیا ہے۔ افلا تعقلون۔ افلا تذکرون۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا" قرآن میں غور وخوض وتامل نہ کرنیوالوں اور عقل وفہم سے کام نہ لینے والوں کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اگر قرآن ایسا ہی ہوتا جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے تو اس کا حکم نہ ہوتا اور نہ سمجھنے پر سرزنش اور توبیخ نہ کی جاتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرآن کو سمجھ سکتے ہیں۔

(سوم) قرآن پاک کا دعویٰ ہے کہ وہ نہایت سہل وآسان ہے اور شریعت بھی ہماری شریعت سہلہ مشہور ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ ہم نے قرآن کو آسان اور سہل کر دیا ہے تو کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟ اور فی الحقیقت ایسا ہی ہے۔ ہر ایک عربی داں ضرور قرآن کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم ان کے اصلی جواب دیں اس قرآن فہمی کے دعوے کی نسبت یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بغیر وضو نماز پڑھنے لگا۔ ایک ملّا نے ٹوکا اور کہا در بغیر وضو نماز نمی شود" تو نمازی نے برجستہ جواب دیا کہ بارہا کردیم و شد۔ تم کیسے کہتے ہو کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ ہم نے اکثر بغیر وضو کے پڑھی ہے اور ہو گئی ہے پس جس طرح اس ایرانی کی نماز ہو گئی۔ ایسے ہی قرآن بھی سمجھ میں آگیا اور اسی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ قرآن کے پیرووں میں نئے نئے مذہب ایجاد ہوتے ہیں۔ نئے نئے فتوے نکلتے ہیں۔ اس قرآن فہمی پر رات ودن آپس میں جوتی پیزار ہوتی رہتی ہے۔ اسی کی بدولت شب وروز مسلمانوں کے کفر کے فتوے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی قرآن فہمی اور تفسیر وترجمہ ہائے قرآنی کے بدولت آج مشرکین کافرین وملحدین مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں انہیں تفسیروں اور علماء کے اقوال سے قرآن پر ہزاروں اعتراض کرتے ہیں اور وہ سب لاجواب ہوتے ہیں اسی قرآن فہمی کی وجہ سے آج مسلمان ہر علم میں دوسروں کے دست نگر دکھلائی دیتے ہیں۔ حالانکہ دعویٰ یہ ہے کہ "حسبنا کتاب اللہ" اور کتاب اللہ بلاشبہ جمیع علوم وفنون کا سرچشمہ ہے اور جملہ اسرار فطرت اور حقائق خلقت کا

خزانہ ہے۔ اسی قرآن فہمی کا یہ نتیجہ ہے کہ توحید سے لیکر حدود تک۔ کوئی مسئلہ اصول و فروع کا ایسا نہیں ہے جس میں اختلاف نہ ہو۔ خود خدا کی صفات اور اس کے افعال میں شدید ترین اختلاف ہے۔ اکثر مسلمانوں کی توحید شرک کے ہم پایہ نظر آتی ہے۔ حالانکہ قرآن پاک جس توحید کو لایا ہے وہ ابتدائے آفرینش سے کوئی پیغمبر نہیں لایا اور کبھی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں وہ توحید ہے جہاں ملائکہ مقربین بھی حیران ہیں۔ یہی باعث ہے کہ آج مسلمان تباہ ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں نہ کوئی مرکزیت اور نہ کوئی جمعیت تمام فرق اسلامی کے عقائد و اعمال کو پیش نظر رکھو (خاک بدہانم۔ اسلام وضوء بے تمیز نظر آتا ہے)

جواب از اعتراض اول جو کچھ ہم نے قرآن فہمی کے متعلق ثابت کیا ہے وہ اسی پہلے شبہ کا جواب ہے لہٰذا ان براہین قاطعہ کے مقابلہ میں یہ شبہ ھبآء منثورا ہے وقدمنا الی ما عملوا فجعلناہ ھباء منثورا۔

دوم۔ ہم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ علم القرآن قطعاً محال ہے اور کسی کو کسی طرح حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ تعلیم قرآن کے لئے ایک معلم ربانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک درجہ اور جماعت میں جو کتابیں مقرر کی جاتی ہیں وہ یقیناً اس عمر میں اس جماعت کی تعلیم کے لئے کافی ہوتی ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ طلبا استاد و معلم سے مستغنی ہیں۔ پس قرآن کافی ہے۔ قرآن میں عام علوم ہیں مگر اور قرآن آیا ہے تو اپنا معلم اور استاد ساتھ لایا ہے ولعبث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین جب معلم موجود ہے تو پھر کیا اعتراض ہے یہ بالکل غلط ہے کہ کتاب صرف ہماری ہدایت کے لئے آئی ہے۔ کتاب رسول اللہ پر نازل ہوئی ہے۔ نہ ہم پر۔ کتاب رسول اللہ کو دی گئی ہے نہ ہم کو۔ کتاب دیکر اس کو بھیجا ہے کہ جا اس کتاب سے ان کی ہدایت و راہ نمائی فرما۔ ان کی تعلیم و تربیت کر۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔" مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ساتھ تمہاری ہدایت کروں اور جس کو یہ قرآن میرے بعد پہنچے جو اس کا وارث حقیقی ہو۔ وہ بھی اسی سے ہدایت کرے۔

سوم۔ ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کہ کوئی شمہ اور کوئی درجہ بھی علم القرآن کا کسی غیر رسول و امامؑ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہم نے حقیقت علم القرآن کی نفی کی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ غیر عالم ربانی اس کی حقیقت پر احاطہ تامہ پیدا نہیں کر سکتا۔ نیز یہ کہ قرآن کا علم صرف علوم ظاہریہ عربیہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علم القرآن کے لئے خاص شرائط باطنیہ کی ضرورت ہے اور یہ کہ قرآن حقیقت کاملہ انسانیہ سے اتحاد رکھتا ہے۔ پس جو شخص جس قدر انسانیت میں بڑھتا جائیگا اسی قدر علم القرآن سے حصہ حاصل کرتا جائیگا اور انسان کامل عالم کامل ہوگا۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ تخلقوا باخلاق اللہ اور حکماء و عرفاء کا مسلمہ ہے کہ الفلسفۃ ھو الاتصاف

با وصاف الله والتخلق باخلاق الله علماً وعملاً۔ پس انسان کامل مظہر جامع جمیع صفات کمالیہ ہوتا ہے۔ وھو نبینا و وصیہ (شرح کبریت الاحمر) وہ انسان کامل ہمارا پیغمبرؐ اور اس کا وصی علیؑ ہے جو ولی مطلق پروردگار عالمیں ہے اور جو اس کے درجے میں ہوں یعنی آئمہ معصومینؑ عترت رسول۔ اور تحصیل علم القرآن کیلئے علماء کاملین و محققین و متاہبین نے حسب ذیل شرطیں قرار دی ہیں۔

شرائط فہم القرآن اوّل فہم عظمت الکلام۔ یہ خدائے قہار و جبار ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے۔ جب تک کہ اس کی عظمت حقیقی کو قلب انسانی پوری طور پر محسوس نہ کریگا اس کا قلب اس قابل نہ ہوگا کہ حقائق قرآن اس کے دل میں اتر سکیں۔ یعنی عظمت اس کو تفسیر بالرائی سے مانع ہوگی۔ عظمت اس کو بیجا تاویلات سے روکیگی۔ اور ہر ایک آیت پر اس کے معانی میں غور و خوض کرتے ہوئے کانپ اٹھے گا اور ہر مقام پر خشیت اللہ کا غلبہ ہوگا در و انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"۔ یہی علماء کی حقیقی صفت ہے اور چونکہ آج کل لوگوں کے دلوں میں عظمت قرآن باقی نہیں رہی ہے۔ ہر کس و ناکس اس کے معنی کرنے اس سے بحث کرنے اس سے استدلال لانے بلکہ اس پر اعتراض کرنے کو تیار ہے حتیٰ کہ جہال جو ایک حرف عربی زبان کا نہیں جانتے وہ بھی قرآن فہمی کے مدعی ہیں۔ اور اردو پنجابی۔ سندھی۔ ہندی ترجمہ دیکھکر بحث کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا راز یہی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت بالکل دلوں سے اٹھ گئی ہے بلکہ نہ رسول اللہ کی عظمت رہی ہے نہ قرآن کی عظمت رہی ہے تعظیم رسول اللہ شرک سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے لا یمسہ الا المطھرون مگر یہاں حالت یہ ہے کہ ہزارہا مشرکین کے ہاتھوں میں ہیں۔ ہزارہا مشرکین کے ہاتھوں کے طبع شدہ ہیں اور ان کے یہاں بلکہ خود مسلمانوں کے یہاں سے ہزارہا اوراق قرآنی ردی میں فروخت ہوتے ہیں۔ بلکہ سڑکوں اور نالیوں پر رلتے ہیں۔ بہت سے امیروں کے یہاں ردی میں پڑے نظر آتے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کے یہاں گرد و خاک میں اٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ واللہ دل خون ہوتا ہے اور رشک آتا ہے۔ جب ہم اپنے برادران ملکی سکھوں کی گرنتھ صاحب کی تعظیم و تکریم کو دیکھتے ہیں۔ کس شان سے اٹھاتے ہیں۔ کس شان سے لیجاتے ہیں کس شان سے پڑھتے ہیں کس شان سے رکھتے ہیں۔ کبھی گرنتھ صاحب کو اسٹیشن پر لئے جاتے دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ بہر حال اوّل قرآن کے علم کیلئے عظمت قرآن کا سمجھنا اور اس کا احساس ہے جو لوگ سرے سے تعظیم پیغمبر اسلام کے منکر ہیں ان کے دلوں میں اس کتاب کی کیا عظمت ہوگی جس کو وہ ہی پیغمبر لایا ہے جو اسی کی زبان سے نکلی ہے اور اسی نے کہا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں پڑھ رہا ہوں۔

شرط دوم۔ تطہیر القلب عن خبائث المعاصی وارجاس العقائد الفاسدۃ۔ جب تک قلب گناہوں کی آلودگی اور عقائد فاسدہ کی پلیدی سے پاک و صاف نہ ہوگا علم القرآن حاصل نہ ہوگا۔ خدا نور ہے

علم القرآن نور ہے۔ اور نور کو نور ہی سے مناسبت ہوتی ہے۔ پس علم القرآن کے لئے قلب نورانی چاہیئے۔ گناہ ظلمت ہے۔ اور گنہگار کا دل سیاہ ہوتا ہے۔ اس کو علم الکتاب ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ فان العلم نور من اللہ۔ ونور اللہ لا یعطی العاصی۔

شرط سوم۔ حضور القلب وترک حدیث النفس۔ قلب کا حاضر اور نفس کا مطمئن ہونا اور نفس کا خطرات ووساوس سے پاک ہونا۔ جب تک توجہ قلب کامل نہ ہوگی اور جب تک نفس کی سرگوشی بند نہ ہوگی نور قرآن دل میں نہ اُترے گا۔ حصول علم الکتاب طلب صحیح کا محتاج ہے اور طلب صحیح میں حضور قلب شرط ہے۔ پس علم القرآن کے لئے حضور قلب لازم ہے اور یہ کوئی آسان بات نہیں جن کو نماز میں چند منٹ حضور قلب ممکن نہیں ان کو تفکر وتدبر فی القرآن کی حالت میں کہاں حضور قلب ممکن ہوسکتا ہے۔ آیت قرآن پڑھی۔ ترجمہ پر نظر ڈالی تفسیروں میں قال وقیل وروی دیکھا اور اپنا ایک اقول بڑھا کر قرآن فہمی کا حق ادا کر دیا اور طلسم ایمان رُبا تفسیر لکھ ڈالی اور العوام کالانعام سے صدر المفسرین کا لقب پالیا اور روٹی کا سامان ہوگیا لا تشتروا بآیاتہ ثمنا قلیلا۔ کو پس پشت ڈال دیا۔

شرط چہارم۔ تدبر صحیح۔ اور تدبر اور حضور قلب میں فرق ہے دونوں ایک چیز نہیں۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا قلب قرآن ہی کی طرف متوجہ اور کسی اور طرف مشغول نہیں ہوتا لیکن صرف قرآن کو حدیث نفس کے طور پر سنتا ہے۔ اور معانی میں تدبر حاصل نہیں ہوتا اور ایسا اکثر واقع ہوتا ہے۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں لا خیر فی عبادۃ لا فقہ فیھا ولا فی قراءۃ لا تدبر فیھا۔ اس عبادت میں کوئی بہبودی نہیں جس میں تفقہ نہ ہو اور انسان نہ سمجھے کہ یہ کیا کہ رہا ہے۔ کس سے کہ رہا ہے۔ کس حال میں کہ رہا ہے۔ اور اس قرأت میں کوئی بہتری نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

شرط پنجم۔ استنباط صحیح وھو ان یستوضح کل آیۃ ما یلیق بھا اذ ما من علم الا فی والقرآن اصلہ وفرعہ ومبداہ ومنتھاہ۔ استنباط کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک آیت سے اس کے معنی مناسب وضاحت سے سمجھنے کی کوشش کرے اور ہر ایک آیت سے اس کا خاص حکم اور خاص منشاء معلوم کرے کیونکہ ہر ایک علم کی اصل وفرع قرآن میں اور اس کا ابتداء ومنتہا قرآن میں موجود ہے قال ابن مسعود۔ من اراد علم الاولین والآخرین فلیتنور من القرآن۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو علم اولین وآخرین حاصل ہوجائے اس کو چاہیئے کہ اپنے قلب کو قرآن سے منور کرے۔ اسی سے نور علم حاصل کرے۔

شرط ششم۔ التخصیص وھو ان یقدر العبد انہ ھو المقصود بکل خطاب یعنی تخصیص کے یہ معنی ہیں کہ بندہ ہر ایک خطاب الٰہی کو خواہ امر کی صورت میں ہو یا نہی کی عتاب کی صورت میں ہو یا ثواب کی غضب

کی شان سے ہو یا رضا کی اپنے ہی اوپر فرض کرے اور یہ سمجھے کہ گویا خداوند عالم اسی سے کہ رہا ہے اور اسی سے خطاب کر رہا ہے۔ ہر امر میں تامل کرے۔ عقاب کے موقع پر ڈرے۔ توبہ کرے عبرت حاصل کرے۔ اور ہر بشارت کے موقع پر اس میں شامل ہونیکی دعا کرے۔ اور اپنی حالت کے موافق شکر خدا بجالائے اور اس کے اعمال اس کے اقوال کی تصدیق کریں۔ زبان سے الفاظ قرآنی کی تلاوت ہو دل سے معانی کی اور اعضاء و جوارح سے اعمال و احکام کی۔ ہر خیر کے ذکر پر خیر بننے کی خواہش اور کوشش کرے اور ہر شر کے موقع پر اس سے بچنے اور بیزار رہنے اور تائب ہونے کی۔

شرط ہفتم التاثر والوجد۔ ہر آیت کی تلاوت پر وجد آئے۔ ہر ایک آیت میں تدبر کرکے اثر لے اور متاثر ہو اور نور قرآن سے قلب کو روشن کرتا جائے۔ کبھی خوش ہو محظوظ ہو۔ مسرور ہو کبھی خائف ہو ترساں ہو۔ گریاں ہو۔ اور شوق قرب الٰہی ہر وقت بڑہتا جائے۔ تاکہ خدا اس سے قریب ہو۔ جو فرماتا ہے کہ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑہتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑہتا ہوں اور اس سے قریب ہوتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور میری رحمت دس قدم آگے بڑھکر اس کو جالیتی ہے ورحمتی وسعت کل شیئ۔

شرط ہشتم۔ الترقی وھوان یترقی الی ان یسمع الکلام من اللہ لا من نفسہ یعنی تلاوت وقرأت اور تدبر کرتے ہوئے انسان سیر وسلوک روحانی وقلبی میں اتنا بلند ہو کہ گویا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہے اور کلام کو خود صاحب کلام سے سن رہا ہے۔ نہ اپنے نفس سے اور یہ منتہائے کمال عارفین ہے۔ کیونکہ قرأت کتاب اللہ کے تین درجے ہیں اول یہ کہ بندہ اس طرح پڑھے کہ گویا خدا کو سنا رہا ہے دوم یہ کہ اپنے قلب میں مشاہدہ کرے کہ گویا پروردگار عالمین اس سے خطاب کر رہا ہے۔ حضرت صادق آل محمدؐ بعض اوقات ایاکؑ نعبد وایاک نستعین کو مکرر مکرر مرتبہ دہراتے تھے اور سوال کرنے پر فرمایا کہ اس وقت تک کہے جاتا ہوں جب تک کہ خود متکلم سے نہ سُن لوں سیوم یہ کہ قاری کلام میں متکلم کا جلوہ دیکھ لے قال علیؑ ابن ابی طالب واللہ لقد تجلی اللہ لخلقہ فی کلامہ ولکنھم لا یبصرون۔ یہی مقام مقام ترقی ہے (یعنی خدا نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کے لئے تجلی فرمائی ہے مگر لوگ نہیں دیکھتے۔)

شرط نہم۔ التبری وھوان یتبرأ من حولہ وقوتہ والالتفات الی نفسہ اس کی حول وقوت سے پناہ مانگے اور اپنے نفس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ قرآن میں مومنین کی تعریف آئے تو یہ فرض کرے کہ یہ میری ہی تعریف ہو رہی ہے بلکہ خیال کرے کہ یہ صالحین کا ذکر ہے اور ان میں ملحق ہونیکی خواہش کرے اور جہاں مذمت ہو۔ گنہگاروں کا ذکر ہو تو اپنے نفس کو مجرم وعاصی وگنہگار سمجھ کے استغفار کرے اور صالح بننے کی کوشش اور خواہش

کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔

شرط دہم۔ التخلی من موانع الفہم۔ موانع وعوائق فہم القرآن سے مبرّا ومنزہ اور خالی ہونا نہایت ضروری شرط ہے۔ اور موانع فہم القرآن بہت ہیں اور وہ قرآن فہمی کے لئے حجاب ہیں بعض ان میں سے حجاب داخلی ہیں اور بعض حجاب خارجی۔ کیونکہ قلب انسانی کی مثال آئینہ کی ہے اور علم قرآن مثل شعاع نور۔ اور آئینہ میں کبھی عکس اس وجہ سے نظر نہیں آتا ہے کہ اس پر زنگ چڑھ گیا ہے میلا ہو گیا ہے۔ صاف نہیں ہے اور کبھی اس لئے کہ وہ اس کے مقابل نہیں ہے۔ یا ٹیڑھا ہے یا کوئی شے درمیان میں حائل ہے۔ یہی حال آئینہ قلب کا ہے۔ بعض حجاب داخلی ہیں جیسے کہ طفولیت بلاہت وسفاہت۔ بلادت۔ جہالت اور گناہوں پر اصرار یا نخوت وغرور وتکبر اور حسد وغیرہ رذائل سے متصف ہونا فیتمنع جلیۃ الحق ان یتجلّی فیہ کیونکہ یہ تمام باتیں قلب کیلئے تاریکی اور زنگ ہیں اور جس قدر شہوات غالب ہونگی اسی قدر معانی قرآن اسپر مختفی ومحتجب رہیں گے۔ یہ سب حجاب باطنی ہیں۔ اور عدم تفکر وتدبر حجاب خارجی ہے اور منجملہ حجاب خارجی چار حجاب خاص ہیں۔ اور وہ سخت مانع قرآن فہمی ہیں۔

مانع اوّل۔ کٹ ملاؤں کی طرح نفس اور قلب کی تمام توجہ تحقیق حروف اور مخارج میں صرف کر دینا اور بس اسی میں غرق ہو جانا۔ قرآن میں گھنٹوں ایک ایک حرف کے مخرج پر رُکے رہنا کبھی "عین" گلے میں پھنس گیا اور کبھی "ھمزہ" اٹک گئی۔ کبھی "خاء" کا اچھو ہوا اور "قاف" کا پھندا لگ گیا اور یہ مرض بھی ملاؤں میں کافی ہے ہر ایک شے جو حد سے تجاوز کر جاتی ہے خرابی لاتی ہے۔ اذبلغ الشئی حدہ العکس ضدہ۔

"جو خال اپنی حد سے بڑھا وہ مسا ہوا"

مانع دوم۔ تقلید مذہبی۔ انسان کو حقیقی تدبر وتفکر اور استنباط احکام سے مانع ہوتی ہے "حب الشئی یعمی ویصم" ذہن کی توجہ آن واحد میں دو طرف محال ہے اور جس وقت ذہن تصدیق مذہب کی طرف منصرف ہوگا تو تحقیق حق کی طرف مائل نہ ہوگا۔ یہی تقلید ہے جو بہت امور میں مانع تحقیق ہے اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر اچھے اچھے قابل لوگ بھی قرآن فہمی کے لطف سے ناآشنا ہیں اور اس کے نور علم سے محروم ہیں۔ ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ جسطرح اور جس تاویل سے بنے آیت اس کے مذہب کے موافق ومطابق ہو جائے اور اس کے مذہب تقلیدی پر اعتراض نہ آئے اور کوئی یہ کوشش نہیں کرتا کہ قرآن سے اپنے عقائد کو صحیح کرے۔ جو مطابق قرآن ہوں صحیح جانے جو مخالف ہوں رد کر دے ما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فاترکوہ۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو لو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو ترک کر دو اور گو زبان سے کوئی نہ کہے۔ مگر عموم ملا اسی مرض میں گرفتار ہیں اور ہر ایک تفسیر اور ہر ایک کتاب تقلید مذہب میں لکھی جاتی ہے بلکہ اب تو تاریخیں بھی اسی

رنگ میں ہوتی ہیں اور تاریخ کے نام پر مناظرہ کی کتابیں لکھی جاتی ہیں اور تقلید مذہبی میں صریح تاریخی بے ایمانیاں کی جاتی ہیں۔

مانع سوم۔ علوم عربیہ صرف و نحو میں مستغرق رہنا اور تمام توجہ اسی میں صرف کر دینا یہ بھی ایک شیطانی جال ہے جو معانی کتاب تک پہنچنے سے مانع ہوتا ہے اور یہ خیال نکرنا کہ یہ علوم مقدمہ ہیں نہ اصل مدعا۔

مانع چہارم۔ مفسرین کے اقوال پر توجہ کو منحصر کر دینا اور یہ خیال کر لینا کہ بس ان کلمات قرآن کے معنی یہی ہیں جو مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ چنانچہ بہت سے ایسے اہل علم ہیں جو کلمات والفاظ مفسرین کو مثل وحی سمجھتے ہیں اور جہاں کسی بابصیرت شخص نے ایک لفظ خلاف کلمات مفسرین یا مترجمین زبان سے نکالا اور کفر کا فتویٰ لگا تفسیر بالرای کا الزام عائد ہوا۔ اور جہنم کا پروانہ عطا ہو گیا۔ گویا پہلے مفسر یا اس زمانے کے مدعیان تفسیر جو کچھ کہدیں وہ تو وحی الٰہی ہے دوسرا جو کچھ کہے وہ کفر اور تفسیر بالرای ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آج تک یہ فتنہ بین یہ بھی نہیں سمجھے کہ تفسیر بالرائی کسکو کہتے ہیں یہ خلاصہ ہے اس بیان کا جو صدر المحققین اور امام غزالی نے اس باب میں لکھا ہے۔ قرآن پاک نے اس حقیقت یعنی شرائط قرآن فہمی اور تعلیم قرآن کے ایک نہایت مختصر جملہ میں ادا کیا ہے واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ۔ اللّٰہ سے ڈرو تقویٰ اختیار کرو خدا تمہیں علم عطا فرمائیگا۔ کہ وہ ہی معلم حقیقی ہے بالواسطہ تعلیم دے یا بلاواسطہ اگر تینوں مراتب تقوی کی تشریح کی جائے جو قرآن پاک میں مذکور ہیں تو یقیناً وہ تمام درجات کمال انسانیت کو شامل ہونگے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہوگا کہ تقوی اتباع و تاسی رسول ہی ہے وہ ہی جناب سید المتقین و سید المرسلین ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ کتاب اللّٰہ باطن رسول ہے۔ روح قدس نبوی سے اتصال و قرب پیدا کرو۔ علم الکتاب حسب استعداد و قابلیت و اخلاص و وجود شرائط و عدم موانع و عوائق حاصل ہوجائیگا لیکن ان شرائط کیساتھ ایک امر اور غور طلب ہے کہ وساوس شیطانی و خطرات و نزغات شیطانی جس طرح سیر و سلوک ظاہری و عبادات ظاہریہ میں حارج و عائق و مانع ہوتے ہیں۔ اسی طرح سلوک باطنی میں بھی عائق و مانع ہوتے ہیں۔ اور شیطان حق کو باطل سے ملتبس و مشتبہ کرنیکی پوری کوشش کرتا ہے۔ بلکہ یہاں سالک کو زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور اسی واسطے بعض وقت نتیجہ برعکس نکلتا ہے۔ پس ان شرائط کے ساتھ بھی بعض وقت حق کا باطل سے مشتبہ ہوجانا ممکن ہے۔ کیونکہ خواہ ہم کیسے ہی نیک ہو جائیں کیسے ہی ہمارے دل پاک و صاف ہوں پھر بھی درجہ عصمت تک نہیں پہنچ سکتے اور وساوس سے بالکلیہ محفوظ نہیں ہو سکتے ایسی صورت میں ہمارے پاس کوئی معیار و میزان ہو کہ جہاں کوئی شک و شبہ ہو اسی سے معلوم کرسکیں کہ صدق کیا ہے اور کذب کیا ہے؟ ہم حق سمجھے ہیں یا باطل ہا اور اول معیار و میزان معلم ربانی ہے یعنی رسول مقبول وہی ہر مشکل اور ہر امر اہم کو حل کر سکتا ہے۔ وہ ہی مرکز ہے جہاں ہر طرف سے متوجہ ہو کر ہر ایک

کو ٹھیر جانا ضروری ہے۔ ورنہ بعض اوقات ان شرائط کے ہوتے ہوئے بھی قرآن میں غلط فہمی کا احتمال ہے۔
اور ضرور ہے چنانچہ مشاہدہ بھی ہے جو اپنی معرفت کے غرور میں اتباع رسول اللہ سے انکار کر بیٹھے ہیں اور یہ سمجھے
ہیں کہ انہیں براہ راست خدا سے تعلق ہوگیا ہے وہ واصل باللہ ہو گئے ہیں۔ انہیں رسول اللہ کے واسطہ ووسیلہ
کی ضرورت نہیں ہے وہ ضرور گمراہ ہو گئے ہیں اور ہوتے ہیں اور اسی مقام سے متصوفہ اور متفلسفین نے اپنے
تحقیقات پر ناز اور غرور کر کے حقیقی اسلام کے خلاف ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے۔ اور بہت سے مسائل تصوف
اکثر مسلمات اسلام کے خلاف ہیں اور اکثر تاویلات آیات قرآنی باطل اور خلاف فرمان پیغمبری ہیں۔ سچ ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ❊ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وسیلہ وواسطہ کی ہر مقام پر ضرورت ہے۔ معیار و میزان حق و باطل ہمیشہ پیش نظر رہنا لازم ہے ہادی
راہ مستقیم معلم کتاب اللہ مبین اختلاف کی ہر حال میں احتیاج ہے اور یہ احتیاج ہر وقت و ہر زمانے میں
بعد رسول بھی ضروری ہے اور اسی واسطے پروردگار عالمین فرماتا ہے اور اہل ایمان کو حکم دیتا ہے۔ فاسئلوا
اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات والزبر اگر زبر و بینات قرآنی کو نہیں جانتے اور اسکی صورت تنزیل
و تاویل و تمثیل و ظاہر و باطن سے ناواقف ہو تو اہل الذکر سے دریافت کر لیا کرو۔

ذکر جب اسم ہو تو اس سے مراد قرآن پاک ہوتا ہے۔ یا رسول پاک اور دونوں حقیقت میں ایک ہیں
اور قرآن ناطق رسول اللہ ہیں پس ذکر کتاب صامت بھی ہے اور کتاب ناطق بھی کما نطق بہ القرآن "انا
نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" وارسلنا الیکم ذکراً رسولا۔ بنا بریں اہل الذکر بلاشبہ اہلبیت
رسول ہوئے۔ اور حکم پروردگار عالمین یہ ہوا کہ اگر تم کسی بات کو نہ جانو۔ کوئی مسئلہ قرآن سے نہ سمجھو کوئی
حکم قرآن معلوم نہ کر سکو تو اہلبیت رسول سے دریافت کر لیا کرو۔ اور اس کا ہم کافی سے زیادہ ثبوت دیکھ چکے
ہیں اور رسول اللہ نے اکثر فرمایا ہے "یا علیؑ انت منی وانا منک" یا ھو منی وانا منہ، یعنی میں
اور علیؑ بس ایک نفس کی مانند ہیں (صواعق محرقہ)

یا ایہا الذین آمنوا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ ان اہل ذکر کی پیروی کرو اور
خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا فرقہ نہ بنو۔ یہی آل محمدؐ حبل اللہ المتین اور عروۃ الوثقی ہیں (دیکھو صواعق
محرقہ۔ ینابیع المودۃ وغیرھما) انہیں کی محبت و ولایت و اطاعت کی بازپرس ہوگی وقفوھم انھم مسئولون۔
قال ابوسعید الخدری قال رسول اللہ وقفوھم انھم مسئولون عن ولایت علیؑ۔ پروردگار
عالم کا حکم ہوگا کہ ان کو یہیں ٹھہراؤ کہ ان سے ولایت علیؑ کی بابت پوچھا جائیگا یعنی انھم یسالون ھل والوھم حق
المولاۃ کما اوصاھم النبی۔

علامہ ابن حجر اس کے معنی میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے یہ پوچھا جائے گا کہ انہوں نے موافق وصیت نبیؐ اہلبیت کی مؤدت و محبت و موالات کا حق ادا کیا یا نہیں؟

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ وان اردتم العلم فاتوا باب العلم۔

جواب از اعتراض دوم اس اعتراض کا جواب خود اعتراض اول کے جواب میں آگیا کیونکہ ہم نے نہیں کہا کہ قرآن میں تدبر و تفکر و تامل و تعقل و تفقہ نہ کرو۔ بلکہ ہم کہ چکے ہیں افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا بلکہ ہمارے نزدیک تفکر و تدبر فی القرآن بہترین عبادت ہے بلکہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ آیات الٰہی میں ایک گھڑی تدبر و تفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے بلکہ بعض احادیث کے موافق ستر سال کی عبادت سے بڑھکر اور حکم ہے کہ جو کچھ لوگ خصوصیت سے علم القرآن اور تفقہ فی القرآن حاصل کریں اور وہ دوسروں کو سکھائیں اور پڑھائیں لولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔ ہمارا مقصود بھی یہی ہے لیکن تفکر فی القرآن کے لئے شرائط ہیں اور علم القرآن حاصل کرنیکے لئے معلم ظاہری و باطنی کی ضرورت ہے جو تفکر و تدبر میں خلاف معلم ربانی چلیگا اور شرائط حصول علم القرآن سے عاری ہوگا وہ ہلاکت میں پڑیگا اور تمام شرائط کے حاصل ہو جانے کے بعد بھی حسب استعداد جزوی علم حاصل ہوگا نہ علم کلی۔ نہ وہ مخصوص تعلیم خاص الٰہی ہے۔

جواب از اعتراض سوم اس کے متعلق بھی اب کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ کافی ہے۔ ہاں اتنا کہنا ضروری ہے کہ معترض بیچارے کو الفاظ قرآنی کے لغوی معنی بھی نہیں معلوم چہ جائیکہ اسکو مصطلحات ربانی اور حقائق معانی سے واقفیت ہو۔ خداوند عالمین نے لیسرنا القرآن للذکر فرمایا ہے لیسرنا القرآن للفھم کہاں فرمایا ہے۔ فہم معانی قرآن اور شے ہے اور تذکر از قرآن شئے دیگر۔ یہ بھی غلط ہے جو ہم نے ذکر کے بجائے تذکر استعمال کیا ہے کیونکہ حقیقت ذکر او تذکر اور اذکار ہر ایک جدا جدا ہے اور جزوی فرق رکھتے ہیں اور ہماری زبان اس سے بالکل قاصر ہے کہ الفاظ قرآنی کے صحیح معانی ہمارے لفظوں میں ادا ہو جائیں اور قطع نظر اس سے کہ آیا الفاظ میں ترادف ثابت ہے یا نہیں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو بظاہر مترادف معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل مترادف نہیں ہیں۔ تینتیس ۳۳ لفظ ہیں جو بظاہر معنی علم (دانش یادانستن) سے مشابہ یا مترادف معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ہر ایک کے معنی جدا جدا ہیں۔ اور ہر ایک حقیقت جداگانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک ان میں سے بعض مراتب علم سے ہیں۔ بعض اتحاد علم سے ہیں اور بعض وسائل و ذرائع علم سے ہے اور بعض متشابہ بمعنی علم۔ لیکن دراصل مرادف علم نہیں ہیں اور وہ تینتیس ۳۳ لفظ حسب تحقیق علماء و حکماء یہ ہیں اور اکثر انمیں سے قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اول ادراک دوم شعور سوم تصور چہارم حفظ پنجم تذکر ششم ذکر ہفتم معرفت وعرفان ہشتم فہم نہم فقہ دہم عقل یازدہم حکمت دوازدہم درایت سیزدہم ذہن چہاردہم فکر پانزدہم حدس شانزدہم ذکاء (ذکاوت) ہفدہم فطنت (فطانت) ہیجدہم خطور نوزدہم دہم بستم لحن۔ بست ویکم علم الیقین عین الیقین حق الیقین۔ بست ودوم بدیہہ بست وسوم اولیات بست وچہارم خیال بست وپنجم رویہ۔ بست وششم کیاست بست وہفتم خبرت بست وہشتم فراست بست ونہم رای۔ سی ام نفث فی الروع (صدر المحققین نے تیسواں لفظ یہاں نفث فی الروع درج کیا ہے لیکن اگر نفث فی الروع ان میں شامل ہے تو پھر لقی فی الاسماع القاء فی القلب الہام ووحی بھی ضرور شامل ہونگے۔ کما لا یخفی علی المتامل)

یہ اور اس قسم کے بیشمار الفاظ ہیں۔ اگر کوئی صاحب مدعی قرآن فہمی ہوں اور ان الفاظ کے بجائے اور الفاظ انکی جگہ رکھدیں جو بعینہٖ اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوں جو ان الفاظ میں ودیعت کی گئی ہے اگر نہ ملیں تو فارسی ہی کے سہی ہم ہر لفظ کے عوض پانچ روپیہ انعام دیں گے اور لفظ الحمد کا ترجمہ اردو یا فارسی میں ایسا کر دیا جائے جو حمد کی حقیقت اور خصوصیت وخاصیت کو جامع اور حاوی ہو اور ترجمہ میں عربی کا لفظ نہ آئے کیونکہ مدح۔ ثناء۔ تعریف سب عربی ہیں اور سب کے معنی جدا۔ کوئی حقیقی مرادف حمد کا نہیں ہے تو ہم ستر روپیہ نظر کریں گے "کلام خدا فہمیدن مشکل است واعتراض کردن آسان" اگر ان تمام الفاظ کی پوری پوری تشریح کی جائے تو یقیناً ایک اچھی کتاب تیار ہوگی اور یہ رسالہ اس کو مقتضی نہیں ہے۔ نہ ناظرین اس سے دلچسپی لے سکتے ہیں اور نہ اس کے اہل ہیں۔ اس لئے ان کو محفوظ رکھتے ہوئے صرف تذکر۔ ذکر۔ فہم کا ذکر کرتے ہیں۔

لغت میں ذکر کے معنی یاد کردن۔ وبیان آوردن وبخاطر آوردن اور پند ونصیحت ہیں۔ تذکر بیاد آمدن وپند گرفتن۔ فہم بدل دریافتن۔ وفی الاصطلاح الذکر المصورۃ الزائلۃ اذا عادت وحضرت سمی وجدانہا ذکراً۔ دماغ میں جو صور علمیہ محفوظ ہوتی ہیں کبھی بظاہر زائل ہو جاتی ہیں اور اس کو نسیان سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب زائل شدہ صورت پھر آجائے اور حاضر ہو جائے تو اس کے وجدان وحصول کا نام ذکر ہے۔

التذکر ہو ان الصورۃ المحفوظۃ اذا زالت عن القوۃ العاقلۃ فاذا حاول الذہن استرجاعہا فتلک المحاولۃ ہی التذکر یعنی صورت محفوظہ جب قوت مدرکہ عاقلہ سے زائل ہو جائے اور پھر ذہن اسکے رجوع کا قصد کرے تو اس قصد کا نام تذکر ہے۔

الفہم ہو تصور الشئی من لفظ المخاطب متکلم کے لفظ سے معنی کا تصور فہم کہلاتا ہے۔ اور اس معنی کو مفہوم کہتے ہیں۔ اور اسی قدر بیان سے واضح ہے کہ فہم اور چیز ہے۔ ذکر اور شے اور تذکر اور شے اور یہ جو کچھ فرق دکھلایا گیا ہے ہمارے الفاظ اور ہماری اصطلاحات ہیں۔ خالق الفاظ ومعانی اور خالق عقول ونفوس نے جو معنی ہر لفظ میں ملحوظ رکھے ہیں اس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک نہایت دشوار ۔۔۔۔۔۔۔۔

مشکل بلکہ ہمارے نزدیک ناممکن ہے۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ لیسرنا القرآن للذکر سے مراد یہ ہے کہ
قرآن آسان ہے ہر شخص اس کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ حالانکہ فہم کو بھی علم واقعی لازم نہیں۔ الفاظ سے جو کچھ ہم سمجھتے
ہیں ضروری نہیں ہے کہ وہ مفہومات مطابق واقع اور عین حقائق اشیاء ہوں۔ پھر لیسرنا القرآن للذکر سے
قرآن کے علم واقعی کا حصول کیونکر مفہوم ہو سکتا ہے لاریب لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر
دیکھو قرآن پاک میں لفظ فہم صرف ایک جگہ قصہ حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ میں آیا ہے "وفہمنا ھا سلیمان"
پڑھو اور غور کرو کہ کیا معنی دیتا ہے۔ یہاں ہم اتنا ہی کہتے ہیں پند و نصیحت و تذکر الٰہی کے لئے قرآن آسان
ہے۔ قصص و حکایات قرآن نصیحت کے لئے کافی اور اس کے اعجاز کا ادراک و احساس اس نصیحت کیلئے
کافی ہے کہ یہ کلام اللہ ہے اور عقول بشری سے بالا ہے اس کا ہر جملہ عظمت و جلال الٰہی کے تذکر کے لئے
کافی ہے اور بے شک اس قسم کے فوائد ہر شخص اس کتاب پاک سے حاصل کر سکتا ہے فان القرآن غذاء الخلق
کلھم علی اختلاف اقسامھم ومقاماتھم واغتذاءھم علی قدر منازلھم ودرجاتھم" وانہ لقرآن
کریم فی کتاب مکنون لایمسہ الا المطھرون تنزیل من رب العالمین افبھذا الحدیث
انتم مدھنون وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۵ (الواقعہ) بہرکیف یہ اعتراضات وشبہات
نافہمی کی دلیل ہیں۔ ورنہ جو ذی فہم قرآن سے ذرا بھی حس رکھتا ہے جانتا ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کی
حقیقت و ادراک سے عقول بشر بلکہ عقول عالم عاجز و قاصر ہیں الٓر کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من
لدن حکیم علیم۔

حسبنا کتاب اللہ اور اس کی شان صدور

اگرچہ اس حقیقت کے لحاظ سے جس کو ہم مفصل بیان کر آئے ہیں۔ یہ کلمہ ہر مسلمان کا
عقیدہ ہے اور اگر بعض مسلمان زبان مقال سے ادا نہ کریں تو بھی ان کی زبان حال ضرور
یہ کہتی ہے کہ "حسبنا کتاب اللہ" اور اس "الکتاب" کے ناسخ جمیع کتب سماویہ ہونے میں کسی مومن کو شبہ
ہو ہی نہیں سکتا لیکن یہ کلمہ ایک خاص وقت میں ایک خاص شخص کی زبان سے اس شان سے صادر ہوا ہے کہ
اس نے خاص اہمیت پیدا کر لی ہے کہ باوجود اس کی صداقت وحقانیت کے مسلم ہونے کے اس روایت کا
راوی جب اس کو بیان کرتا اور ذکر کرتا تھا تو بے اختیار رو پڑتا تھا ہمیں اس کے تمام مالہ وما علیہ سے بحث
نہیں ہے۔ ہم صرف بعض امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس وقت اس کلمہ سے کیا مراد لی گئی تھی اور اس کا
مدعا کیا تھا۔ اور اب کیا لیا جا رہا ہے اور اس کا اسلام پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ الصحیح البخاری۔ باب کتابۃ العلم
ص ۲۲ معنعنا عن ابن عباس لما اشتد بالنبیؐ وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا
بعدہ قال عمران النبی قد غلب علیہ الوجع وعندنا "کتاب اللہ حسبنا"۔ فاختلفوا وکثر اللغط

قال قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیہ ما حال بین رسول اللہ وبین کتابہ۔ یعنی جس وقت آنحضرت پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا ایک کاغذ میرے پاس لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھدوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے عمر بن الخطاب نے کہا نبی پر مرض کا غلبہ ہے اور درد کی تکلیف میں یہ کہہ رہے ہیں۔ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے وہ کافی ہے۔ حاضرین میں اس کلمہ سے اختلاف ہوا اور زور زور سے گفت و شنید ہونے لگی تو آپ نے فرمایا اُٹھ جاؤ میرے پاس سے کہ میرے پاس تنازعہ مناسب نہیں ہے اور ابن عباس یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے کہ افسوس مصیبت سب مصیبتوں کی مصیبت رسول اللہ اور انکی تحریر وصیت میں حائل ہو جانا ہے۔

ایضاً کتاب الجہاد ص ۴۲۹ قال ابن عباس یوم الخمیس ما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ وجعہ یوم الخمیس قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا اھجر رسول اللہ قال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصی عند موتہ بثلاث کہا کہ روز پنجشنبہ۔ کیا روز پنجشنبہ؟ اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین کے سنگریزے تر ہو گئے۔ روز پنجشنبہ رسول اللہ پر مرض کی شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا ایک کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب لکھدوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس تنازعہ درست نہیں ہے۔ اور کہنے لگے (معاذ اللہ) کیا رسول اللہ ہذیان میں ہیں۔ اور آپ نے فرمایا میرا پیچھا چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھ کو بلا رہے ہو۔ اور وقت وفات تین باتوں کی زبانی وصیت کی

ایضاً کتاب الخمس ص ۴۴۹ یقول یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت (سعید ابن جبیر) یا ابا عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماله اھجر استفہموہ فقال ذرونی الذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ فامرھم بثلث۔ ایضاً باب مرض النبی ص ۶۳۸ عبداللہ بن عتبہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فقال النبی هلموا اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ قال بعضھم (عمر بن الخطاب۔ محشی وشارح بخاری) ان رسول اللہ قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ ومنھم من یقول غیر ذالک فلما اکثروا اللغو والاختلاف قال رسول اللہ قوموا۔ قال عبداللہ (الراوی) فکان یقول ابن عباس

ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب لھم ذالک الکتاب لاختلافھم ولغطھم۔

ایضاً فی ھذہ الصفحة ۶۳۸ قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانه اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیه فقال دعونی فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه۔

ایضاً کتاب المرض باب قول المریض ص ۸۴۶ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فیھم عمر ابن الخطاب قال النبیؐ ھلم اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبیؐ قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن "حسبنا کتاب اللہ" فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم النبیؐ کتاباً لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبیؐ قال رسول اللہ قوموا عنی قال عبد اللہ وکان ابن عباس یقول الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وبین ان یکتب لھم ذلک من اختلافھم ولغطھم۔

ایضاً کتاب الاعتصام باب کراھیة الاختلاف ص ۱۰۹۵ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال ھلم اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ قال عمر ان النبیؐ غلب علیه الوجع وعندکم القرآن "حسبنا کتاب اللہ" واختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ کتاباً لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف عند النبی قال قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب ذالک الکتاب من اختلافھم ولغطھم (بخاری مطبوعہ مطبع قدیمی احمدی میرٹھ ۱۲۸۲ھ) صحیح مسلم میں بھی بطرق مختلفہ یہ حدیث مروی ہے اور مشکاة المصابیح میں بھی صحیح مسلم میں بعینہ یہی الفاظ ہیں ایک جگہ بجائے "کتاب" "کتف اور دواة" کا لفظ زیادہ ہے اور ھجر بصیغہ مضارع آیا ہے "فقالوا ان رسول اللہ یھجر" اور مشکاة کے الفاظ مسلم کے موافق ہیں۔ قاضی عیاض نے الشفاء (القسم الثانی) ص ۱۸۵ پر عصمت رسول اللہ کو تسلیم کرتے ہوئے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور چند طرق حدیث کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث عصمت رسول اللہ کے خلاف ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے اور آخر الامر استفہام۔ انکاری کے لباس میں پناہ ڈھونڈی ہے۔ نقل عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صاحب مدارج النبوة نے ص ۵۰ و ص ۵۰۱ پر پنجشنبہ کا واقعہ درج کیا ہے اور لفظ ھجر کا ترجمہ بھی

ہذیان ہی سے کیا جیسا کہ اہل علم میں مسلم ہے ولطریق الشیعۃ فی اعلام الوریٰ صد ۱۳۲-۱۳۳ قال ائتونی
بدواۃ وکتف اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً ثم اغمی علیہ فقام بعض من حضر فی اصحابہ
لیلتمس دواۃ وکتفا فقال لہ عمر ارجع فانہ یھجر فلما افاق قال بعضھم الا ناتیک یا رسول اللہ
بکتف ودواۃ فقال البعد الذی قلتم لا ولکن احفظونی فی اہل بیتی واستوصوا باہل الذمہ خیرا
واطعموا المساکین والصلوٰۃ ما ملکت ایمانکم فلم یزل یردد ذالک حتی اعرض عن القوم بوجھہ
فرمایا دوات اور شانہ کو سفید لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھدوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پھر آپ
پر غشی چھاگئی اور حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا کہ شانہ و دوات تلاش کرے تو عمر بن الخطاب نے کہا "لوٹ
آو یہ شخص تو ہذیان میں ہے۔ پھر جب رسول اللہ کو ہوش آیا تو کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے لئے
دوات و شانہ نہ لائیں۔ فرمایا کیا اس کے بعد جو تم کہہ چکے ہو؟ نہیں اب کیا ضرورت ہے لیکن میرے اہلبیت
کے باب میں مجھے نہ بھول جانا۔ لحاظ رکھنا اور اہل ذمہ کے لئے بہتر وصیت کرتے رہنا۔ مسکینوں کو کھانا
دینا۔ نماز پڑھنا! اور اپنے ماتحتوں کا لحاظ رکھنا۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ تا آیں کہ لوگوں کی طرف سے منہ
موڑ لیا۔ انتہی

مطالب روایت

اوّل بنا بر روایت مسلمہ اہل اسلام ہے کہ رسول اللہ نے مرض الموت میں موافق حکم شریعت ایک
تحریری وصیت اپنے بعد چھوڑنی چاہئے۔ دوم۔ وہ وصیت امت کی بہبودی اور انکی ہدایت کے لئے تھی۔ سوم
اکثر اصحاب اسوقت حجرہ رسول اللہ میں موجود تھے۔ ان میں بتصریح روایات حضرت عمر بھی تھے۔

چہارم۔ ان تمام روایات میں حاضرین میں سے صرف دو ہی شخصوں کا نام آیا ہے ایک راوی حدیث حضرت
عبداللہ بن عباس دوم حضرت عمر بن الخطاب"

پنجم۔ آنحضرت اس وصیت کو ہدایت امت کے لئے نہایت ضروری اور لازمی سمجھتے تھے اور صریحاً فرماتے
تھے کہ اگر یہ وصیت لکھی گئی اور اس پر عمل کیا گیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گی اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس
وصیت نامہ کے نہ لکھے جانیکی صورت میں ضرور امت کیلئے گمراہی ہے۔

ششم۔ آنحضرت نے سامان تحریر طلب کیا اور وصیت لکھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر نے نہ چاہا کہ یہ وصیت لکھی جائے
کبھی فرمایا مرض اور تکلیف مرض کے غلبے میں رسول اللہ ایسا کہہ رہے ہیں کبھی صاف کہا کہ ہذیان بک رہے ہیں۔

ہفتم۔ حضرت عمر اس تحریری وصیت کو ضروری نہ سمجھتے تھے اور ضروری نہ ہونیکی دلیل یہ پیش کی تھی۔ کہ کتاب
اللہ ہمارے پاس موجود ہے اور وہ کافی ہے۔ حسبنا کتاب اللہ۔

ہشتم۔ اول اس پر اعتراض کرنے والے حضرت عمر تھے اور کسی کے نام کی تصریح کسی حدیث میں نہیں۔ ان کے

لہٰنے پر حاضرین کی دو پارٹیاں ہو گئیں ایک وہ جو کہتے تھے لاؤ قلم و دوات کہ رسول اللہ وہ تحریر لکھدیں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہونگے اور بعض وہ ہی کہتے تھے جو عمر کا قول تھا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب اللہ کافی ہے۔

نہم۔ یہ اختلاف و منازعہ اور شور و شغب اتنا بڑھا کہ رسول اللہؐ کو غصہ آگیا اور آخر اس خلق مجسم سے ضبط و تحمل نہ ہو سکا اور فرمایا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے۔ نبیؐ کے سامنے ایسی لغو باتیں درست نہیں ہیں۔

دہم۔ اگر آنحضرت صلعم خاموشی اختیار نہ فرماتے اور متنازعین کو گھر ہی سے نہ نکال دیتے تو معاملہ بہت بڑھ جاتا اور صورت واقعہ بتلا رہی ہے کہ یقیناً یہ متنازعہ مجادلہ بلکہ مقابلہ سے بدل جاتا۔ اگر موافق پارٹی تحریر پر زور دیتی اور سامان تحریر رسول اللہؐ کے پاس پیش کرتی تو حجرہ رسولؐ میدان کارزار بن جاتا۔ امت کے شفیق اور مصلحت بین ہادی اور ریفارمر نے معاملہ کو خاموشی سے ٹھنڈا کر دیا۔

یازدہم۔ حضرت عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ بن عتبہ۔ عبیداللہ بن عبداللہ۔ سعید بن جبیر وغیرہ جس سے یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ اتنے روتے تھے کہ اشک زمین پر گرتے تھے اور زمین کے سنگریزے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے۔ خدا جانے دوسرے اصحاب کی جو اس وصیت کے منتظر تھے کیا حالت ہو گی۔

دوازدہم۔ اسی وقت اسی ساعت عبداللہ ابن عباس نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ امت محمدی میں عظیم فتنہ و فساد و اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی اور اسی وقت باہر نکلتے ہوئے کہتے تھے سب مصیبتوں سے بڑھکر مصیبت یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کے وصیت نامہ لکھنے میں حائل و حارج ہو گئے۔

سیزدہم۔ مانعین خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ بالقصد والارادہ تحریر وصیت نامہ چاہتے ہیں۔ ورنہ قبل تحقیق امر و استفہام آپس میں جرح و قدح رد و بدل لعن و طعن اور چیخ و پکار کی ضرورت نہ تھی اگر یہ احتمال واقعی تھا کہ شاید غلبۂ مرض سے ایسا فرما رہے ہیں تو ضرور افاقہ کا انتظار کرتے اور بعد افاقہ باادب دریافت کرتے کہ یا حضرت حضور کا منشاء کیا ہے؟

چہاردہم۔ "حسبنا کتاب اللہ" کہنا جس کے صاف و صریح معنی یہی ہیں جو رسولؐ اللہ کہنا چاہتے ہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے اس کی دلیل ہے کہ حقیقتاً وہ سمجھتے تھے کہ رسولؐ اللہ واقعۃً بالقصد والارادہ وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں ورنہ عدم ضرورت وصیت نامہ کیلئے دلیل "حسبنا کتاب اللہ" کوئی معنی نہیں رکھتی۔

پانزدہم۔ بعض روایات میں ہجر و ہذیان کے نسبت کے ساتھ الف استفہام واقع ہوا ہے لیکن یہ وہاں جہاں لفظ "قالوا" ہے جہاں "قال عمر" یا "قال بعضھم (یعنی عمر)" ہے وہاں صرف استفہام نہیں ہے، جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر کے انہ یھجر یا قد غلب الوجع کہنے پر ہذیاں کی نسبت دینے

پر دوسرے لوگوں نے یہ کہا کہ پوچھو تو سہی کہ واقعی ایسا چاہتے ہیں یا یہ ہذیان ہیں کہہ رہے ہیں تمام روایات کو غور سے ملاحظہ کرنا چاہئے۔ بنابریں بریت میں بحث اسفہام غیر ضروری ہے اور اسفہام انکاری سے تاویل کرنا بالکل لغو کیونکہ اگر اسفہام انکاری تھا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ہذیان نہیں ہے اور جب تو ضرور حضرت بصحت ہوش وحواس و بالقصد والارادہ فرما رہے ہیں پھر رد قول اور حسبنا کتاب اللہ کہنا دیدہ و دانستہ رسول اللہ کی مخالفت اور ان سے مقابلہ کرنا ہے جو زیادہ قبیح ہے۔

شانزدہم۔ آنحضرتؐ نے اس اختلاف و تنازع اس بے ہودگی اور اس نسبت ہجر و ہذیان اور اس شور و غوغاء کے بعد اس وصیت نامہ کو قطعاً غیر مفید سمجھا اور واضح ہو گیا کہ غرض وصیت نامہ اب حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ غرض یہ تھی کہ امت میں اختلاف اور اختلاف سے گمراہی پیدا نہ ہو اور اختلاف آنحضرتؐ کے سامنے ہی پیدا ہو گیا اور دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ضرور وصیت لکھی جائے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہرگز نہ لکھی جائے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اب اگر وصیت لکھی بھی جاتی تو بھی اختلاف رہتا اور دونوں فریقین یہی کہتے رہتے اور عوام الناس کو کوئی فائدہ اس سے نہ ہوتا کیونکہ مانعین و مخالفین صاف کہتے کہ یہ ہذیان کی حالت کی تحریر ہے اس کا کیا اعتبار۔ قرآن کافی ہے چنانچہ ہمیشہ ایسے واقعات اب بھی ہوتے ہیں اور ان کو ہر ذی فہم سمجھ لیتا ہے کہ اس تحریر کا اس نسبت ہذیان کے بعد کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اب اگر ایک ہزار تحریریں بھی لکھوائی جائیں تو بھی بیکار محض تھیں اسی واسطے رسول اللہ نے پھر کوشش نہ فرمائی جو بات ہونی تھی ہو چکی جس فتنہ کے روکنے کا اہتمام تھا وہ واقع ہو گیا "سبق السیف العذل" اور ایسی حالت میں بقول بعض حضرات اگر حضرت علیؑ سامان تحریر پیش کر کے رسول اللہ سے ایسی حالت اختلاف تنازع اور شور و شغب میں کوئی تحریر لکھوا لیتے تو بآواز بلند یہ کہا جاتا کہ معاذ اللہ علیؑ نے ہذیان کی حالت میں لکھوائی ہے اور زبردستی دست مبارک نبوی سے دستخط کرا لئے۔ یہ قابل سند نہیں ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔ پس نہ رسول اللہ اب ایسی غلطی کر سکتے تھے اور نہ علی مرتضیٰ۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ علیؑ بھی وہاں اسوقت موجود تھے۔ گو روایات میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ حضرت عمر نے قد غلب علیہ الوجع یا انہ ہجر اور حسبنا کتاب اللہ کے الفاظ بر محل استعمال فرمائے ہیں۔ نہایت دانائی اور گہری دور اندیشی سے کام لیا ہے اور نہایت ادر مختصر جملوں سے بڑی بڑی تحریرات و تصنیفات و تدبیرات کو مات کر دیا۔ آج تک یہ الفاظ موثر ثابت ہو رہے ہیں اور نتائج دے رہے ہیں۔

رسول اللہ کیا چاہتے تھے؟ ہم اس خوش عقیدت کے تو قائل ہو ہی نہیں سکتے کہ یہ کہدیں کہ کوئی فرد

امت پیغمبر امت سے بڑھکر امت کا شفیق انکی بہبودی کا جاننے والا ان کی مصلحت کا پہچاننے والا ہو سکتا ہے امت ناقص العقل۔ نبی کامل العقل۔ امت غیر معصوم۔ نبی معصوم۔ امت ما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا مصداق۔ نبی علمک مالم تکن تعلم کا مصداق اور اس کتاب مبین کا حامل جس کی شان "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" ہے۔ نبی کا علم علم لدنی موہبتی بالہام ووحی الہی۔ امت کا علم کسبی واکتسابی ناقص ومحدود نبی نور بحت۔ امت ظلمت محضہ۔ نبی مظہر خدا۔ امت بندہ دنیا۔ نبی حرص وہوا سے پاک۔ امت ہوا وہوس کا پتلا کیونکر ممکن ہے کہ کوئی امتی نبی امت سے بڑھکر امت کا مصلحت دان ہو جائے۔ ایسا کہنا اور اس کا قائل ہونا صاف اور صریح الفاظ میں نبوت سے انکار کرنا بلکہ نبی کے ساتھ خدا کو بھی (معاذ اللہ) جاہل وسفیہ بنانا ہے کہ وہ ایسے نبی کو امت پر حاکم بناتا ہے۔ اور حکم دیتا ہے کہ جو کچھ یہ کہے یا کرے وہی تم کہو اور کرو "ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوہ" "وصلوا علیہ وسلموا تسلیما"۔ "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ" چنانچہ قاضی عیاض قائل ہیں کہ قد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فی جمیع احوالہ وانہ لا یصح منہ فیھا خلف ولا اضطراب فی عمد ولا سھو ولا صحۃ ولا مرض ولا جد ولا مزح ولا رضی ولا غضب یعنی آنحضرتؐ کا ہر حال میں ہر قول میں معصوم ہونا مسلم ہے اور کسی بات میں خلاف ورزی یا بے رابطگی ممکن نہیں نہ عمداً نہ سہواً نہ صحت میں نہ مرض میں نہ واقعی طور پر اور نہ مزاحاً نہ خوشی کی حالت میں اور نہ غیظ وغضب کی حالت میں۔ بنابریں آپ جو فرماتے تھے اور جو کچھ چاہتے تھے۔ وہ حق تھا عین صدق تھا۔ عین ہدایت تھا۔ عین حکم خدا تھا اور ضرور بالضرور وصیت ایسی ہی ہوتی کہ اس کے بعد ہرگز ہرگز امت گمراہ نہ ہوتی لیکن یہ کہ وہ کیا ہوتی حضور صلعم کیا کہنا چاہتے تھے اس کی حقیقت کو یا تو رسول اللہ جانیں یا خدا جانے یا اور صاحبان علم لدنی ہم تو جب ہی جانتے جب وہ واقع ہو جاتی۔ ہاں اتنا صریحاً معلوم ہے کہ وہ امت کی ہدایت کیلئے تھی اور ایسی ہی چیز تھی جس پر امت کی ہدایت موقوف تھی۔

صاحب مدارج اور تحفہ اثنا عشریہ کے موافق تو ایک روایت اہل سنت میں یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی تصریح فرمانی چاہتے تھے اور صاحب تحفہ بطور طنز فرماتے ہیں کہ خوش عقیدہ اہل تشیع یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو تحریر میں لانا چاہتے تھے ہم دونوں کا امکان فرض کئے لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کو تحریر فرمانا چاہتے ہوں ولا حجر فی الامکان۔ لیکن حضورؐ کے الفاظ کا مقصود یہ ہے کہ اس وصیت کے بعد امت ہرگز گمراہ نہ ہوگی اور امت میں اختلاف نہ پڑیگا۔ کیونکہ یہ اختلاف عین گمراہی ہے۔ پس اس امکان کی صورت میں مدعا یہ ہوا کہ اگر حضرت ابوبکر خلیفہ ہو جاتے تو امت گمراہ نہ ہوتی۔ منشاء وصیت یہی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بقول جمہورؐ حضرت ابوبکر ہی خلیفۃ المسلمین ہوئے۔ مگر اختلاف بڑا یہاں

تک کہ آج تک بڑھ رہا ہے۔ امت محمدی کے تہتر ۷۳ فرقوں میں سے بہتر ۷۲ گمراہ اور ضال ہیں اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کو تحریر فرمانا چاہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہوگے تو معاذ اللہ آنحضرت کا خیال بالکل غلط نکلا حضرت ابوبکر خلیفہ بھی ہوئے اور امت گمراہی سے نہ بچی۔

اب دوسرا احتمال یہ ہے کہ مثلاً آنحضرتؐ علیؑ کی خلافت چاہتے تھے اور مدعا یہ نکلا کہ اگر علیؑ نمبر اوّل خلیفہ اور جانشین برحق پیغمبر مان لئے جاتے تو امت گمراہی سے بچ جاتی اور بنا بر مسلمہ جمہور اسلام (اہل سنت) حضرت علیؑ بعد رسولؐ اللہ خلیفہ نہیں ہوئے۔ اور امت میں گمراہی ضرور واقع ہوئی اور ہو رہی ہے تو یہ احتمال ابھی اور امکان بجائے خود باقی ہے کہ ممکن ہے کہ اگر حضرت علیؑ خلیفہ ہو جاتے تو امت گمراہ نہ ہوتی۔ اور اس امکان کا کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر کیا تعجب ہے کہ رسولؐ اللہ ایسا ہی چاہتے ہوں۔

حضرت عمرؓ منشاء رسولؐ اللہ کو سمجھتے ہیں۔

اس بیان کے مختصر کرنے کے لئے ہم خیال کرتے ہیں کہ خود حضرت عمر کا خیال کافی ہے۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس گیا تو ایک صاع (قریب ساڑھے تین سیر) خرمے سامنے پڑے ہوئے تھے میری بھی تواضع کی اور خود کھائے اور پانی کی ٹھلیا پی کر تکیہ لگا کر بیٹھے۔ حمد خدا بجا لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ میں نے کہا مسجد سے پوچھا تمہارے ابن عم کیا کرتے ہیں چونکہ میں یہ سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ اپنے ہم سنوں میں کھیلتے ہیں۔ کہا نہیں بیں تمہارے بزرگ اہلبیت کو پوچھتا ہوں یعنی علیؑ کو۔ کہا وہ نخلستان میں پانی دینے میں مشغول ہیں اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اے عبداللہ اونٹوں کا خون تمہاری ہی گردن پر ہو اگر تم چھپاؤ۔ سچ بتاؤ کہ اب بھی علیؑ کے دل میں خلافت کا کچھ خیال ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ کہا۔ کیا ان کا خیال ہے کہ رسولؐ اللہ نے ان کی خلافت پر نص فرمائی ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں وہ یہی سمجھتے ہیں۔ اور میں اس سے بھی کچھ زیادہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار عباسؓ سے علیؑ کے اس دعوے کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ علیؑ سچ کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا ہاں بعض اوقات رسولؐ اللہ سے ان کے حق خلافت میں ایسی باتیں صادر ہوئی ہیں جو قطعی دلیل ہیں اور کبھی کبھی رسولؐ اللہ علیؑ کی محبت حق سے باطل کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور بیشک رسولؐ اللہ نے مرض الموت میں یہ چاہا کہ وہ علیؑ کے نام کی نص صریح کر دیں میں نے اسلام کی حفاظت اور امت پر شفقت کے لحاظ سے رسولؐ اللہ کو منع کیا اور روک دیا۔ پس رسولؐ اللہ نے معلوم کر لیا کہ میرے دل میں کیا خیال تھا اور میں کیوں مانع تھا اور تحریر سے باز رہے ایضاً۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا کہ تنہائی میں مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابن عباس میں تم سے تمہارے ابن عم کی شکایت کرتا ہوں کہ میں نے اُن سے خواہش

کی کہ وہ بھی میرے ساتھ آئیں نہ آئے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ علیؑ ہمیشہ مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور ناراض رہتے ہیں ان کے غیظ وغضب کا کیا باعث ہے۔ میں نے کہا کہ آپ خود بہتر جانتے ہیں۔ کہا۔ میرا گمان ہے کہ وہ ہمیشہ غمگین رہتے ہیں کہ خلافت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ عرض کیا ہاں یہی بات ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ وہ خلیفہ ہوں کہا اے ابن عباسؓ جب خدا نہ چاہے تو رسول کے چاہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے ایک بات چاہی خدا نے اور بات چاہی جو خدا نے چاہا وہ ہی ہوا۔ کیا جو رسولؐ چاہے خدا بھی ہمیشہ وہ ہی چاہے؟ اے ابن عباس رسولؐ خدا مرض الموت میں چاہتے تھے کہ علیؑ کے نام کی تصریح کردیں میں مانع ہوا کہ مبادا فتنہ کھڑا ہو جائے اور اسلام پراگندہ ہو جائے اور رسول اللہ بھی میرا منشاء سمجھ گئے اور پھر تصریح نہ کی اور وہ ہی ہوا جو خدا نے لکھ دیا تھا۔

ایضاً۔ علامہ موصوف خلافت و امامت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب پر بہت احادیث و روایات درج کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کو میں نے ابوجعفر کو سنایا۔ کہا ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی نص فرما دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری جانب یہ گمان ہوتا ہے کہ باوجود نص کے صحابہ نے کیوں مخالفت کی اور ردّ قول رسول اللہ پر اجماع کیا۔ ابوجعفر نے بہت سے مقامات گنائے جہاں حضرت عمر نے رسول اللہ کے قول کو رد کیا ہے۔ اور مخالفت کی ہے اور بعد ازاں اسی واقعہ قرطاس کا ذکر کر کے کہا کہ کوئی اور مثال بھی موجود نہ ہو تو یہی واقعہ کافی ہے کہ عمر نے اسی دن رسول اللہ کے قول کو رد کیا اور عجب تر بات یہ ہے کہ عمر کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر صحابہ دو گروہ ہو گئے۔ ایک رسول اللہ کی تصدیق کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہاں تحریر ہونی چاہئے اور دوسرا عمر کی تائید کرتا تھا اور کہتا تھا کہ نہیں۔ کتاب اللہ کافی ہے اور پیغمبر کو ہذیان ہو گیا ہے اور رسولؐ اللہ کو لوگوں نے عمر کے بالمقابل معمولی شخص خیال کیا اور جب بہت شور و شغب ہوا تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ دور ہو یہاں سے۔ کیا اس کے بعد نبوت کی کوئی شان اور فضیلت باقی رہ جاتی ہے؟ کہ کوئی قول رسولؐ اللہ کو رد نہ کرے جبکہ حضرت کے سامنے مسلمانوں میں سے ایک پارٹی قول رسولؐ خدا کو ترجیح دیتی ہے اور دوسری قول عمر کو قول رسول خدا پر ترجیح دیتی ہے اور وہ ہی ہوتا ہے جو عمر چاہتا ہے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کسی سے یہ جرأت ایمانی نہ ہوئی جو کہے کہ اے عمر یہ کیا کہ رہا ہے اور رسولؐ خدا کے قول کو اس طرح رد کر رہا ہے۔ اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض صحابہ کا سلوک رسولؐ اللہ کے ساتھ کیسا تھا۔

ایضاً۔ عکرمہ نے ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ بعد انکار عمر آنحضرتؐ غضبناک ہوئے اور کہا کہ تم جاہل قوم ہو اور عقل و ہوش نہیں رکھتے تم ہذیان کہتے ہو نہ کہ میں اور یہ بات میں نے تمہارے غیظ و غضب کی وجہ سے کہی ہے کہ تم جاہل ہو اور مجھ کو میرے بھائی جبرئیلؑ نے از جانب خدائے عزوجل خبر دی ہے کہ اس کو

باہر نکال دو۔ خدا کی قسم ہم لوگوں نے اس کو باہر نکال دیا اور وہ اپنے بھائی ابوبکر کو لیکر سقیفہ میں چلا گیا۔ اور اپنے ہم خیالوں کو جمع کیا۔

ایضاً۔ ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے اُسامہ کو ایک طولانی خط لکھا کہ اے اسامہ اب تو پھر میرے اور عمر کے حکم سے لشکر کا سردار ہو جا اور جس مہم پر رسول اللہ بھیجنا چاہتے تھے اور تو نہ جا سکا اب جا۔ اسامہ نے جواب دیا کہ کل تک تو تم رسول اللہ کے خلاف تھے اور ان کے حکم کو رد کرتے تھے اور قصہ قرطاس اور ھذیان کا مفصل ذکر کیا اس کے بعد لکھا۔ کیا تم کو اہلبیت رسالت سے شرم نہیں آتی حالانکہ رسول اللہ نے ان کی فضیلت کی وجہ سے ہمیشہ تم پر انکو مقدم رکھا۔ اور تم پر ان کو امیر بنایا اور تمکو ان پر کبھی امیر نہیں بنایا۔

صاحب گوہر مراد قصۂ قرطاس میں رسالہ سرالعالمین سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ائتونی بکتف ودواۃ لازیل عنکم مشکل الامر واذکرلکم من المستحق لھا بعدی یعنی میں اس معاملہ کی مشکل کو دفع کردوں اور تم سے ذکر کردوں اور لکھدوں کہ میرے بعد اس کا مستحق کون ہے۔

ماحصل روایات اوّل۔ جو سابقاً عرض کیا گیا ہے اس کی تصریح ان روایات میں موجود ہے۔

دوم۔ حضرت عمر کو اقرار ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو تحریر وصیت نامہ سے روکا تھا اور اس لئے کہ فتنہ کا خیال تھا اور فتنہ ضرور ہوتا تھا کیونکہ مخالفت ظاہر تھی اور مخالف موجود بلکہ اس ارادہ ہی پر فتنہ برپا ہو گیا۔

سوم۔ رسول اللہ کا منشاء حضرت عمر کو معلوم تھا اور وہ یہی تھا کہ رسول اللہ حضرت علیؑ کا نام وصیت نامہ میں لکھنا چاہتے تھے۔

چہارم۔ رسول خدا بھی مدعائے حضرت عمر کو سمجھتے تھے کہ وہ کیوں مانع تھے۔

پنجم۔ حضرت علی اپنے کو منصوص خلیفہ جانتے تھے اور ہمیشہ اسی خیال پر رہے۔ یعنی اپنے مخالفین کو اپنے حق کا ہمیشہ غاصب جانتے تھے۔

ششم۔ حضرت علیؑ حضرت عمر سے ناراض تھے اور ہمیشہ ان سے عداوت رکھتے تھے اور حضرت عمر اسکو جانتے تھے کہ حضرت علیؑ انکو اسوجہ سے دشمن رکھتے ہیں کہ ان سے خلافت چھین لی۔

ہفتم۔ حضرت عمر کو ہر وقت حضرت علیؑ کے حرکات و سکنات کا خیال رہتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں اور کس خیال میں ہیں۔

ہشتم۔ بعض صحابہ کی نظر میں نبوت و رسالت کی کوئی وقعت نہ تھی اور حسب مصلحت وقت قول رسول اللہ رد کر دیتے تھے اور بعض صحابہ اور مسلمین قول رسولؐ کو قول عمر سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔

نہم۔ رسول اللہ اس وقت بالکل باخبر تھے ان کی حرکات سے خوب مطلع تھے اور اس حرکت پر سخت غضبناک

ہوئے اور گھر سے نکال دیا اور فرمایا کہ میں ہذیان گو نہیں۔ تم ہذیان بکتے ہو۔ وانتم قوم تجہلون۔

دہم۔ یہ جو کچھ تھا بحکم خدا تھا حتی کہ گستاخی کرنیوالوں کا اخراج بھی بحکم خدا اور بذریعہ وحی تھا اور یہی معنی اس آیت کے ہیں وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

یازدہم۔ یہ حدیث صرف ابن عباسؓ ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ دوسرے صحابہ سے بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ سے بھی ابن ابی الحدید نے ایک روایت نقل کی ہے اور احادیث و روایات میں راوی حدیث قرطاس خود حضرت عمر ہیں۔ لہٰذا شبلی صاحب کا یہ کہدینا کہ عبداللہ ابن عباسؓ اس وقت صغیر السن تھے۔ حدیث قابل اعتماد نہیں بے اصل ہے۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ ایسا کہنے سے صدہا احادیث جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں اس سے زیادہ نامعتبر ٹھہرتی ہیں کیونکہ یہ حدیث آخر حیات نبیؐ کی ہے اور باقی تمام اس سے پہلی جس وقت عبداللہ بہت ہی زیادہ بچے تھے۔

آمدم بر سر مدعا ہمیں یہاں ان مباحث سے غرض نہیں۔ وصیت نامہ کا منشاء۔ رسول اللہؐ کا خیال اہل اسلام کو کو معلوم تھا۔ معترضین کو معلوم تھا اور حدیث کے لفظ "لا یا لن تضلوا بعدہ ابداً" اصاف تبلارہے ہیں کہ وہ دائمی ہدایت نامہ تھا کوئی نئی بات نہ تھی وہ ہی بات جس کو کم سے کم ستر مرتبہ مختلف موقعوں پر آپ نے فرمایا تھا اسی کو لکھنا چاہتے تھے۔ اور مسلمان ایسے کند ذہن خصوصاً مصلحت شناس لوگ کیونکر اس سے ناواقف ہوسکتے تھے رسول خدا وہ ہی چاہتے تھے جس کو خدا چاہتا تھا جس کو قرآن چاہتا ہے جس کو فطرت انسان چاہتی ہے۔ کہ کتاب اللہ کیساتھ معلم کتاب اللہ کی ضرورت ہے۔ کتاب صامت کیساتھ کتاب ناطق کا وجود لازم ہے اور اسی لئے آنحضرت نے اکثر فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب اللہ۔ قرآن مقروء و مکتوب اور دوسری میری عترت۔ قرآن ناطق و محفوظ ان سے تمسک رکھوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ما ان تمسکتم لن تضلوا بعدی اور بعینہ یہی منشاء وصیت نامہ تھا "لن تضلوا بعدہ ابداً" ضلالت سے بچنا صرف قرآن کے ساتھ اہلبیت نبوت و رسالت ہی کے اتباع و پیروی سے ہوسکتا تھا۔ اور اسی کی تصریح تحریراً چاہتے تھے تاکہ قیل و قال اور تاویل کا موقع نہ رہے۔ قول میں سہو و نسیان کا احتمال اٹھ جائے اور اقوال صادقہ کے بالمقابل جھوٹے اقوال نہ گھڑ لئے جائیں۔ تحریر رسولؐ کے ہوتے ہوئے جعلی احادیث بنانے اور رسولؐ پر افتراء کرنے کا امکان نہ رہے اس کو حضرت عمر خوب جانتے تھے اور اسی کو روکا تھا اور یہی فرمایا کہ ہمیں اتباع اہلبیت کی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب اللہ کافی ہے اور رسول اللہؐ جانتے تھے کہ کتاب اللہ خود ہدایت نہیں کرسکتی اس کے ساتھ ہادی کی ضرورت ہے اگر ہادی کو مان لیں گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔

کلمۃ حق یراد بھا الباطل حسبنا کتاب اللہ کلمہ حق ہے اس کی حقانیت ہم مفصل ثابت کرچکے

ہیں اور اس کی حقانیت وصداقت میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا لیکن جو مراد اس سے لی گئی ۔ اور جو اب لی جا رہی ہے اور جس پر آج بہت لوگ کاربند ہیں وہ یقیناً باطل ہے ۔ ورنہ اگر کتاب اللہ بغیر ہادی اور معلم اور کتاب ناطق کے کافی ہے تو تعلیم رسول اللہ کی کیا ضرورت تھی اور رسول اللہ کو کتاب اللہ کے ساتھ عترت کو شامل فرمانے کی کیا احتیاج تھی ۔ اور اگر اس طرح کتاب اللہ کافی ہے تو کیوں کفایت نہ کی ۔ کتاب اللہ کو تو آج بھی تمام مسلمان مانتے ہیں سب قائل ہیں پھر اختلاف کیوں ہے پھر گمراہی کیوں ہے ۔ پھر کیوں روز بروز نئے نئے مذہب مسلمانوں میں پیدا ہوتے جاتے ہیں ؟ کیا واقعاً اس کتاب کے لئے عمل رسولؐ اور بیان ہادی کی ضرورت نہیں ہے اور بلا ان کے بیان اور تصریح کے اس سے تمام ضروریات واحکام وفرائض استنباط کر سکتے ہیں ۔ لا واللہ بالکل غلط قسم بخدا اگر رسول اللہ نے بتلائی نہ ہوتی پڑھکر نہ دکھلائی ہوتی عمل سے نہ سمجھائی ہوتی تو لفظ اقیموا الصلوٰۃ سے کوئی دنیا کا عالم عبادت کی ایک صورت خاصہ کو نہیں سمجھ سکتا تھا جس کو آج نماز کہتے ہیں اور مسلمان ادا کرتے ہیں اور یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے ۔

اوّل تو قرآن کے علم کا حاصل ہونا محال ہے دوسرے علم اور شے ہے اور صورت عملی اور شے ۔ عبادات الٰہی کی حقیقی صورت عملی ہرگز معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ خود خدا نہ سمجھائے اور نہ بتلائے اور رسول اور امام عمل کر کے نہ دکھلائے ۔ اسی واسطے فرمایا ہے وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین ۔ کچھ ائمہ علیہم السلام کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے انکو امام و پیشوائے خلق بنایا ہے جو ہمارے امر سے ہدایت خلق کرتے ہیں اور ہم نے انکو ہر فعل خیر اور اس کے عمل کی وحی کی ہے کہ کس طرح بجا لانا چاہئے ۔ اور نماز کی وحی کی ہے کہ کس طرح پڑھی جائے زکوٰۃ کی وحی کی ہے کہ کس طرح ادا کی جائے اور یہ سب بس ہمارے ہی عبادت گذار اور خالص بندے تھے ۔ علم وعمل کا نمونہ مسلمانوں کے پاس ساتھ ساتھ رہے ۔ قولاً ساتھ رہنے کو فرما چکے تھے کہ قرآن اہلبیت سے اور اہلبیت قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور اب تحریراً اس کی تائید وتاکید چاہتے تھے اور اس سے بالکل نزاع رفع ہو جاتا تھا اور قیامت تک کیلئے امت محمدی گمراہی سے محفوظ رہ سکتی تھی ۔ معیار حق وباطل اور میزان صدق وکذب کتاب ناطق ان کیلئے کافی ہوتی کیونکہ ان میں سے ایک کے ترک کرنے سے دوسرے کا ترک لازم اور اس کے ترک سے گمراہی یقینی ہے ۔ یہی رسول فرماتے تھے اور ایسا ہی ہوا ۔ اہل بیت کے چھوڑ دینے سے امت رسول اللہ گمراہی میں پڑ گئی اور خدا کے نہ چاہنے اور نبی کے چاہنے کا یہ مطلب نہیں ہے جو جہال سمجھتے ہیں یا ان کو سمجھایا جاتا ہے ۔ خدا کفر کو پسند نہیں کرتا اور ہرگز نہیں چاہتا وان اللہ لا یرضی لعبادہ الکفر ۔ لیکن پھر ہزارہا بندگان کافر ومشرک ہیں تو کیا ان کے کافر اور مشرک ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ خدا بھی ان کا کافر ہونا ہی پسند کرتا ہے اور یہی چاہتا ہے ؟ کہ یہ سب کافر ومشرک

ہوں۔ (معاذاللہ۔ معاذاللہ) ہاں کتاب اللہ الناطق۔ بیشک کافی اور تنہا کافی ہے کیونکہ کتاب صامت اس کے وجود میں ہے۔ اس کے سینے میں ہے۔ علم کتاب صامت کتاب ناطق کی صفت ہے۔ حق اس کتاب ناطق کیساتھ ہے بلکہ یہ عین حق ہے۔ اور علیؑ اور اولاد علیؑ کتاب ناطق ہیں حق ان کے ساتھ ہے اور یہ حق کیساتھ۔ یہی منشاء تحریر وصیت نامہ تھا کہ حق کیساتھ ہوگی تو اُمت گمراہ نہ ہوگی اختلاف نہ ہوگا فرقہ بندی نہ ہوگی ہر شخص معلم و عالم کتاب بنکر مذہب ایجاد نہ کریگا۔ اس کتاب ناطق کو چھوڑا گیا۔ اور حسب فرمودہ رسولؐ امت میں گمراہی پھیل گئی اور کہنے والے نے کلمہ "حسبنا کتاب اللہ" کلمہ حق کہا مگر مراد خلاف حق لی گئی بلکہ اس مقام اور اس موقع پر اس شان سے کہا گیا کہ جس سے صاف انکار نبوت لازم آتا ہے۔ رسول اللہؐ حکم دے رہے ہیں اور ان کے حکم کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے کہ ہمیں تمہاری تحریر کی ضرورت نہیں تمہارے حکم پر عمل کی ضرورت نہیں۔ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے یہ صاف انکار نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ اس سے صاف انکار کتاب اللہ بھی لازم آتا ہے کیوں کہ کتاب اللہ کو رسول اللہ ہی لائے ہیں ان کی زبان سے ادا ہوئی ہے اور جب قولِ رسولِ خدا سند نہیں حکم رسولِ خداؐ واجب التعمیل نہیں تو یہ کتاب خدا جو اسی کے اقوال ہیں اس کی زبان سے نکلے ہیں وہ ہی لایا ہے اسی نے کہا ہے کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے۔ کیونکر وہ مستند ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایسا کہنا تکذیب الٰہی اور رَدّ قول خدا ہے جس نے حکم دیا ہے کہ رسول کی ہر امر میں تاسی کرو اطاعت کرو۔ اور جو کچھ وہ کہے اس کو مان لو اور عمل کرو۔ فکان ہیب کلمۃ حق یراد بہا الباطل۔ وکفی باللہ شہیداً وھو یقول "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم" "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ" "فطوبیٰ لھم وحسن مآب"

نتائج حسبنا کتاب اللہ

اول اس قصہ سے حرمت و عظمت رسول اللہؐ بہت کچھ کم ہو گئی جس وقت کہ دوبدو رسولِ خدا کے سامنے ایسے واقعات ہوں اور ایسی قیل و قال اور اختلاف و تنازع ہو۔ بالمواجہہ حکم اور قول رسول اللہ کو رد کیا جائے تو عوام الناس کی نظروں میں اور غیروں کی نگاہوں میں رسولؐ خدا کی کیا وقعت رہ سکتی ہے ہر رسولِ خداؐ کا حکم اور قول مثل عام اشخاص شمار کیا جانے لگا۔

اس واقعہ میں تنازعہ ہونا شور مچانا۔ لغو باتیں کرنا رسول اللہ کا غضبناک ہونا گھر سے نکال دینا اور یہ فرمانا کہ نبی کے پاس تنازع نادرست ہے۔ یہ باتیں صاف بتلا رہی ہیں کہ مانعین وصیت کا ایسا کہنا اور کرنا حالت مرض میں رسولؐ خدا کے آرام و آسائش اور راحت دہی کے خیال سے نہ تھا۔ اختلاف کی حالت میں مانع یا مانعین دیگر اصحاب سے کہہ دیتے کہ ہمارا منشاء یہ ہے کہ ہم تو صرف رسول اللہؐ کے آرام کے لئے کہہ رہے ہیں تو کوئی تنازع نہ ہوتا اور معاملہ صاف ہو جاتا اصحاب بھی تعریف کرتے رسول خدا بھی سُن کر ممنون ہوتے مگر ایسا نہ کیا گیا اور رسولؐ اللہ نے ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا پھر بھی کسی نے جھوٹے منہ سے یہ نہ کہا کہ ہم تو حضور ہی کے آرام کے لئے ایسا

کر رہے ہیں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آیا وصیت نامہ لکھنے یا لکھوانے میں جناب ختمی مرتبت کو زیادہ مشقت اور زحمت ہوتی یا اس چیخ و پکار سے زیادہ تکلیف ہوتی؟ مریض کے پاس شور و شغب اصول طبی و ڈاکٹری کی رو سے نہایت خطرناک ہے اور مریض کے لئے سخت مضر ہے خصوصاً جبکہ وہ سخت روحانی تکلیف پر مشتمل ہو۔ اگر رسول اللہ کی تکلیف کا خیال ہوتا تو تمام مجمع پر ایک سکوت کا عالم طاری ہوتا نہ کہ منازعہ و مجادلہ۔ علاوہ بریں خود حضرت عمر نے یہ کہا کہ میں نے مصلحت مسلمین کے لئے ایسا کیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آرام و راحت رسول کے لئے ایسا کیا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر کیا کہ رسول اللہ حق سے باطل کی طرف مائل ہو رہے تھے اور ان کے وصیت لکھوانے میں فتنہ و فساد کا خطرہ تھا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عباس بھی اس محبت آمیز سلوک اور رسول اللہ کی ہمدردی کو محسوس نہیں کرتے۔ جو حضرت عمر سے صادر ہوئی بلکہ اس کو اسلام کے لئے عظیم ترین مصیبت سمجھکر زار زار روتے ہیں۔ اور اس واقعہ سے ابو جعفر نقیب یہ استنباط کرتے ہیں کہ اس سے حرمت و فضیلت رسول جاتی رہی۔ اچھی ہمدردی و محبت ہے؟ عظمت و حرمت رسول دلوں سے ایسی اٹھ گئی تھی کہ شاہنشاہ کون و مکان کا مردہ بھی بے حرمت رہا۔ دین و دنیا کا بادشاہ جس کے ایک لاکھ بیس ہزار صحابی و صحابیات ہوں تین دن بے دفن رہتا ہے اور جنازے میں صرف سات آٹھ شخص شریک ہوتے ہیں۔ سوائے اہلبیت رسول اللہ صرف اسامہ بن زید، شعران اور ابو طلحہ انصاری شریک ہوئے۔ بعد انتقال حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے گئے اور ابو عبیدہ جراح کی معیت میں ثقیفہ روانہ ہو گئے (تاریخ طبری۔ ابن خلدون۔ روضۃ الصفا۔ ابن الفدا) اس سے بڑھکر رسول خدا کی کیا بے حرمتی ہو سکتی ہے۔

دوم۔ اس واقعہ سے عصمت رسول اللہ مشتبہ ہو گئی۔ کیونکہ رسول اللہ کے روبرو ہذیاں کی نسبت دیگئی جو صاف اور صریح عصمت و خواص نبوت کے خلاف ہے اور اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ نسبت بطور استفہام تھی۔ تب بھی یہ شبہ رفع نہیں ہوتا۔ عوام کو یہ خیال ہو گیا کہ رسول خدا ہذیان سے پاک نہیں ہیں۔ ان کیلئے ہذیان ممکن ہے۔ گو اس وقت واقع نہ ہوا ہو اور بطور استفہام انکاری ہی کہا گیا ہو۔ چنانچہ اس کا ثبوت آج تک موجود ہے اور حضرت عمر سے اس اعتراض کو دفع کرنے میں بعض علماء اہلسنت نے یہی شق اختیار کی ہے کہ نبی امراض اور عوارض امراض سے معصوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ لفظ ہذیان میں بحث کی اور اس کو استفہام ہی پر محمول کیا (شفاء عیاض) اور کتب اہل اسلام میں عصمت نبی کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ کوئی قبل نبوت غیر معصوم جانتا ہے اور کوئی بعد نبوت۔ کوئی کل اقوال میں غیر معصوم جانتا ہے اور کوئی بعد نبوت بعض اقوال میں غیر معصوم سمجھتا ہے۔ اور کوئی تمام افعال میں۔ کوئی خاص امر تبلیغ میں معصوم جانتا ہے اور بس۔ اور جملہ امور میں مثل عامہ بشر خیال کرتا ہے اور قرآن سے استدلال "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" کوئی رسول اللہ کو محض ایک پوسٹ مین کی منزلت دیتا ہے اور اس کے لئے تعظیم و تکریم و اطاعت و متابعت کا قائل نہیں اور آج رسول اللہ کو پکارتے۔ نام لینے میں بحث بلکہ جنگ و جدال ہے۔ بلکہ رسول اللہ کی قبر مطہر پر فاتحہ خوانی کے لئے جانا شرک سمجھا جاتا ہے بلکہ روضہ مقدسہ

نبویہ کو صنم اکبر کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کا منہدم کرنا موجب تقرب خدا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ وہی حجرہ وہی گھر ہے جہاں ملائکہ وحی لیکر آتے تھے۔ جہاں بغیر اذن مومنین کیا فرشتوں کو بھی آنے کی اجازت نہ تھی جہاں بلند آواز سے بولنا بحکم خدا ممنوع تھا۔ جہاں رسول اللہ کے خاص دوست حاضر ہونے میں داخلہ بہشت کی سند سمجھتے تھے۔ درآنحالیکہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ حرمۃ المومن میتاً کحرمتہ حیاً۔ مومن کی حرمت مرنے پر بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ اس کی زندگی میں تھی۔ نیز زیارت قبور مومنین کو حضرت خود تشریف لیجاتے تھے اور یہ سنت برابر اہل اسلام میں جاری ہے اور خود اپنے لئے ارشاد فرمایا من زارنی میتاً کمن زارنی حیاً اور حیات النبی ایک اہم مسئلہ اور غور طلب مقام ہے کہ وہ نبیؐ جو شہید علی العالمین اور روح حیات عالم ہے اس کی موت وحیات میں کیا فرق ہے کیا وہ آج مثل عوام حشرات الارض مردہ ہے؟ مگر یہ مقام اس بحث کو مقتضی نہیں ہے۔ اہل علم اس بے حرمتی کی ابتداء اس مرض الموت نبیؐ کے واقعہ سے قرار دیتے ہیں جیسا کہ روایات ابن ابی الحدید میں آچکا ہے۔

سوئم۔ حرمت رسول اللہ کے ساتھ لازمی طور پر حرمت آل رسولؐ رخصت ہوگئی۔ اور وہ پاک ومقدس ومعصوم نفوس صاحبان علم لدنی جن کا شرف عموم اہل اسلام بلکہ عالم پر مسلم تھا۔ مثل عوام بلکہ ان سے بھی کم درجہ سمجھے جانے لگے۔ وہ خانۂ فاطمہؑ جس کو حضوری ملائکہ کا شرف حاصل تھا جہاں حسب تصریح صاحب ینابیع المودۃ ومودۃ القربیٰ وغیرھا چھ ماہ یا نو ماہ تک رسول مقبولؐ مع اصحاب کبار رضی اللہ عنہم صبح ہی آکر فرماتے تھے السلام علیکم یا اہلبیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ جہاں جبرئیل ومیکائیل جیسے مقرب فرشتے خدمتگاری دختر رسولؐ اور فرزندان رسولؐ کا شرف حاصل کرتے تھے۔ اس کی یہ حرمت رہگئی کہ مسلمان اس پر آگ ولکڑیاں لیکر چڑھے آرہے تھے اور جلانے کو تیار تھے کتب تاریخ ملاحظہ ہوں مثلاً کتاب السیاسۃ والامامۃ ابن قتیبہ اور قول حضرت عمر در باب احراق خانۂ فاطمہؑ اور فاطمہؑ کا فریاد کرنا یا ابتاہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب ومن ابن ابی قحافہ یہی مصائب تھے جس سے فاطمہؑ کی زندگی تلخ تھی اور سوائے رونے کے اور کوئی کام نہ تھا اور آنحضرتؐ کے بعد پچھتر۷۵ دن یا چھ۶ ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں اور تمام عرصہ رونے ہی میں گذر گیا۔ مدینہ میں رونے نہ دیا گیا تو اپنے ننھے ننھے بچوں کی انگلیاں پکڑ کر جنت البقیع کو چلی جاتی تھیں اور وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھکر شام تک باپ پر نوحہ وبکا کرتی تھیں آخر وہ درخت کاٹ ڈالا گیا تو دھوپ ہی میں بیٹھی رویا کرتی تھیں۔ آہ۔ آج نہ معلوم اس بضعۃ الرسولؐ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی کہ آج اُس ابتداء کی انتہاء ہے کہ اس جنت البقیع کا نام ونشان مٹایا جارہا ہے اور اس مدعا کی تکمیل ہورہی ہے۔

یہی اہلبیتؑ کی بے حرمتی وبے وقعتی تھی کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ ایک بزرگ صحابی کے پاس اپنی موہوبہ جائداد

کا دعویٰ کرتی ہے اور اس صدیقہ امینہ معصومہ محفوظہ طاہرہ مطہرہ کا دعویٰ اس مسلمان عدالت میں جھوٹا بتلایا جاتا ہے اور علیؑ و حسنینؑ کی شہادت بھی رد ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جن کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ حق ان کے ساتھ ہے اور یہ حق کے ساتھ ہیں۔ جہاں کہیں بھی ہوں قرآن ان کے ساتھ ہے اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں حسبنا کتاب اللہ کہا جاتا ہے اور کتاب ناطق کی گواہی رد کردی جاتی ہے۔ بلکہ زمانہ بنی امیہ میں برابر تراسی سال چار ماہ یعنی ہزار ماہ علیؑ اور اولاد علیؑ پر سب و شتم و لعن ہوتا رہا۔ اور بنی امیہ کی ہزار ماہ حکومت رہی اور موافق بعض روایات چھہتر سال لعن ہوتا رہا اور عمر بن عبدالعزیز نے ایک تدبیر سے بند کیا ورنہ یہ تبرا سنت تھا اور ہر خطیب خطبہ میں لعن کرنا فرض سمجھتا تھا (تاریخ خمیس جلد دوم ص ۳۵۲)

چہارم۔ منافقین کو اس واقعہ سے بڑی قوت ہو گئی اور وہ اب تخریب اسلام اور اس میں رخنہ اندازی کرنے میں نہایت جری ہو گئے اور جو کچھ ان سے توہین رسول اللہ ہو سکی کی۔ جہاں تک ہو سکا رسول اللہؐ کو خلقت کی نظروں سے گرایا اور کوئی بری سے بری بات ایسی نہ رہی جو رسولؐ کی طرف فعلاً منسوب نہ کی گئی ہو۔ زناء کی تہمت لگائی گئی۔ عشق بازی اور عیاشی کے قصے بنائے گئے۔ شراب خوری کا الزام لگایا گیا اور وہ بھی مسجد میں اور مسجد کا نام مسجد فضیح رکھا گیا۔ باغوں میں پوشیدہ طور پر خانگی بلکہ باعصمت عورتوں کا بلایا جانا ثابت کیا گیا اور اس مقدس و مطہر و معصوم پیغمبر کو رنگیلا رسول بنایا گیا۔ ہمارے اس مضمون میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اور اگر دیکھنے کی ضرورت ہو تو بخاری شریف کتاب اشربہ اور کتاب الطلاق میں جونیہ کا قصہ ملاحظہ ہو۔ اردو دان حضرات ہفوات المسلمین و ہفوات الصالحین ملاحظہ کریں اور ان دونوں عورتوں کا حال اور ان قصوں کا حقیقی راز کتاب النکاح۔ فروع الکافی میں ملاحظہ ہو۔ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ جس طرح اکثر مصنفین اہل اسلام نے رسول عربی کی شان کے گرانے میں کوشش کی ہے وہ کسی مذہب و ملت والے نے اپنے ہادی اور پیشوا اور گرو کے متعلق نہیں کی ہر ایک نے اپنے مقتداء کو بڑھایا ہے اور انہوں نے گرایا ہے۔ کتاب تخطیۃ الانبیاء ہی دیکھئے کہ ہر نبی کو گنہگار اور آنحضرتؐ کو سب سے بڑھ کر گنہگار ثابت کیا گیا ہے اور اب تک کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و ال ابراھیم وال عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم سیرت النبیؐ کو پڑھو تو تمہیں صاف معلوم ہو گا کہ محمد عربی ایک بادشاہ تھا جس نے چند اصحاب کے ساتھ ملکر ایک سلطنت قائم کرلی تھی۔ اور جو باتیں شاہان دنیا میں ہوتی ہیں سب اس میں تھیں۔ ہرگز اس کتاب سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کسی برگزیدہ خدا ولی اللہ ہادی برحق پاک و مقدس ہستی کی سوانح عمری ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج یہ کتاب ہندوستان میں مقبول و مشہور ہو رہی ہے۔ غرض منافقین نے قوت پکڑ کر ایسی ایسی لغو اور مہمل اور فحش باتیں حدیثوں روایتوں اور واقعات کی صورت میں ڈھالکر مسلمانوں میں پھیلادیں کہ آج ان کو لیکر کفر اسلام پر حملہ آور ہے اور ہر ملک

اور ہر مقام پر پیغمبر عربی کی توہین کی جا رہی ہے۔ اور کافرین و مشرکین انہیں روایات و واقعات کو اپنا اسلحہ بناتے ہیں اور ان سے ان کی تقریریں اور تحریریں پُر ہیں اور منافقین کا یہی مدعا تھا۔

پنجم۔ اس سلسلہ میں بے شمار جھوٹی حدیثیں مسائل و احکام۔ اصول و فروع میں بنا کر رسول اللہ کی طرف منسوب کر دی گئیں اور اس سے تمام احکام متغیر و مشتبہ کر دیے گئے اور اس میں بھی بہت کچھ منافقین ہی کا دخل تھا کیونکہ صدق و کذب۔ حق و باطل کے پرکھنے کا کوئی معیار مسلم نہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عبادات جو معمول بہا تھیں وہ بھی مسخ ہو گئیں اور تقریباً چالیس پینتالیس ۴۵ سال ہی کے عرصہ میں احکام رسولؐ اور سنن رسولؐ کی صورت ناآشنا ہو گئی (دیکھو بخاری شریف تضییع الصلوٰۃ کے ذکر میں کہ انس صحابی رسولؐ روتے ہیں کہ جو کچھ عہد رسول اللہ میں میں دیکھتا تھا اب اسمیں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ کسی نے کہا۔ نماز تو باقی ہے۔ فرمایا کہ نماز میں بھی جو کچھ تمہیں کرنا تھا کیا نہیں کر گذرے؟ یہ شام میں امیر معاویہ کے زمانہ کا واقعہ ہے پھر آج تیرہ سو سال کے عرصہ میں احکام رسولؐ اور حقیقی سنن رسول اللہ کی کیا صورت ہو گی؟ نیز صحیح بخاری میں مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اور عمران بن حصین نے ایک مرتبہ علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ جس وقت سجدہ کرتے تھے تکبیر کہتے تھے۔ جس وقت سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تکبیر کہتے تھے جب دو رکعتوں سے فارغ ہو کر اٹھتے تھے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا اس شخص (علیؑ) نے آج ہمیں رسول اللہ کی نماز یاد دلا دی گویا معاویہ ہی کے زمانہ میں نماز محمدی فراموش ہو چکی تھی۔ آئندہ چل کر جو کچھ صورت نہ ہو کم ہے۔

ششم۔ ہر ایک پڑھا لکھا آدمی۔ عالم قرآن و مفسر و معلم کتاب اللہ ہو گیا اور میدان تاویل اس قدر وسیع ہوا کہ جس نے جو دل چاہا لکھا اور وہی مفسرین ائمہ تفسیر قرار پائے اور ان کے اقوال تفسیر قرآن میں مثل وحی الٰہی مصدق سمجھے جانے لگے اور سمجھے جاتے ہیں۔ آج اسی قال۔ قیل۔ روی اور اقول کا نام تفسیر قرآن ہے۔ شاذ و نادر ہی کہیں قال رسول اللہ آتا ہے اور وہ بھی معمولی مفسرین کی حیثیت سے نہ بطور معیار و میزان حق و صدق خدا رحم کرے جلال الدین سیوطی پر کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں حتی الامکان احادیث رسول اللہ کے جمع کرنے کی بہت کوشش کی ہے جس طرح شیعوں میں صاحب صافی اور صاحب برہان اس اصول کے خاص طور سے پابند ہیں ورنہ عموماً باستثنا بعض تفاسیر قیل و قال ہی سے پُر ہیں اور کل شی فی التفاسیر الا التفسیر کا مصداق۔

ہفتم۔ مفسرین کے لئے کوئی معیار خاص نہ ہونے اور ہر ذی علم کے مفسر ہونے کے طرح اجتہاد مسائل فقہ بھی عام ہو گیا اور صدہا مجتہد بنے اور ہزارہا مختلف مسائل اہل الاسلام میں پیدا ہو گئے حضرت ابو حنیفہ کے بعد امام مالک اور ان کے بعد شافعی اور پھر امام حنبل خاص طور سے ممتاز ہوئے اور آخر کار مذہب ان چار مذہبوں میں دائر خیال کیا گیا اور ان کے بالمقابل پانچواں مذہب اہل بیت رسالت کا حضرت صادق آل محمد علیہ السلام کے نام کے

ساتھ منسوب ہوا۔ مگر اس کو حقانیت کے زمرہ میں جگہ نہ دی گئی۔ بعدازاں ان مذاہب کی شاخیں پھیلیں اور آج تک پھیل رہی ہیں اور روز بروز مسائل میں اختلاف ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک شخص قرآن سے استنباط احکام و مسائل کا دعویدار ہے اور اب تو قرآن بازیچہ اطفال بنا ہوا ہے۔

ہشتم۔ بعض دنیا پرست علماء نے حسبنا کتاب اللہ کے جملہ کا بے محل و ناجائز استعمال کیا اور کرتے ہیں اور اس سے ایک نئے مذہب کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے اور اب تک یہ مسئلہ جاری ہے۔ اور حال ہی میں لاہور میں اہل القرآن کے نام سے ایک مذہب تصنیف ہوا اور اس کی حقانیت پر اسی جملہ سے استدلال کیا گیا۔ اور اسی سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا اور عجیب و غریب تفسیر قرآن لکھی گئی۔ نئے عیسائی بھی کم و بیش اسی اصول کے پابند ہیں اور اکثر اسی چلتے ہوئے حربہ کو کام میں لاتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہم سے ایک لاہوری پارٹی کے مبلغ سے گفتگو ہوئی تو اس نے صاف اور صریح الفاظ میں بے پردہ کہا کہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ اہل سنت ہوں یا صحاح اربعہ اہل تشیع ہوں سب غلط اور باطل ہیں صرف کتاب اللہ کافی ہے۔ (مگر باوجود اس کے مرزا صاحب کے اقوال تمام حق و صدق) چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، شاہ پور کے دور کعتی صاحب اسی سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ اکثر اسی اصول کو پیش کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ احادیث ملاؤں نے گھڑلی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ ہر ایک بات قرآن سے نکالنے اور ثابت کرنے کے مدعی ہیں۔ حالانکہ مقام بحث میں عربی کے چند جملوں کے صحیح معنی بھی نہ کر سکے "قرآن فہمی ازینجا معلوم" آج کل تو اس حسبنا کتاب اللہ کا بہت دور دورہ ہے اور مستقل ماہواری رسالے اس مضمون پر شائع ہو رہے ہیں بلکہ آج کل کے حضرات بہت آگے نکل گئے ہیں۔ کیونکہ صدر اسلام میں باوجود ان تمام باتوں اور اختلاف کے بھی علماء ہرگز یہ نہ کر سکتے تھے اور جرأت نہ کرتے تھے کہ معاذاللہ سنت رسولؐ اور حدیث رسولؐ کوئی شے نہیں اور اطاعت رسولؐ فرض نہیں یا تعظیم رسولؐ بدعت ہے اگر ایسا ہوتا تو احادیث رسول اللہؐ آج ہم تک ہرگز نہ پہنچتیں حالانکہ حسبنا کتاب اللہ ان سب علماء و محدثین کے پیش نظر تھا۔ مگر ہمارے زمانے کے حضرات کہیں سے کہیں نکل گئے اور صاف لفظوں میں حسبنا کتاب اللہ کا راگ الاپ کر اتباع رسولؐ و حدیث رسولؐ سنت رسول سے انکار کرنے لگے ہیں۔

نہم۔ مرکزیت اسلامی اور تنظیم قومی اٹھ گئی اور شیرازہ اسلام ایسا پراگندہ ہوا کہ کسی طرح بند ہنے میں نہیں آتا بلکہ بکھرتا ہی چلا جاتا ہے۔ اختلاف و نفاق و افتراق روز افزوں ہے اور ایسی مرکزیت مفقود ہوئی ہے۔ کہ مسلمان اس مرکزیت کے لئے غیروں کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور کفر کے جھنڈے تلے جمع ہونے کو فخر سمجھتے ہیں افسوس کہ خلافت کے پردے میں برائے نام جو مرکزیت کی جھلک باقی تھی نوجوان ترکوں نے اس کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور ابن سعود نے رہی سہی حرمت پیغمبری کا خاتمہ کر دیا۔ اب مسلمان بالکل شتر بے مہار اور ایک ایسا آزاد گلہ ہیں

جن کا کوئی راعی۔ نگران اور چوپاں نہیں ہے۔ اور اسی واسطے ہر طرف ہاتھ پیر مارتے ہیں مگر کچھ بن نہیں آتی اور کوئی اسلامی نظام قائم نہیں ہوتا۔ تنظیم واقعی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جناب رسول اللہؐ جن کی شان قد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین۔ رؤف ورحیم ہے اور جو رحمۃ للعالمین کے مبارک خلقت سے آراستہ وپیراستہ تھے اسی مرکزیت کو مستحکم کرنا چاہتے تھے کہ شیرازہ اسلام نہ بکھرے اور مسلمان تتر بتر نہ ہوں اور حضرت عبداللہ بن عباس ایسی مصیبت کو اب سے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس قبل روتے تھے۔ گویا وہ اس وقت ان واقعات کو دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ یہ اس واقعات کے یقینی نتائج تھے۔

دہم۔ قرآن پاک کا یہ دعوی کہ وہ جمیع علوم کی جامع کتاب ہے۔ ہر شے کا بیان اس میں موجود ہے۔ ہر ایک علم کی اصل اس میں موجود ہے صرف قرآن ہی کے الفاظ میں رہ گیا اور دنیا میں صدہا علوم کے معمول بہا ہوتے ہوئے ان اہل اسلام میں جن کا مطالعہ صرف قرآن تک محدود ہے۔ سوائے چند مسائل مختلفہ جزئیہ کے اور کچھ نہیں۔ اور دیگر مذاہب اسلام پر معترض نظر آتے ہیں کیونکہ علم عالم سے ہے۔ عالم کتاب سے علم بیان کرتا تھا عالم کتاب پڑھتا ہے۔ کتاب کسی کو خود عالم نہیں بنا سکتی اور علم عالم کی ذات سے جدا نہیں ہو سکتا۔ عالمان قرآن ظلم وستم کا شکار ہو گئے۔ کوئی قتل کیا گیا اور کسی کو زہر دیا گیا۔ کسی نے خانہ نشینی اور گوشہ گیری میں بسر کی اور کسی نے قید اور اسیری میں۔ جب تک زندہ رہے اس وقت بھی ان سے علم نہ لیا گیا۔ ان کو عالم کی نظروں میں ذلیل وخوار دکھایا گیا ان کو نان شبینہ سے محتاج بنایا گیا۔ ان کو باغیانہ خیال والے ظاہر کیا گیا اور حکماً منع کیا گیا کہ ان سے علوم حاصل نہ کئے جائیں اور جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سمندر میں سے قطرے کی مثال ہے اور وہ خاص اشخاص میں محدود۔ وہ کلام اللہ الناطق جو فرماتا ہے ان بین جنبی علوما کالبحار الزواخر۔ بیشک میرے پہلو میں دریائے علوم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں نہ کھلتے ہیں لو اصبت حملة (ینابیع المودة) کاش حاملان علم اور طالبان علم ملتے اور میں بیان کرتا۔ بے شمار ذخائر علمی سینوں میں ہی لیکر چلے گئے۔ حضرت علی بن الحسینؑ جن کی کچھ عمر کربلا کے ہولناک منظر کے تماشے میں کچھ راہ کوفہ وشام میں۔ بیواؤں کی سرابانی میں۔ کچھ شام کے قید خانہ میں اور گوشہ فقیری اور کنج عزلت میں باپ بھائیوں کو رونے میں بسر ہوئی افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں

انی لاکتم من علمی جواهره ✦ کیلا یری الحق ذو جهل فیفتننا

وقد تقدم فی هذا ابو الحسن ✦ الی الحسین ووصی قبله حسنا

یا رب جوهر علم لو ابوح به ✦ لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا

ولاستحل رجال مسلمون دمی ✦ یرون اقبح ما یاتونه حسنا

تحقیق کہ میں اپنی علمی جواہر پوشیدہ رکھتا ہوں کہ مبادا جہال حق کو دیکھ کر ہمیں فتنہ میں ڈالدیں اور

فساد کھڑا کر دیں اور یہ بات اس سے پہلے ابو الحسن علیؑ ابن ابی طالب حسینؑ سے کر چکے ہیں اور حسنؑ کو بھی وصیت کر چکے ہیں کہ جواہر علم کو دشمنان دین اور جہال عرب سے حتی الامکان پوشیدہ ہی رکھا جائے۔ کیونکہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے لا تضیعوا الحکمۃ عند غیر اھلھا۔ نااہل کے سامنے حکمت کو ضائع نہ کرو۔ بہت سے جواہر علمیہ و حقائق و معاون ربانیہ ایسے ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کر دوں تو مجھ سے کہا جائے کہ تم بت پرستوں میں سے ہو (واللہ آج بھی یہی مشاہدہ ہو رہا ہے۔ مشرک تمام اہل توحید کو کافر و مشرک کہ رہے ہیں۔ تعظیم رسولؐ اللہ۔ تعظیم بیت اللہ تعظیم حرم رسولؐ اللہ۔ توقیر و تکریم خانہ رسولؐ اللہ شرک کہی جاتی ہے۔ اور حق کا نام باطل اور باطل کا حق رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ واکثرھم للحق کارھون۔ اکثر لوگ حق سے کراہیت کرتے ہیں) اور وہ مسلمان میرے خون کو حلال سمجھنے لگیں جو اپنے بر قبیح ترین فعل کو حق خیال کرتے ہیں (جن میں فرزند رسولؐ کا قتل عبادت سمجھا جاتا ہے۔) وقال علی کرم اللہ وجھہ لو حدثتکم ما سمعت من فم ابی القاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لخرجتم من عندی وانتم تقولون ان علیا من اکذب الکذبین وافسق الفاسقین قال اللہ تبارک وتعالیٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ (ینابیع المودۃ) حضرت امیرؑ فرماتے ہیں اگر میں وہ باتیں۔ وہ علوم۔ وہ معاون۔ وہ حقائق بیان کر دوں جو میں نے رسولؐ اللہ کے دہن مبارک سے سنی ہیں تو میرے پاس سے یہ کہتے ہوئے بھاگو گے۔ کہ (معاذ اللہ) علیؑ سب سے بڑھکر کاذب اور سب سے بڑھکر فاسق ہے (کہا گیا۔ اس سے بڑھکر کہا گیا۔ معاذ اللہ یہودی کہا گیا۔ چھہتر برس بر سر منبر علیؑ پر لعن اور سب و شتم ہوتا رہا۔) یہ علوم شرعیہ کے متعلق ہے کہ ان کو بھی ان صاحبان علم لدنی۔ وارثان کتاب معلمان الٰہی اور خدا کی بولتی ہوتی کتابوں سے نہ لیا گیا۔ باقی دیگر علوم عالم امکان کا تو ذکر ہی کیا۔ کتنے مسلمان عالم ہیں جو آجکل کے مروجہ علوم قرآن پاک سے بیان کر دیں؟ حالانکہ یہ علوم علوم قرآن کے مقابلہ میں صحرا اور ذرہ کی مثال ہیں۔ اہل القرآن اور عالم علم القرآن کے مدعی از روئے حقیقت ثابت کریں کہ قرآن پاک کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء۔ تبیانا لکل شیء۔ وکل شیء احصینٰہ فی امام مبین۔ حالانکہ صاحبان علوم حقیقیہ ان تمام علوم کے اشارات وقتاً فوقتاً ارشاد بھی فرماتے رہے ہیں اور بعض عارفین اور اہل باطن اور کاملین نے ان میں سے کچھ حصہ لیا بھی ہے۔ پھر بھی مدعیان قرآن سے یہ امید نہیں ہے۔ کہ ان علوم کا قرآن سے استنباط کر کے دکھلا دیں اگر کسی کو دعویٰ ہو تو میدان میں آئے اور قرآن پاک کی ان آیتوں کی عملی تفسیر کر کے عالم پر اسلام کی حقانیت و فضیلت کو ظاہر کر دے۔ اور کل عالم اسلامی کو ممنون احسان بنائے۔ وانی لھم ذالک۔

یازدہم۔ اس اختلاف اور تنازع اور شور و شغب کے بعد امامۃ الناس۔ ہدایۃ الخلق۔ خلافت الرسولؐ

کا کوئی مسلم اور معین مرکز اور معیار نہ ہونے سے اول سقیفہ میں قیل و قال کا بازار گرم ہوا کبھی منا امیر و منکم امیر کی آواز بلند ہوئی اور کبھی منا امیر و منکم وزیر کی صدا سنائی دی کبھی ہجرت سند فضیلت سنائی گئی اور کبھی نصرت رسولؐ کا تحفہ پیش کیا گیا اور ایسی کشمکش ہوئی کہ بقول ایک بزرگ کے "اگر میں ہوتا تو میں بھی دعویٰ کرتا اور ہو بھی جاتا"۔ اگر حضرت عمر کی تدبیر فوری بیعت حضرت ابی بکر میں کارگر ثابت نہ ہو جاتی تو بلاشبہ مہاجرین و انصار میں دفن رسول اللہ سے پہلے تلوار چل جاتی۔ اس کشمکش کے بعد ایسا شیرازہ بکھرا اور اصول بگڑا کہ خلافۃ الرسولؐ۔ امارت المسلمین۔ امامۃ الناس۔ حمام کی لنگی ہو گئی جس نے اٹھائی باندھ لی۔ وہی پیشوائے مسلمین امیر المومنین کہلانے لگا۔ اور رسول اللہ کا برحق جانشین ہو گیا۔ ہر کس و ناکس۔ اہل۔ نا اہل جس کو موقع ملا اور جتھا بنا لیا۔ اسی نے دعویٰ کر دیا۔ اور ایک ایک وقت میں ساٹھ ساٹھ دعویداران خلافت جمع ہو گئے اور سب نے کچھ نہ کچھ جماعت بنالی (تاریخ الخلفاء) نیک و بد کی کوئی تمیز نہ رہی۔ صالح المومنین۔ امام المتقین۔ سر اللہ فی العالمین آیتہٗ فی السمٰوات والارضین۔ نفوس قدسیہ۔ خانہ نشین اسیر و ذلیل ہو گئے۔ ؎

مدارس آیات خلت من تلاوت ❊ و منزل وحی مقفر العرصات

اور افسق الفاسقین۔ مخرب دین مبین بلکہ دشمنان حضرت ختم المرسلین امیر المومنین کہلاتے۔ صدیق۔ فاروق۔ ذوالنورین۔ اور علی مرتضیٰ کے ساتھ مسلک امامت و خلافت میں یزید۔ مروان۔ ولید زندیق۔ مروان الحمار وغیرہم مسلک نظر آئے۔ مرتبہ امامت جو انبیاء و اولیاء کا حق ہے (انی جاعلک للناس اماما۔ و من ذریتی لاینال عہدی الظالمین) آئمین غادرین ظالمین متبدعین نے پایا۔ حق باطل اور صدق کذب کی صورت میں منعکس ہو گیا۔ حلال خدا حرام اور حرام خدا حلال ہونے لگا۔ بلکہ دین محمدی ایک مضحکہ بن گیا۔ اس کیساتھ استہزاء ہونے لگا۔ زانیہ عورتوں نے شراب پیکر مردانہ لباس میں پیش نمازی کی۔ یہود اور مجوس کے دین نے اسلام کی صورت میں رواج پایا۔ (تاریخ خمیس جلد دوم)

"لیبک علی الاسلام من کان باکیا"

رسول اللہ جن کی شان میں لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول ہے اس کو جانتے تھے یہ دن ان کے پیش نظر تھا یہ واقعات ان کے سامنے تھے۔ شہید عالم ان کا نظارہ کر رہا تھا۔ اور اسی واسطے مرض میں سخت بےچین تھا یہی صدمہ اس کو بےقرار کئے ہوئے تھا۔ دل میں خلش تھی۔ یہی کھٹکا تھا اور چاہتا تھا۔ ایک ہدایت نامہ چھوڑ جائے اور امت کو اس گمراہی سے اور اپنے دین کو اس تباہی سے بچالے۔ مگر افسوس کہ حضور کا مدعا پورا نہ ہوا۔

دوازدہم۔ قرآن بھی مہجور ہو گیا اور اس کیساتھ حملہ شعائر اللہ اور حرمات اللہ کی توہین ہوئی۔ قرآن اور

رسولؐ خدا دونوں کا بیان ہے کہ قوم رسول اللہؐ نے قرآن کو ترک کر دیا قرآن میں خداوند عالم قول رسولؐ کی یوں حکایت فرماتا ہے۔ وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجوراً۔ (فرقان ع ۳) اور رسول اللہؐ خدا کے سامنے روز قیامت عرض کریں گے کہ پروردگار میری قوم (قریش) نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔ اس کو پس پشت ڈال دیا۔ یہ رسولؐ کا قول۔ قرآن کا بیان ہے خدا کی تصدیق ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟ ہرگز نہیں! تو کیا واقعاً قوم رسولؐ اللہ نے قرآن کو ترک کر دیا؟ کس طرح؟ کیونکر؟ ہر مسلمان کے گھر میں قرآن ہے۔ ہزاروں حافظ قرآن ہیں تقریباً ہر مسلمان بچہ قرآن پڑھتا ہے۔ ہر ایک مُلّا اور مولوی قرآن سے وعظ کرتا ہے۔ ہر ایک مصنف اپنی تصنیف میں قرآن سے اقتباس آیت کرتا ہے۔ ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب پر قرآن سے دلیل لاتا ہے۔ کس طرح قرآن ترک کر دیا گیا؟ یا تو خدا جھوٹا یا مسلمان۔ بیشک خدا سچا اصدق الصادقین ومن اصدق من اللہ قیلا۔ اس کا رسولؐ صادق امین۔ اس کی کتاب صدق مطلق۔ بلاشبہ قوم رسولؐ اور اس کے ساتھ مسلمانوں نے قرآن چھوڑ دیا۔ الفاظ باقی ہیں۔ رسم باقی ہے حقیقت معنویہ مفقود ہے عمل مفقود ہے۔ علم مفقود ہے۔ کیونکہ قرآن و آل رسولؐ توام ولازم وملزوم ہیں۔ ایک چھوٹا تو دوسرا چھوٹا۔ اہلبیت نبوت و رسالت کو چھوڑا بلکہ تباہ کر کے چھوڑا۔ خاک میں ملا کر چھوڑا۔ ان کے ساتھ قرآن بھی چھوٹ گیا۔ رسول اللہؐ کی طرح اس کی بھی بے حرمتی ہوئی آل رسولؐ کی طرح وہ بھی پارہ پارہ کیا گیا۔ خانہ رسولؐ و مسند رسولؐ و خانہ فاطمہؑ کی طرح وہ بھی جلایا گیا۔ کسی نے خاک میں ملایا۔ کسی مدعی خلافت نے جلایا کسی مدعی نے تیر کا نشانہ بنایا (تاریخ خمیس جلد دوم۔ تاریخ الخلفاء ابن قتیبہ وغیرھما) قرآن کی بے حرمتی کے ساتھ جملہ شعائر اللہ کی بے حرمتی ہوئی۔ قرآن کے بعد کعبہ جلایا گیا۔ حرم رسولؐ تباہ کیا گیا مسجد رسولؐ اصطبل بنائی گئی۔ نمازیوں کے بجائے مسجد میں گھوڑے بند ہے۔

قرآن کے اوراق اور کربلا کی خاک

برخوان غم چو عالمیا نرا صلا زدند۔ ✤ اوّل صلا بسلسلہ انبیاء زدند
نوبت باولیا چو رسید آسماں طپید۔ ✤ زاں ضربتے کہ برسر شیر خدا زدند
بس آتشے زا نگر الماس ریزہا۔ ✤ افروختند و بر حسنؑ مجتبےٰ زدند
وانگہ سرادقے کہ فلک محرمش نبود ✤ کندند از مدینہ و در کربلا زدند
از تیشۂ ستیزہ دراں دشت کوفیاں ✤ بس نخلہا زگلشن آل عبا زدند
بس ضربتے کزاں جگر مصطفےٰ درید ✤ بر حلق تشنہ خلف مرتضیٰ زدند
اہل حرم دریدہ گریباں کشادہ موے ✤ فریاد بر در حرم کبریا زدند

روح الامیں نہادہ بزانو سر حجاب۔
تاریک شد ز دیدن او چشم آفتاب

مدینہ میں خانوادۂ رسولؐ کی تباہی کی بنیاد رکھی گئی۔ کربلا میں خانہ رسولؐ کی بنیادیں اکھاڑ پھینکی گئیں۔ مدینہ میں خانۂ فاطمہؑ کے جلانے کا اہتمام کیا گیا کربلا کے میدان کی جلتی ریت پر سرادق عفت وطہارت کو پھونک دیا گیا مدینہ میں بضعۃ الرسولؐ کو رونے کے لئے گھر سے نکالا گیا کربلا میں دختران فاطمہؑ کو روتا ہوا خیموں سے نکالا گیا اور دربدر پھرایا گیا۔ حرم کی بے حرمتی کے ساتھ آہوان حرم کا شکار حلال ہو گیا۔ رسولؐ کی بے غرتی کے بعد بضاعت رسولؐ خاک میں مل گئی ؎

کہتے ہیں کہ گھر کربلا میں زہراؑ کا ✤ ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

قرآن روح رسولؐ ہے اور حسینؑ جان رسولؐ۔ قرآن علم رسولؐ ہے۔ اور حسینؑ عرفان وایمان رسولؐ قرآن اخلاق محمدیؐ ہے اور حسینؑ آئینہ جمال احمدیؐ۔ قرآن باطن رسولؐ ہے اور حسینؑ گوشت وپوست وخون اور جگر گوشۂ رسولؐ ہے۔ جائے قرآن در سینۂ رسولؐ است وخوابگاہ حسین بر سینۂ رسولؐ۔ قرآن کا لانیوالا جبرئیلؑ۔ حسین کا گہوارہ ہلانے والا جبرئیلؑ۔ قرآن پاک ومقدس حسین طاہر وطیب۔ قرآن کتاب صامت حسینؑ مثل نبیؐ وعلیؑ مصحف ناطق۔ قرآن نور ہے حسینؑ نورٌ علیٰ نور۔ قرآن ہدیً للمتقین ہے حسینؑ ہدیً للعالمین۔ قرآن کتاب مبین ہے حسینؑ امام مبین۔ حقیقت قرآن حقیقت حسینی سے مثل رسولؐ اتحاد رکھتی ہے۔ اس لئے حسینؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن حسینؑ کے ساتھ ہے۔ حسینؑ حق کیساتھ ہے اور حق حسینؑ کیساتھ۔ نہیں نہیں حسینؑ قرآن ہے اور قرآن حسینؑ۔ حسینؑ کے ہر عضو بلکہ ہر موئے تن میں نورِ قرآن نمایاں ہے اور قرآن کی ہر ایک آیت میں ضیاء حقیقت حسینی آشکار۔ ایک میں دوسرے کا صاف عکس نظر آتا ہے ؎

بادہ نہاں وجام نہاں آمدہ پدید ✤ درجام عکس بادہ و در بادہ عکس جام

قرآن جام شراب معرفت خدا ہے اور حسینؑ بادہ نوش عشق خدا۔ اِن للّٰہ شرابًا لاولیائہٖ اذا شربوا السکروا واذا سکروا الخ ف ۱۲

قرآن ولید کے تیروں کا نشانہ بنا اور پارہ پارہ کیا گیا۔ حسین یزید کی تیغ وسہام ظلم وجور کا نشانہ بنا اور عضو عضو جدا کیا گیا اور اس کے جگر کے ٹکڑے خاک میں ملائے گئے۔ اس کے دلبند خون میں نہلائے گئے اور آج تک اس مصحف ناطق کے اوراق پریشان کرب وبلا کی خاک میں مدفون ہیں۔

سب بھانجے بھتیجے شہ دین کے مر گئے ✤ اوراق یوں کتاب خدا کے بکھر گئے

صبح عاشور مصحف ناطق بیت نبوت ورسالت سے برآمد ہوا ہمشکل پیغمبر نے صبح کی آذان دی تکبیر وتہلیل کی صدا سے میدان کرب وبلا گونج اٹھا۔ شمع امامت کے پروانے عشق الٰہی میں محو۔ گرد جمع ہو گئے۔ مجاہد نمازیوں کی آخری صف امام برحق کے پیچھے حیرت انگیز شان سے اس طرح قائم ہوئی جو کبھی چشم فلک نے نہ دیکھی تھی اور نہ دیکھے گی نہ ایسا امام ملے گا نہ ایسے ماموم اور نہ ایسا میدان جہاد ہوگا اور نہ ایسی نماز وعبادت ؎

لب پہ درود اشکوں سے آنکھیں بھری ہوئیں ✦ تلواریں سجدہ گاہوں کے آگے دھری ہوئیں

ایک طرف مجاہدین کی صفِ نماز تھی۔ دوسری طرف خیمۂ اطہر میں سیدانیاں صف بستہ اس جماعت کا نظارہ کر رہی تھیں۔ نمازیوں کی قنوت میں دعا تھی کہ آج یہ عشق الٰہی کی مہم بخوشی و بخیر و خوبی سر ہو اور ادھر بیبیاں دست بدعا تھیں کہ یہ ہماری قربانیاں آج بارگاہ الٰہی میں قبول ہوں۔ یزیدی فوج میں قرنا پھونکی۔ نقارہ پر چوٹ پڑی۔ سپاہ مسلح ہوئی۔ صف بندی کے بعد سردار لشکر عمر سعد نے مصحف ناطق کی طرف تیر چھوڑا۔ نمازیوں نے نماز ختم کی اور تیر آ آ کر مصلے پر سرنگوں ہو گئے اور اس معدن تسلیم و رضا نے فرمایا یا خیل اللہ ارکبی۔ اے فوج خدا سوار ہو جا۔ ان اللہ قد اذن لکم فی قتلکم فعلیکم بالصبر اللہ نے ہمیں قتل ہونے کی اجازت دیدی ہے۔ پس ہمکو صبر لازم ہے۔

"مڑ کے حضرت نے دیا حکم کمر بندی کا"

آگیا جوش دُعا یہ سن کے ہر دیں دار کو ✦ عید قرباں ہو گئی شہ کے رفیق و یار کو
فاقہ و تشنہ لبی کی حس مٹا جاتی رہی ✦ جھوم جھوم اٹھے مجاہد دیکھکر تلوار کو
ملتجی تھے نوجواں بوڑھوں سے پہلے ہم مریں ✦ تھے مصر بچے کہ اول جائیں ہم پیکار کو
اپنے گہوارے میں ہمکا اصغر تشنہ جگر ✦ روح بالیدہ ہوئی ہوش آگیا بیمار کو
بیبیوں نے پیشکش شوہر کئے لے دعا ✦ مائیں بچے لائیں نذر سید ابرار کو
بھائیوں کو کرتی تھیں تیار بہنیں بہر جنگ ✦ فدیۂ اول بنیں یہ شوق تھا انصار کو
خادموں نے عرض کی ہم بھی ہیں مشتاق ارم ✦ چاہئے دیکھیاں ان غلاموں کا بھی کچھ سرکار کو
اونٹ اُٹھے گھوڑے بڑھے ٹاپیں زمیں پر مار کر ✦ ہلگیا دشت بلا جنبش ہوئی اشجار کو
مچھلیاں دریا سے اُبھریں آئے اُڑ اُڑ کر طیور ✦ انتہا یہ ہے کہ حرکت ہو گئی کوہسار کو

سب قوائے فطری آئے یک بیک ہیجان میں
کیا کشش کیا جذب تھا اس مرکز ایمان میں

لشکر فسق و فجور۔ زہد و تقویٰ کے مٹانے کو۔ فوج باطل حق کے دبانے کو۔ اسیر نفاق۔ ایمان کے دھمکانے کو جماعت کذب و زور مجسمہ صداقت کو خاک میں ملانے کو۔ قرآن سوز اور قرآن دوز گروہ مصحف ناطق کو نشانہ بنانے کو آمادہ ہوا۔ مصحف ناطق۔ قبلہ انام و کعبہ ایمان و اسلام۔ دلبند بتولؑ۔ لخت جگر رسولؐ۔ آئینہ جمال محمدیؐ۔ مظہر جلال ایزدی۔ ناقہ رسولؐ پر سوار ہوا۔ عبائے رسولؐ کندھے پر ڈالی۔ عمامۂ رسولؐ سر اقدس پر رکھا۔ زرہ پہنی حمزہ کی ڈھال پشت پر لگائی۔ ذوالفقار دست مبارک میں لی اور قرآن شریف کو حمائل کیا۔ کتاب اللہ و عترتی کا حقیقی نقشہ

دکھایا۔ کتاب صامت (قرآن) نے کتاب ناطق کے گلوئے مبارک میں حمائل ہو کر نور علیٰ نور کی تفسیر کی۔ خطبہ شروع کیا اور مصحف ناطق کی زبان سے توحید و معارف کے دریا بہے اور وہ حمد و ثنائے الٰہی ادا کی جس کے سننے سے پہلے گوش عالم نا آشنا تھے اور پھر فرمایا انشدکم اللہ ھل تعرفونی۔ تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ تمہیں خدا کی قسم کیا جانتے ہو کہ میرا نانا خدا کا فرستادہ رسولؐ ہے؟ کہا۔ بیشک ہم جانتے ہیں۔ فرمایا کیا جانتے ہو کہ میری ماں فاطمۂ بنت رسولؐ ہے میرا باپ علی مرتضیٰؑ ہے۔ میری نانی خدیجہؓ ہے۔ سید الشہداء حمزہؓ میرے باپ کے چچا ہیں۔ جعفر طیار جو بہشت عنبر سرشت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا ہیں کہا خدا گواہ ہے ہم جانتے ہیں (فرمایا) تمہیں خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میں لٹکائے ہوتے ہوں میرے نانا کی تلوار ہے۔ یہ زرہ جو پہنے ہوں رسول اللہ کی زرہ ہے۔ یہ ڈھال جو میں لگائے ہوں حضرت حمزہ عم رسولؐ اللہ کی ڈھال ہے۔ یہ عمامہ جو میرے سر پر ہے رسولؐ خدا کا عمامہ ہے۔ تمہیں خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ علیؑ سب سے پہلے ایمان لانیوالے سب سے بڑھکر عالم اور سب سے بڑھکر حلیم۔ اور ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ تھے۔ کہا۔ ہاں خدا گواہ ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ فرمایا۔ پھر کس لئے میرا خون حلال جانتے ہو حالانکہ میرا باپ کچھ لوگوں کو حوض سے اس طرح ہنکائیگا اور دھکیلیگا جس طرح اجنبی اونٹ پانی پر سے ہنکایا جاتا ہے اور لواء الحمد اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ کہا۔ ہاں ہم سب کچھ جانتے ہیں مگر ہم تم کو نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ آپ پیاسے ہی جام شہادت پئیں۔ یہ بھی فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم ہے کہ رسولؐ اللہ نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے لئے فرمایا ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ اگر یقین نہیں تو تم میں بعض اصحاب رسولؐ موجود ہیں ان سے پوچھ لو۔ پوچھو۔ ابو سعید خدری سے۔ سہل بن سعد عدی سے۔ زید بن ارقم سے۔ انس بن مالک سے یہ تمہیں خبر دیں گے کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کا یہ قول سنا ہے۔

شمر ذی الجوشن جواب دیتا ہے کہ میں مشرک ہی ہوں اگر میں تمہاری بات سمجھتا ہوں کہ کیا کہتے ہو حبیب ابن مظاہر نے فرمایا۔ بیشک تو سچ کہتا ہے ایسا ہی ہے۔ اللہ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔ ایک خطبہ کا جواب ملا کہ نقاتلک بغضاً لابیک تمہارے باپ کی دشمنی ہیں تم سے لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ تم نے خدا کی اطاعت کا اقرار کیا رسولؐ پر ایمان لائے اب اس کی ذریت و عترت پر چڑھائی کی ہے۔ قتل پر آمادہ ہو لقد استحوذ علیکم الشیطان فانساکم ذکر اللہ العظیم فتبًا لکم ولما تریدون انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ھٰؤلاء قوم کفروا بعد ایمانھم فبعداً القوم الظالمین۔ بیشک تم پر شیطان غالب ہے اس نے ذکر خدا تم سے بھلا دیا ہے پس برا انجام ہو تمہارا اور تمہارے اس کام کا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔ خدا ان ظالموں کو تباہ کرے۔ توحید کے پتلے نے خطبہ توحید ختم کیا۔ کتاب اللہ نے ہدایت خلق کے فرض کو ادا کیا اور اس مصحف ناطق

پر دشمنانِ خدا و رسولؐ کی طرف سے تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوا۔ فوجِ خدا کے سپاہی دادِ شجاعت دے دے کر شربتِ شہادت سے سیراب ہونے لگے۔ شمعِ امامت کے پروانے آتشِ عشق و محبت میں کرب و بلا کی جلتی زمین پر قربان ہو کر گرنے لگے۔ میدان میں خون کی ندیاں بہیں۔ اصحاب کے بعد آلِ رسولؐ کی باری آئی اور وہ تین دن کے پیاسے دریائے خون میں غوطے کھانے لگے۔ قاسمؑ و احمدؑ خاک و خون میں غلطاں ہوئے۔ عونؑ و محمدؑ زمین پر لوٹے۔ علی اکبرؑ نے سینے پر برچھی کا پھل کھایا۔ عباسؑ کے شانے قلم ہوتے۔ ایک چند سالہ بچہ خیمہ سے نکلتا ہے۔ حسینؑ کی طرف دوڑتا ہے کانوں میں گوشوارے ہوا سے ہلتے ہیں اور غم و غصہ سے بدن کانپتا ہے۔ ایک بیرحم ظالم تیر کا نشانہ لگاتا ہے بچہ واعماہ کہ کر خاک پر لوٹنے لگتا ہے ماں دوڑ کر گلے سے لگاتی ہے حسینؑ صبر کی وصیت فرماتے ہیں۔ حسینؑ خیمۂ اطہر میں تشریف لاتے ہیں اور بہن سے فرماتے ہیں کہ میرے برادرزادے کو مجھے دو کہ اس کو پیار کر لوں۔ ابراہیم نام ایک شہزادہ اولادِ حسنؑ کو حسینؑ کی گود میں دیا جاتا ہے۔ حسینؑ ابھی پیار کرتے ہیں کہ ایک شقی کا تیر بچہ کا کام حسینؑ کی گود میں تمام کرتا ہے۔ حسین بچے کا منہ چوم کر اس چاند کو خاک میں چھپا دیتے ہیں۔ خیمہ سے فریاد بلند ہوتی ہے۔ یعنی اصغرِ بے شیر گہوارے میں شدتِ تشنگی سے جاں بلب ہے۔ حسین بچے کو گود میں لے کر ناخدا ترس دشمنوں سے سوالِ آب کے قصد سے روانہ ہوتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں جواب میں حرملہ کا تیر گلوئے معصوم کے ساتھ بازوئے حسینؑ کو بھی زخمی کر دیتا ہے۔ حسینؑ آسمان کی طرف سر بلند کر کے عرض کرتے ہیں خداوندا گواہ رہنا کہ ان ظالموں نے قصد کر لیا ہے کہ تیری نبیؐ کی عترت میں سے کسی کو زندہ باقی نہ چھوڑیں گے۔ خداوندا چونکہ یہ سب تیری نظروں کے سامنے ہے اس لئے میں خوش اور راضی ہوں۔ اب لشکرِ شیطان ہے اور یہ ناطقِ قرآن اور معدنِ اسلام و ایمان

نہ مونسے نہ رفیقے نہ کثرۃ الناسے ❊ نہ قاسمے نہ علی اکبرے نہ عباسے

فنظر یمینا و شمالاً و قال ھل من ناصر ینصرنا ھل من ذاب یذب عن حرمنا ھل من موحد یخاف اللہ فینا۔ جب کوئی ناصر و مددگار نہ رہا کوئی مجاہد نہ رہا اور لشکرِ یزیدِ پلید سے مبارز طلبی ہوئی حسینؑ خود آئیے یا کسی نوجوان کو بھیجئے۔ تو آخری رخصت کو خیمہ پر تشریف لائے۔ کہنہ لباس زیبِ بدن کیا۔ مخدراتِ عصمت کو قید و اسیری کی خبر دے کر صبر کی تلقین فرمائی۔ خیمۂ اطہر میں کہرام برپا ہوا سب کو روتا اور ولیعہدِ امامت کو غش میں پڑا چھوڑ کر گھر سے نکلے۔

حسین جب کہ چلے بعدِ دوپہر رن کو ❊ نہ تھا کوئی کہ جو تھامے رکابِ توسن کو
سکینہ جھاڑ رہی تھی قبا کے دامن کو ❊ حسینؑ چپ کے کھڑے تھے جھکا کے گردن کو
نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو

فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو

تین دن کا بھوکا پیاسا خدا کا شیر میدان میں آیا۔ روباہ صفت بزدل۔ نامرد۔ ناخدا ترس لشکر میں کھلبلی پڑ گئی۔ مظہر قہر الٰہی۔ معنی جبروت ایزدی غضبناک تھا۔ ہر حملہ میں نابکار فوج کی پچھاڑی کوفہ کی بھیڑ سے ٹکراتی تھی۔ اور میلوں پیچھے ہٹ جاتی تھی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ میدان خون سے لالہ زار ہوگیا۔ پیاسا بہادر دریا پر وارد ہوا۔ گھوڑا ڈال دیا۔ چلو میں پانی اٹھایا تو ادہر پیاسے شہیدوں کی پیاس کی یاد نے بے چین کیا۔ ادہر سے فوج اشقیا میں سے ایک خبیث نے تیر چھوڑا۔ دہن مبارک پر لگا۔ خون سے پانی معاف ہوگیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ زبان مبارک سے فرمایا اور ادہر کسی لعین نے آواز دی۔ اے حسینؑ تم پانی پیتے ہو اور تمہارے خیمے کو فوج لوٹ رہی ہے۔ شبیر دریا سے پلٹا اور لشکر شیطانی نے پھر آ گھیرا۔ ذوالفقار چمکی اور پھر الامان الامان۔ یا حسینؑ کی صدا بلند ہوئی۔ شمر ملعون نے خیمہ حسینؑ کو لوٹنے کا قصد کیا۔ اور ایک دستہ ادہر بھیجا۔ مظہر غیرت الٰہی کو جوش آگیا آواز دی ویحکم یا شیعۃ آل ابی سفیان ویا شیعۃ الشیطان ان لم یکن لکم دین ولا تخافون المعاد فکونوا احرارًا وارجعوا الی احسابکم ان کنتم اعرابا کما تزعمون۔ انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی فامنعوا سفہائکم عن التعرض لحرمی ما دمت حیا فان النساء لم یقاتلکم اے پیروان آل ابی سفیان والے گروہ شیطان۔ اگر تم میں دین نہیں ہے اور روز قیامت سے نہیں ڈرتے ہو تو تم شریف بنو اور اپنے حسب و نسب کی طرف رجوع کرو کہ تم اپنے کو عرب کہتے ہو میں تم سے لڑ رہا ہوں تم مجھ سے لڑ رہے ہو۔ ان اپنے سفیہ اور احمقوں کو روکو کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے اہل حرم سے تعرض نہ کریں۔ شمر ملعون شرمندہ ہوا۔ اور باز رہا۔ وقت عصر قریب آگیا۔ نابکار لشکریوں نے الامان کی صدا بلند کی۔ ہاتف غیبی نے ندا دی یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود اے ایمان والو اپنے عہد کو اور وعدہ کو پورا کرو۔ جہاد کر چکے اب صبر کے جوہر دکھاؤ۔ فکف عن القتال ووضع یدہ علی یدہٖ وقال لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ تبرکات ذوالجناح پر باندھے۔ شوق وصال غالب ہوا اور زبان حال سے فرمایا ؎

سر کٹا کر میں شریک شہدا ہوتا ہوں ✤ آج میں تیری امانت سے ادا ہوتا ہوں

ابوالحبوب الجعفی لعنہ اللہ نے تیر چھوڑا اور تیروں سے مصحف ناطق کی اس پیشانی کو بوسہ دیا جس کو رسول اللہؐ چوما کرتے تھے۔ خون نے روئے مبارک گلگوں بنا دیا اور کلام اللہ الناطق سے آواز آئی اللہم انک تری ما انا فیہ من عبادک ہولاء العصاۃ۔ مولا۔ آقا۔ پیارے خدا تو دیکھتا ہے کہ تیرے ان نافرمان بندوں سے کس حال میں مبتلا ہوں۔ کسی سنگدل نے ایک پتھر پھینکا۔ پیشانی پر لگا۔ عبا کے دامن سے

چہرۂ مبارک کو صاف کیا کہ ایک زہر آلودہ تیر سہ پہلو قلب مبارک پر لگا۔ قال بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلیٰ ملۃ رسول اللّٰہ اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے معبود سے عرض کیا الٰھی انت تعلم انھم یقتلون رجلا لیس علی وجہ الارض ابن نبی غیرہ۔ میرے معبود تو جانتا ہے کہ یہ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ جس کے سوا روئے زمین پر کوئی اور فرزند رسول نہیں ہے۔ خون روئے مبارک پر ملا اور فرمایا ھکذا اکون حتی القی جدی رسول اللّٰہ وانا مخضوب بدمی۔ اسی طرح سرخرو اپنے نانا سے ملاقات کروں گا پانچہزار تیر انداز تیروں کی بارش برسانے لگے اور مصحف ناطق کا جسم مشبک ہو گیا۔ صالح بن وہب المری نے پہلوئے اقدس پر نیزہ کا وار کیا مصحف الٰہی بپشت زین سے زمین پر گرا

بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد ✦ اگر غلط نہ کنم عرش بر زمین افتاد

زرعہ بن شریک خبیث نے بائیں بازو پر ضرب شمشیر لگائی اور کسی دوسرے پلید نے کندھے پر مصحف ناطق سجدۂ خالق میں زمین پر جھک گیا۔ سیدانیاں ایک ٹیلہ پر کھڑی ہیں مظلوم فوج اشقیا میں گھرا ہوا ہے خیمہ اطہر کی طرف رُخ ہے۔ کبھی سنبھلتا ہے اور کبھی گر پڑتا ہے۔ دن ڈھلے آفتاب امامت غروب ہوتا ہے مصحف ناطق خاک و خون میں غلطاں دکھائی دیتا ہے لشکر میں صدائے تکبیر بلند ہوتی ہے۔ بھائی ذبح ہو رہا ہے بہن خاک پر لوٹ رہی ہے۔ بیبیوں میں حشر برپا ہے۔ شمر ذی الجوشن سر قلم کر لیتا ہے۔ عالم سیاہ ہو جاتا ہے۔ روئے زمین پر طوفان آتا ہے آندھی چلتی ہے اور جبرئیل مجنونوں کی طرح سر پیٹتے ہیں پنجتن پاک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بیبیاں سر پیٹتی خیموں سے نکل آتی ہیں۔

آہ آہ آندھی چلی دشت بلا تھرا گیا ✦ ایک اندھیرا سا فضائے کربلا پر چھا گیا

آفتاب آیا گہن میں خون کی بارش ہوئی ✦ شمر کے ہاتھ میں شبیرؑ کا سر آ گیا

ہو گیا برپا تلاطم خیمہ گاہ شاہ میں ✦ لوٹنے کو قوم بدگوہر کا لشکر آ گیا

آسماں پھٹ پڑ زمیں دھنس جا ہوا رک جا دین ✦ ننگے سر کنبہ نبی کا گھر سے باہر آ گیا

کوہسار و پست ہو۔ کر بند آنکھیں آفتاب ✦ شمر اہل بیت کو بے پردہ لے کر آ گیا

طائرو۔ اُڑ جاؤ۔ مخلوقو ہو پیوند زمیں ✦ چھیننے کو اک شقی زینبؑ کی چادر آ گیا

سوکھ جا اے علقمہ! ہاں خاک میں مل اے فرات ✦ تشنہ کاموں کیلئے اب آب کوثر آ گیا

کربلا کے جعفر طیار! عباسؑ جری ✦ دیکھئے تو آپ کے بالیں پہ گھر بھر آ گیا

بے کفن کشتو۔ خدا کے واسطے منہ ڈھانپ لو ✦ قافلہ رانڈوں کا مقتل میں کھلے سر آ گیا

او مسلمانو! اسی مذہب پہ اتراتے ہو تم ✦ دین کا کیا ذکر تم سے کفر بھی شرما گیا۔

چہرۂ مبارک کو صاف کیا کہ ایک زہر آلودہ تیر سہ پہلو قلب مبارک پر لگا۔ قال بسم اللہ وباللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے معبود سے عرض کیا الٰھی انت تعلم انھم یقتلون رجلا لیس علی وجہ الارض ابن نبی غیرہ۔ میرے معبود تو جانتا ہے کہ یہ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ جس کے سوا روئے زمین پر کوئی اور فرزند رسول نہیں ہے۔ خون روئے مبارک پر ملا اور فرمایا ھکذا اکون حتی القی جدی رسول اللہ وانا مخضوب بدمی۔ اسی طرح سرخرو اپنے نانا سے ملاقات کروں گا پانچ ہزار تیر انداز تیروں کی بارش برسانے لگے اور مصحف ناطق کا جسم مشبک ہو گیا۔ صالح بن وہب المری نے پہلوئے اقدس پر نیزہ کا وار کیا مصحف الٰہی پشت زین سے زمین پر گرا

بلند مرتبہ شاہے زصدر زین افتاد ❖ اگر غلط نہ کنم عرش بر زمین افتاد

زرعہ بن شریک خبیث نے بائیں بازو پر ضرب شمشیر لگائی اور کسی دوسرے پلید نے کندھے پر مصحف ناطق سجدۂ خالق میں زمین پر جھک گیا۔ سیدانیاں ایک ٹیلہ پر کھڑی ہیں مظلوم فوج اشقیاء میں گھرا ہوا ہے خیمہ اطہر کی طرف رخ ہے۔ کبھی سنبھلتا ہے اور کبھی گر پڑتا ہے۔ دن ڈھلے آفتاب امامت غروب ہوتا ہے مصحف ناطق خاک و خون میں غلطاں دکھائی دیتا ہے لشکر میں صدائے تکبیر بلند ہوتی ہے۔ بھائی ذبح ہو رہا ہے بہن خاک پر لوٹ رہی ہے۔ بیبیوں میں حشر برپا ہے۔ شمر ذی الجوشن سر قلم کر لیتا ہے۔ عالم سیاہ ہو جاتا ہے۔ روئے زمین پر طوفان آتا ہے آندھی چلتی ہے اور جبرئیل مجنونوں کی طرح سر پیٹتے ہیں پنجتن پاک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بیبیاں سر پیٹتی خیموں سے نکل آتی ہیں۔

آہ آہ آندھی چلی دشت بلا تھرا گیا ❖ ایک اندھیرا سا فضائے کربلا پر چھا گیا
آفتاب آیا گہن میں خون کی بارش ہوئی ❖ شمر لیکر ہاتھ میں شبیرؑ کا سر آ گیا
ہو گیا برپا تلاطم خیمہ گاہ شاہ میں ❖ لوٹنے کو قوم بدگوہر کا لشکر آ گیا
آسماں پھٹ پڑ زمیں دشمن جا ہوا رک جا دہن ❖ ننگے سر کنبہ نبی کا گھر سے باہر آ گیا
کوہسار و پست ہو۔ گر بند آنکھیں آفتاب ❖ شمر اہل بیت کو بے پردہ لے کر آ گیا
طائرو۔ اڑ جاؤ۔ مخلوق تم ہو پیوند زمیں ❖ چھیننے کو اک شقی زینبؑ کی چادر آ گیا
سوکھ جا اے علقمہ! ہاں خاک میں مل آفرات ❖ تشنہ کاموں کیلئے اب آب کوثر آ گیا
کربلا کے جعفر طیار! عباسؑ جری ❖ دیکھئے تو آپ کے بالیں پہ گھر بھر آ گیا
بے کفن کشتو۔ خدا کیواسطے منہ ڈھانپ لو ❖ قافلہ رانڈوں کا مقتل میں کھلے سر آ گیا
او مسلمانو! اسی مذہب پہ اتراتے ہو تم ❖ دین کا کیا ذکر تم سے کفر بھی شرما گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

کتاب اللہ کے جوہر "خونا میں لپٹا"

قرآن کے ماننے والوں کے ہاتھوں حرمات اللہ۔ شعائر اللہ۔ رسول اللہ۔ آل رسول اللہ کی توہین وتحقیر وتذلیل اور دشمنان اسلام شیعیان آل ابی سفیان اور پیروان شیطان کا غلبہ عظمت وشوکت وسلطنت اس درجہ پہنچی کہ وہ وقت آگیا کہ دین ودنیا کے بادشاہ کی بیٹیاں رسولؐ زادیاں فوج اشقیاء میں قید واسیر ہو کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جائیں اور اہل اسلام تماشہ دیکھیں فوج میں جشن فتح ہو۔ شام میں یزید پلید کا دربار لگے۔ یزید خوش ہو کہ اس نے اپنے کافر آبا واجداد کا بدلا لے لیا مصحف ناطق کو خاک وخون میں ملا دیا۔ ارکان دین کو گرا دیا۔ نشان محمدی مٹا دیا اور اب وہ اتنی جرأت کرے کہ صاف کہے۔ کہ بنی ہاشم نے بادشاہت کا ایک کھیل بنایا تھا اور اہل شام دختران رسولؐ کو اسیر اور سر ہائے اہلبیت کو نیزوں پر بلند دیکھ کر کہیں کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے تم کو قتل کیا اور تمہارے جھوٹے دین کو ذلیل وخوار وباطل کیا۔ اسی دن کی بنیاد مرض الموت نبیؐ میں رکھی گئی تھی۔ اسی دن کی بنیاد کا استحکام سقیفہ میں ہوا تھا۔ اور اس لئے یہ کہنا عین حق ہے کہ حسینؑ روز سقیفہ قتل ہوئے۔ ہاں بیشک۔ اسی دن کا بویا ہوا تخم تھا جو یہ پھل لایا یزید خوش ہے کہ حسینؑ پر فتح پائی حجت خدا کو قتل کیا۔ کلام اللہ الناطق کو خاموش کر دیا۔ شمع محمدی کو بجھا دیا۔ سارے منافقوں میں جشن ہے کہ دین محمدی کا خاتمہ ہو گیا اور فاطمہؑ کا چاند خون کے دریا میں ڈوب گیا۔ لیکن وہ غافل ہیں جاہل ہیں عقل پر نشہ حکومت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ سوزن حرص وآز نے ان کی آنکھیں سی دی ہیں۔ مال ودولت کے غرور نے دماغ کو نور عقل سے خالی کر دیا ہے۔ حسد کی آگ نے ان کے سینہ ہائے پر کینہ میں رحم کو جلا کر خاک کر دیا ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ دل ہیں مگر سمجھتے نہیں اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا خدا فرماتا ہے۔ يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ (توبہ۔ نصف) کہیں نور خدا بھی گل ہو سکتا ہے۔ کہیں آفتاب رسالت بھی غروب ہو سکتا ہے۔ کہیں قمر امامت بھی گہن میں آسکتا ہے۔ کہیں دین خدا مٹ سکتا ہے۔ کبھی سلسلہ ہدایت قطع ہو سکتا ہے۔ کہیں کلام اللہ الناطق خاموش ہو سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں ؂

فانوس بن کے اس کی حفاظت ہوا کرے ✤ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

دیکھو غور کرو۔ عبرت پکڑو نصیحت حاصل کرو۔ خواب غفلت سے بیدار ہو۔ ہوش میں آؤ۔ اب اس کتاب کے جوہر دیکھو حسینؑ کا ہر عضو کلام اللہ ہر موئے تن کلام اللہ ہے۔ یہ مشک کے ٹکڑے ہیں زمانہ جتنا انہیں پیسے گا اتنا ہی یہ زیادہ مہکینگے المسک ما کررته یتضوع۔ ان کا جہاں جہاں ذرہ گریگا ہدایت کے جوہر دکھلائیگا

کیا اس مصحف ناطق کو خاک و خون میں ملا کر اس کے سر و تن میں جدائی ڈال کر۔ لسانِ حق کو خاموش کر دیا؟ کلام اللہ اور خاموش لا واللہ۔ اگر تنِ حسینؑ کے لاکھوں ٹکڑے کر کے خاک میں ملا دیئے جائیں اور خاک میں مل کر ذرہ ذرہ ہو جائیں پھر بھی مصحف ناطق خاموش نہ ہوگا۔ ہر ذرہ بولیگا اور خلق کی ہدایت فرمائیگا۔ اب تک تو بہت کم حضرات سمجھتے تھے کہ یہ خدا کی بولتی ہوئی کتاب ہے۔ اب سر و تن میں جدائی ہو جاتی ہے سر و تن زخموں سے چور چور ہو جاتے ہیں۔ جب اشقیاء اپنے زعم باطل میں حیات قطع کر دیتے ہیں۔ رُوح تن سے جدا ہو جاتی ہے اس وقت کلام اللہ الناطق کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ اس مصحف ناطق کا سر دستِ شمر نجس میں تکلم کرتا ہے اور اپنے قتل کے عذاب کی خبر دیتا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ نیزے پر بلند ہوتا ہے تو تکبیر کی صدا بلند ہوتی ہے۔ بازار کوفہ میں اہل حرم کا قافلہ اس شان سے پھرایا جاتا ہے کہ آگے شتران برہنہ پر اہل حرم سوار ہیں ایک بیمار کے پائے مبارک پشت شتر سے بندھے ہوئے ہیں۔ پنڈلیوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ پیچھے نیزوں پر سرہائے شہداء ہیں سب کے آگے آفتاب امامت ہے۔ رسولؐ کا چاند نیزے پر معراج پائے ہوئے ہے وہ زلفیں جن میں فاطمہؑ شانہ کرتی تھی ہوا سے اِدھر اُدھر اڑ رہی ہیں۔ تماش بینوں کا ہجوم ہے۔ اس جلوس کو دیکھنے کے لئے اہل کوفہ جمع ہیں۔ عورتوں لڑکیوں اور بچوں سے کوٹھے بھرے ہوئے ہیں۔ محملوں سے توحید کے خطبے ادا ہو رہے ہیں۔ ہدایت کے وعظ سنائے جا رہے ہیں۔ دین محمدیؐ کی تبلیغ و تعلیم ہو رہی ہے۔ زید بن ارقم صحابی اپنے مکان پر ایک کھڑکی میں بیٹھے ہیں قافلہ قریب پہنچتا ہے صحابیٔ رسولؐ کی سر فرزند رسولؐ پر نظر پڑتی ہے سر اقدس کھنکھارتا ہے اور باقاعدہ تلاوت قرآن شروع کرتا ہے اور موقع و محل کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت فرماتا ہے ام حسبتم ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اصحاب کہف ہماری عجیب آیات و نشانیوں میں سے تھے۔ زید بن ارقم بے تاب ہو جاتے ہیں عرض کرتے ہیں۔ فرزند رسولؐ تمہارا واقعہ فی الحقیقت اصحاب کہف سے بہت عجیب تر ہے ؎

دل مستِ محبت حسین ابن علیؑ است ٭ جان عاشق طلعت حسینؑ ابن علیؑ است
حقیقتِ اہل بیت بر خلق جہان ٭ ثابت ز شہادت حسینؑ ابن علیؑ است۔

ہاں اسی کو خدا کی بولتی ہوئی کتاب کہتے ہیں۔ اسی کا نام مصحف ناطق ہے۔ یہی ثانی کتاب اور ثانی ثقلین کے معنی ہیں۔ قاتلان حسینؑ بلاشبہ قرآن پاک کو پارہ پارہ کرنیوالے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ اس پر دعویٰ اسلام بھی کرتے ہیں ؎

سنگین دلان کہ سبط نبیؐ را بکین کشند ٭ دعویٰ دین کنند و خداوند دین کشند
قران کنند حفظ و لطہ کشند تیغ ٭ یٰسین کنند حرز و امام مبین کشند

یہ عترت رسولؐ اور اہلبیتِ رسالت کی شان ہے۔ ان کی موت و حیات ایک ہے۔ انہیں فنا میں بقا حاصل ہے۔ یہ مر کر بھی دین کو زندہ کرتے ہیں۔ ان کے گلوئے بریدہ باطل کی رگیں کاٹتے ہیں۔ ان کے کٹے ہوئے سر فسق کے سینے پر ضربیں لگاتے ہیں۔ ان کے خون کے قطرے منافقین کی پیشانیوں پر وبال و نکال ابدی کا نشان لگاتے ہیں اور ان کی قبریں ہمیشہ کے لئے مرکزِ ہدایت بنتی ہیں اور خلقِ خدا کی خاموش ہدایت کرتی ہیں۔

کوفہ سے تبلیغ دین اور ہدایت خلق کا فرض ادا کر کے یہ سرِ اقدس مع اپنے رفقاء شام کی منزلیں طے کرتا ہے۔ لشکرِ اشقیاء کا ایک راہب کے دیر پر گذر ہوتا ہے اور اجازت لیکر لشکر وہاں ٹھہر جاتا ہے۔ سرِ اقدس ایک حجرے میں صندوق میں مقفل کر کے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ خوابیدہ بخت لشکرِ اشقیاء مستِ خواب ہے اور بیدار بخت راہب اپنے نصیب کی طرح جاگ رہا ہے۔ اور حجرے کے گرد پھر رہا ہے اور اس کعبۂ ایمان کا طواف کر رہا ہے کہ اس کے اسرار سے مطلع ہو۔ فنظر فی شقوق الباب فرای فی الحجرۃ نوراً الطلع من الصندوق الذی فیہ راس الحسینؑ۔ کواڑ کی درز سے نگاہ کرتا ہے تو صندوق سے ایک نور ساطع دکھائی دیتا ہے۔ واذا سقف البیت قد شق ناگاہ سقف خانہ شق ہوتی ہے ایک عماری نور آسمان کی طرف سے اترتی ہے حضرت حوا تشریف لاتے ہیں پھر سارا۔ ہاجرا۔ راحیل۔ صفورہ اور خواہر موسیٰ آسیہ اور مریم مادر عیسیٰ تشریف لاتی ہیں۔ اور ایک اور عماری سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مادر فاطمۃ زہراؑ نزول اجلاس فرماتی ہیں۔ ثم ارتفع صوت البکاء و نحیب و ظہر ھودج من نور حولہ من الحور العین کثیر۔ پھر گریہ و بکا کی صدا بلند ہوئی اور ایک نورانی ہودج جس کو حوران بہشتی احاطہ کئے ہوئی تھیں اترا۔ ایک حوریہ نے آواز دی اے نصرانی آنکھیں بند کر لے کہ فاطمہؑ اپنے فرزند کے سر کی زیارت کو آتی ہے۔ راہب بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور نیز غشی کی حالت میں رونے پیٹنے کی آواز کیساتھ سنتا تھا۔ السلام علیک ایھا المظلوم السلام وعلیک ایھا الشہید اے مظلوم فرزند اے شہید راہ خدا تجھ پر اس دکھیا کا سلام ہو اے لخت جگر اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک غمگین مت ہو کہ خدا عنقریب تیرے قاتلوں سے انتقام لیگا۔ فاطمہؑ روئی اور ساتھ سب عورات روئیں فاطمہؑ نے اپنے فرزند کا مرثیہ پڑھا اور راہب نصرانی بالکل بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو حجرے کا دروازہ کھولا شمع لیکر سر اطہر کے پاس بیٹھا اور عرض کیا تجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے تجھکو یہ مرتبہ عطا کیا ہے تو بتلا کہ تو کون ہے۔ سر اقدس سے آواز آئی ایھا الشیخ انا المقتول ظلماً وعدواناً انا المغموم الذی مات عطشاناً میں ظلم و ستم کا مارا شہید ہوں اپنے عزیزوں اور وطن سے جدا ہو کر پیاسا ذبح کیا گیا۔ نصرانی نے عرض کیا کچھ اور بیان کیجئے۔ آواز آئی انا الحسینؑ بن محمد ن المصطفیٰ وابن علیؑ ن المرتضیٰ وسرور قلب الزہراء وہ نصرانی خوب رویا اور اپنے ستر ساتھیوں کو جمع کیا اور قصہ سنایا وہ سب کے سب اس کیساتھ مسلمان ہو گئے اور

کتاب اللہ الناطق نے یہاں بھی فرض ہدایت کو پورا کیا ان تازہ مسلمانوں نے قاتلان حسین سے اونکی اجازت چاہی سر حسینؑ نے جزاکم اللہ خیراً فرما کر صبر کی تلقین فرمائی ۔ واللہ ۔ ھذا ھو الکتاب الناطق وھو حسبنا ۔ دیکھیں کون طاقت ہے جو اس مصحف ناطق کو بولنے سے روکدے جسمانی حکومت اور شے ہے اور روحانی نصرت اور ۔ کلام خدا اور ہے اور کلام لبشر اور این التراب واین رب الارباب ۔

لٹا ہوا قافلہ شام میں داخل ہوتا ہے ۔ ایک اسیر مومنہ جو محبت حسینؑ میں اسیر ہوئی ہے سڑک سے دور قید خانہ کے دروازہ پر زیارت کی منتظر ہے ۔ سر وہیں رک جاتا ہے نیزہ زمین میں گڑ جاتا ہے اور نظر اس مومنہ پر جم جاتی ہے راز نہیں کھلتا بیمار پر سختی ہوتی ہے اور سر اقدس سے آواز آتی ہے کہ ہماری ایک مومنہ ہماری منتظر ہے ۔ جب تک وہ زیارت نہ کرے نیزہ حرکت نہیں کر سکتا ۔ راہ عشق کی منزل طے ہو گئی ۔ سر حسینؑ نیزہ سے اتار اگیا اور طشت طلائی میں زیر تخت یزید پلید رکھا گیا ۔ دربار لگا ہوا ہے جشن ہو رہا ہے ۔ یزید شطرنج کھیلنے اور شراب پینے میں مشغول ۔ پھر سر اقدس سے کچھ بے ادبی کرتا ہے ۔ بعض غیرت مند اصحاب رسولؐ نہیں دیکھ سکتے اور اعتراض کرتے ہیں ۔ اے یزید لعین یہ کیا بے ادبی کرتا ہے یہ وہ ہی لب و دندان ہیں جن کو رسول اللہ بوسہ دیا کرتے تھے شاہزادیاں رسی میں بندی سامنے کھڑی ہیں ۔ حالت متغیر ہے اور ایک معظمہ کہتی ہے کہ اے یزید اگر ہمارے نانا رسول اللہ ہمکو تیرے سامنے اسطرح کھڑے دیکھیں تو تجھے کیا کہیں ۔ خواہر حسینؑ کی حالت غیر ہو جاتی ہے سر اقدس اس کو محسوس کرتا ہے اور پھر آواز آتی ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اے بہن صبر کرو کہ ظالم عنقریب اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے یہ کلام اللہ الناطق ۔ نہیں سکتا حسینؑ آج زندہ ہے ۔ بولتا ہے ہدایت کر رہا ہے تمام عالم میں فیض ہدایت جاری ہے آفاق عالم میں ۔ ہر قوم میں ۔ ہر ملت میں اپنوں میں غیروں میں حسینؑ کا تذکرہ ہے ۔ اسکے نام کا بول بالا ہے ۔ اس کی فتح ہے ۔ وہ مرکر خلق کو زندہ کر رہا ہے اور اس کا نام لقائے دوام کی سند پا چکا ہے ۔ یزید اور یزیدی مٹ گئے ۔ ان کا کوئی نام بھی عزت سے نہیں لیتا ۔ یزیدی بہت ہاتھ پیر مارتے ہیں کہ اگر ہو سکے اب بھی اسلام مصحف ناطق کو خاموش کر دیں اسکا اثر مٹا دیں اس کے مشن کو روک دیں مگر ان کی یہ حرکت مذبوحی بیکار ہے حسینؑ کی ہدایت قیامت تک جاری رہیگی وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ ۔ جبتک خدا ہے خدا کی کتاب ہے حسین اور حسینؑ کا مشن باقی ہے وہ روز عاشورہ کر گیا ہے اور درست کر گیا ہے ۔

سبقت العالمین الی المعالی ۔ بحسن خلیقۃ وعلو ہمۃ

ولاح بحکمتی نور الھدیٰ فی ۔ لیال فی الضلالۃ مدلھمۃ

یرید الجاحدون لیطفئوہ ۔ ویابی اللہ الا ان یتمہ

عظم اللہ اجورنا واجورکم بمصابنا بالحسین علیہ السلام

سید محمد سبطین السرسوی عفی عنہ

معذرت

جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور کے سیکرٹری سلمہ اللہ کی خواہش تھی کہ میں اسی عنوان پر ایک رسالہ لکھدوں۔ میں نے مشروط بفرصت وعدہ کرلیا اور آخر ۷ رذی الحجہ ۱۳۴۴ھ تک مجھے فرصت نہ ملی کہ اس خواہش کو پورا کروں اور انہیں عشرہ محرم الحرام میں شائع کرنے کی ضرورت۔ آخر ۸ رذی الحجہ کو لکھنا شروع کردیا اور کالج کے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ اس کو لکھتا رہا اختصار کا ارادہ کیا مگر پھر بھی طول ہوگیا۔ اور مضمون کا حق اب بھی ادا نہیں ہوا بہت سے مقامات تشنہ رہ گئے۔ بہت سی باتیں نظر انداز کرنی پڑیں اب یہی صورت ہوسکتی ہے کہ اس کی تکمیل دوسرے حصہ سے کروں اور اس میں اس کے تمام ماله وما عليه ومامنه ومافيه کو لے لوں۔ آج ۱۷ ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۹ رجون ۱۹۲۶ء کو اس کو ختم کررہا ہوں مضمون کی شان اور حالت اور میری اس قلیل فرصت کا اندازہ ناظرین خود لگا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں جو فروگذاشت ہوئی ہو ضرور اس سے چشم پوشی کا مستحق ہوں اور اگر کوئی بات پسند آئے یا نئی معلوم ہو تو دعا کا امیدوار (باقی آئندہ) والسلام خیر ختام۔

والسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

الاحقر العاصی

السید محمد سبطین السرسوی عفی عنہ

قوم کی بے توجہی کی وجہ سے آخر کچھ نہ کر سکیں۔ بس۔ پیتے مشورہ مجلس آراستند نشستند و گفتند برخاستند۔
ایسی حالت میں مستحق ہزار ہزار آفرین ہیں وہ جماعتیں یا انجمنیں جو اس کس مپرسی جمود و خمود و قومی
غفلت و بے احساسی کے دوران میں بھی کچھ کرتی رہی ہیں۔ جن میں بلاشبہ جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور خاص
امتیاز رکھتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ اس نے ویسا ہی کام کیا۔ جیسا اور دُنیا کی سوسائٹیاں کر رہی ہیں
کیونکہ یہ تو ہماری قومی انجمادی حالت میں ناممکن ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں۔ اس کے ارکان و معتمدین
نے وہ کیا جو ان کی بساط اور طاقت سے باہر تھا۔ بلکہ وہ کیا جو دراصل اس کے کرنے کا نہ تھا۔
جس کا اندازہ اس کی شائع کردہ کتب و رسائل وغیرہ کے صفحات سے لگایا جا سکتا ہے۔ چونکہ میں نے
اس کے افراد کی سرگرمی اور جوش قومی و مذہبی کو خود مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے مجھے اس کا خاص احساس
ہے۔ اور اس وقت مجھے اسکی گری ہوئی حالت دیکھ کر دلی صدمہ ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ
یہ کامیاب ہو۔ مومنین قدم ہمت بڑھائیں۔ ایثار سے کام لیں۔ اس کے ارکان کی حوصلہ افزائی فرمائیں
بلکہ خود اسکے رکن بنیں اور کچھ کر کے دکھائیں۔ خواب غفلت سے چونکیں یا علیؑ کے نعرہ بلند کیساتھ اٹھیں
اور علم ہمت و استقلال بلند کریں۔ لاہور جیسے مرکزی مقام پر ایسی سوسائٹی کا وجود نہایت ضروری
ہے جس کے نوجوان ممبر وہ کام کر رہے ہیں۔ جو بڑوں کو کرنا چاہیے تھا اور نہیں کیا نہ کر سکے۔ میں
اُمید کرتا ہوں کہ حضرات مومنین اب اس طرف خاص طور سے توجہ فرمائیں گے۔ اور ارکان انجمن
بھی مزید ہمت و استقلال پابندی اصول اور حقگوئی اور حق پژوہی سے کام لیں گے۔ اور حق معاملت
کو پیش نظر رکھیں گے۔ انشاء اللہ توفیق الٰہی و تائید غیبی شامل حال ہوگی۔ وان تنصراللہ
ینصرکم۔ فکونوا انصار اللہ محمد سبطین

باسمہ سبحانہٗ۔ موجودہ زمانہ پریس کا زمانہ ہے۔ اس میں پریس کے ذریعہ گھر بیٹھے وہ کام ہو سکتا ہے۔
جو زر کثیر کے صرف اور ارسال وفود سے بھی نہیں ہو سکتا۔ پریس ہی موجودہ زمانہ کی وہ قوت ہے جس
میں ترقی کے تمام رازہائے سربستہ مخفی ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ تلوار کے ذریعہ ہمارے مذہب کی ہستی
مٹانے کی کوشش کی گئی اس زمانہ میں پریس کے ذریعہ ہمارے مذہب پر شدید حملے کئے جاتے ہیں۔ اور
بہت سچ فرمایا ہے فرمانے والے نے جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ماجرح اللسان
کہ سنان کے زخم تو مل سکتے ہیں۔ لیکن زبان کے زخم نہیں مل سکتے۔ اس لئے اس زمانہ میں ہماری
قوم کا فرض اولین یہ ہے۔ کہ اپنے پریس کی قوت کو مضبوط کرے اور اسکے ذریعہ سے اپنی دینی اور دنیاوی
فلاح کا انتظام کرے۔ اسی فرض کا احساس جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور کی بنا کا باعث ہوا ہے۔ اس

انجمن نے باوجود قلت سرمایہ کے عرصۂ قلیل میں وہ کام کر دکھایا ہے۔ کہ موافق و مخالف سے خراج تحسین حاصل
کیا ہے لیکن اس بے بضاعتی کیساتھ انجمن کا وجود کبتک قائم اور باقی رہ سکتا ہے۔ اگر حضرات شیعہ چاہتے
ہیں کہ انکا مذہبی وقار قائم رہے۔ اگر آنکی خواہش ہے کہ انکے مذہب کی اشاعت ہو۔ اگر وہ یہ تڑپ رکھتے
ہیں کہ بیرونی حملوں کا دفاع کیا جاتے۔ اور اگر وہ نصرت دین کیلئے بیقرار ہیں۔ تو آئیں اس انجمن کی
مدد کریں۔ دین مظلوم ہے اس انجمن کے ممبر بنکر اسکی اعانت کریں اس شجرہ طیبہ کو جس کو حضرات
آئمہ علیہم السلام نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ شیعہ اُٹھیں اور اس
انجمن کی امداد کرکے اس پاک درخت کو بچائیں۔ بھائیو اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اس واحد
مجاہد انجمن کو اتنا مالا مال کر دو۔ کہ یہ سرکیف ہو کر پہلے سے ہزار گنی زیادہ قوت کیساتھ میدان میں علم حق
بلند کئے ہوتے باطل کو پسپا کردے۔ اور ہر میدان میں حقانیت کا جھنڈا نصب کر دے۔ خداوند عالم ہمیں
اور آپ کو نصرت دین کی توفیق دے۔ (مرزا) احمد علی (لاہوری)

باسمہ سُبحانہٗ۔ میں اس مبارک انجمن کی مخلصانہ کارروائیوں کو مومنین کیلئے نہایت مفید اور مذہب حق
کیواسطے بہترین انصار اور مدرسۃ الواعظین کیلئے عمدہ معین و مددگار جانتا ہوں اور جملہ اہل ایمان سے استدعا
کرتا ہوں کہ اسکی ترقی و ترویج و توسیع میں قربۃً الی اللہ اعانت کا ثواب حاصل کریں۔ میں مدرسۃ الواعظین
کیطرف سے بارہ روپیہ سال بالفعل انجمن کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم ہم
سب کی توفیقات خیر میں نمایاں اضافہ فرمائے + نجم الحسن غفرلہٗ بقلم خود

لا الہ الا اللہ الملک المبین عبدہٗ نجم الحسن

باسمہ سُبحانہٗ۔ اس انجمن کے کارہائے نمایاں سنکر نہایت مسرت ہوئی۔
بیشک اس زمانہ میں ترویج دین و اشاعت مذہب حق و دفع شبہات باطلہ کی نہایت شدید ضرورت
ہے۔ خداوند عالم اس انجمن کو ترویج دین میں کامیاب فرمائے اور جملہ مومنین کو توفیق خیر و اعانت ترویج دین و
نصرت حق عطا فرمائے واللہ الموفق محمد باقر عفی عنہ بقلمہ

لا الہ الا اللہ الملک ... عبدہٗ محمد باقر محمد علی

باسمہٖ تعالےٰ شانہٗ میں نے انجمن مسعود و مبارک کی کارروائیاں نہایت دلچسپی سے دیکھیں
اور سنیں واقعی وہ ایک مجاہد فوج ہے جو نصرت دین مبین کے لئے ایک زمانہ سے کمربستہ ہے۔ اسکی
فتوحات ایسی ہیں۔ جو مومنین شرق و غرب کو اس کیلئے دعائے ترقی و عروج کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ میں
بھی اسکا ترقی خواہ ہوں اور مومنین سے بھی عرض کروں گا۔ کہ وہ اس انجمن کے مساعی جمیلہ کو نظر
مکفورہ نہ قرار دیں اور بہتر ہو گا۔ کہ وہ خود بھی اس قلمی مجاہدہ میں حصہ لیں اور اگر ناممکن ہو تو
جہاد عظیم کے ساز و سامان مہیا کرنے سے غافل نہ رہیں بارک اللہ فی قوم کلما سمعوا بصیحۃ طاروا الیہا
آثم سبط حسن پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

بمنہ واحسانہ ایں کتاب مستطاب مشتمل بر بیان امور خفیہ کاشف اقوال دقیقہ

یعنی

حسبنا کتاب اللّٰہ

المعروف بہ

مصحف ناطق

نمبر ۴

حصہ دوم

از تصنیف المولی العلام البحر القمقام الالمعی اللبیب اللوذعی الاریب الافخم الجلیل الصمصام النبیل مالک ازمۃ التحقیق حاوی مجامع التدقیق ہادم اساس البطلان قامع بنیان الکفران رافع اعلام المعدلۃ والایمان ماحی آثار البدع والطغیان شمس فلک الشریعۃ البیضاء بدر منازل الطریقۃ الغراء عالیجناب علامی و فہامی مولینا المولوی السید محمد سبطین صاحب قبلہ مدظلہ العالی فیلسوف الاسلام السرسوی

جسے

جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے برائے افادہ اہل اسلام شایع کیا

حیدری پریس لاہور میں لاہور میں باہتمام ملک صادق علی پروپرائٹر چھپی

حسبنا کتاب اللہ

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْمَنِّ وَالْاِحْسَانِ وَذِی الْعِزِّ وَالسُّلْطَانِ عَالِی الْمَکَانِ شَدِیْدِ الْاَرْکَانِ اَلَّذِیْ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ وَلَا یَغَیِّرُہٗ زَمَانٌ وَلَا یَصِفُہٗ لِسَانٌ وَلَا یُحِیْطُہٗ مَکَانٌ اَلرَّحْمٰنُ الَّذِیْ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاَوْضَحَ لَنَا مَسَالِکَ الْحَقِّ بِالْبُرْھَانِ وَنَوَّرَلَنَا مَنَاھِجَ الصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ بِنُوْرِ الْفُرْقَانِ اَلَّذِیْ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ وَھُوَ لِکُلِّ شَیْءٍ تِبْیَانٌ وَھَدَانَا سُبُلَنَا بِاِرْسَالِ الرُّسُلِ بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ لَاسِیَّمَا مُحَمَّدِنِ الْمَحْمُوْدِ سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ اُمِّ الْاِمْکَانِ وَاَبِی الْاَکْوَانِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ اُمَنَاءُ الرَّحْمٰنِ وَحُجَجُہٗ عَلٰی کُلِّ مَنْ تَخَطَّاءَ بِوُجُوْدِہٖ فِیْ عَوَالِمِ الْاِمْکَانِ۔

تمہید جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور کے اصرار سے حصہ اول بکمال تعجیل گذشتہ ماہ ذی الحجہ میں لکھ کر پیش کیا گیا۔ اور الحمد للہ کہ ناظرین باتمکین اور مومنین سعادت و معرفت آگین کی نظروں میں وہ غیر معمولی طور سے مقبول ہوا اور انجمن کا اصرار بڑھا کہ میں حسب وعدہ دوسرا حصہ بھی ترتیب دوں۔ آج ۱۵ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ کو اسے شروع کر دیا ہے۔ منعم بے نیاز تکمیل و اتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ بحق القرآن الحکیم و رسولہ الکریم و آلہ العظیم۔
اس کی اصلی غرض تصنیف اہل ایمان کے ایمان کو مستحکم کرنا ہے۔ خصوصاً وہ ضعیف الاعتقاد برادران

ایمانی جن کی پنجاب میں کثرت ہے اور جو اپنی سادہ لوحی نیک نیتی اور حسن ظن کی بنا پر ہر ایک ابلہ فریب دشمن دین و ایمان کی ہر ایک بات کو وحی منزل کا درجہ عنایت فرما کر اپنے نفس کو جواب سے عاجز پاتے ہوئے فوراً مترددا اور دست پاچہ ہو جاتے ہیں۔ دن کا چین رات کا آرام اور دل کا اطمینان جاتا رہتا ہے اور وہ کبھی اس کو ذھن میں جگہ نہیں دیتے۔ کہ "کَلَامُ الحِدَاءِ ضَرْبٌ مِنَ الْهِذْیَانِ" دشمن دین کا کلام ایک قسم کی بکواس ہوتا ہے اور حالت ھذیان میں جو کچھ منہ میں آجاتا ہے کہ دیتا ہے۔ نہ خدا سے ڈرتا ہے نہ رسول خدا سے اور نہ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں اور بکثرت ہیں جو دیدہ و دانستہ حق کا انکار کیا کرتے ہیں اور ان کی اس حالت کو علیم ازلی اپنے کلام حقائق التیام میں یوں ظاہر فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا (نمل ۲) پس جب ان کے پاس ہماری بصیرت بڑھانے اور آنکھیں کھول دینے والی آیات اور نشانیاں آئیں تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ہماری آیات کا اپنی سرکشی اور تکبر سے دیدہ و دانستہ انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان کو مانتے اور ان پر یقین رکھتے تھے کہ یہ سچی ہیں اور وہ اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ آیات اللہ اور کلام اللہ کی نور پاش اور ضیا بخش شعاعیں آفتاب عالمتاب کی مانند سب پر یکساں پڑتی ہیں مگر ہر ایک دل میں اس کی قابلیت اور اہلیت اور ایمان اور استعداد کے موافق اثر دکھاتی ہیں۔ کہیں تو یہ ازدیاد نور ایمان کا باعث ہوتی ہیں اور کہیں یہ ازدیاد کفر و طغیان کا موجب يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ یعنی یہی آیات اہل ایمان کے لئے سبب ہدایت ہوتی ہیں اور یہی اہل نفاق کے لئے موجب ضلالت اور گمراہ وہ ہوتے ہیں جو دیدہ و دانستہ آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (توبہ ۱۵) جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا۔ لیکن وہ لوگ جو اہل ایمان ہیں ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دل میں مرض نفاق ہے۔ ان کی پلیدگی کے ساتھ پلیدگی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ کافر ہی مرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ خدا فاسد اور فاسق العقیدہ اشخاص کی کبھی ہدایت نہیں فرماتا لاریب۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ

عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ (انفال ۱) بے شک سچے ایماندار وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور جب ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان سے ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ بس اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى جو لوگ راہ راست پر ہیں ان کی اللہ اور ہدایت کرتا ہے اور اپنے راستے دکھاتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا (اسرائیل) فَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا وَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡيَانًا كَبِيۡرًا (اسرائیل ۶) ظالمین کے لئے ان سے خسارہ بڑھتا ہے۔ اور ان کی حق سے نفرت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان کی سرکشی بہت ترقی کر جاتی ہے۔ سچ ہے۔ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كَارِهُوۡنَ زیادہ تر بنی آدم حق سے کراہیت کرنے والے ہیں وَاَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ اور بہت سے لاعقل ہیں وَاَكۡثَرُهُمۡ يَجۡهَلُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمۡ فَاسِقُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۔ زیادہ تر حق سے جاہل فاسق العقیدہ اور دیدہ و دانستہ حق سے انکار کرنے والے ہوتے ہیں۔ بنابریں کیونکہ ہر ایک کی نسبت حسن ظن رکھا جا سکتا ہے اور ہر ایک کی بات کو قابل اعتماد و اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کے چہرے اور بشرے سے حق پوشی اور دین فروشی کے آثار نمایاں ہوں۔ بالخصوص اس صورت میں جب کہ ان میں سے بہت سے دین فروشی ہی سے اپنا پیٹ پالنے والے ہوں اور یہی ان کی بہترین تجارت ہو۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰى فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ (البقرہ ۲۰) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت کو خریدا ہے۔ پس ان کی یہ تجارت انہیں کچھ مفید نہ ہوئی اور یہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ خداوند عالم الغیوب جو ان کے دل کے بھید جانتا ہے۔ ان الفاظ میں ان کی تعریف کرتا ہے يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا میری آیات بیچ کر اور دین فروشی کر کے بہت کم نفع اٹھاتے ہیں۔ بہشتی اَكۡثَرُ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ بُلۡهٌ یہ نہیں جانتے ہیں کہ ہر ایک سفید چمکدار پتھر ہیرا نہیں ہوتا اور ہر ایک زرد سکہ دینار نہیں ہوتی اور ہر ایک خرقہ پوش کو صاحب دل عارف باللہ خدا رسیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پھر ہر ایک ملا نما عالم کیونکر ہو سکتا ہے ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

ان بے چاروں نے نہیں سنا کہ ایک گندم نما جو فروش عالم زاہد کی زبان سے ایک عارف کامل نے کہا ہے ؎

خرقہ پوشی من از غایتِ دینداری نیست
خرقہ بر سرِ صد عیبِ نہاں می پوشم

وہ غریب یہ بھی نہیں جانتے کہ گمراہ کنندہ شیاطین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شیاطین الجن اور دوسرے شیاطین الانس اور اول الذکر کی بہ نسبت آخر الذکر ہم شکل وہم شباہت شیاطین بہت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ دونوں سے قرآن پاک میں پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور بعض جگہ شیاطین الانس کو مقدم رکھا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (انعام ۱۴) اسی طرح ہم نے ہر ایک نبیؑ کے لئے شیاطین انس و جن دشمن قرار دیئے ہیں اور وہ لوگ ایکدوسرے کو دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے چکنی چپڑی باتیں کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔ آنحضرتؐ سب سے افضل نبی ہیں پس ضرور ان کے دشمن شیاطین الانس والجن سب شیاطین سے بڑھکر ہونے چاہئیں۔ نبوتِ خاتم النبیینؐ قیامت تک باقی ہے اور دشمنانِ دین کا کام تخریب دین اور افساد فی الدین ہے۔ لہذا ان شیاطین کا وجود قیامت تک ہر زمانے میں ضروری ہے۔ جو دین کے لباس میں دنیا کماتے اور خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں اور مبلغ دین بلکہ مصلح دین کہلاتے ہیں۔ لہذا ایسے احباب دینی کی خاطر ہم چاہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور حسبنا کتاب اللہ کے متعلق کچھ اور لکھیں۔ کیونکہ حقیقتاً یہ چھوٹا سا فقرہ حسبنا کتاب اللہ ایک بڑی ہستی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے آثار عالم میں نہایت طویل۔ عریض اور وسیع وکثیر ہیں۔ خصوصیت سے اس ناہنجار زمانے میں جہاں جدید روشنی کے بڑھنے سے دلوں کی نورانیت گھٹتی جاتی ہے۔ تعلیم کے زیادہ ہونے سے جہالت کے بادل ہر طرف سے امنڈتے چلے آرہے ہیں آزادی نے وفائے قلوب کے ابل پڑنے کے سامان مہیا کردیئے ہیں۔ اور کمینہ پرور عہد میں کم ظرفوں کے ظروف اعتقاد چھلک پڑتے ہیں كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ ہر ایک برتن سے وہی ٹپکا کرتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ سو ٹپک رہا ہے۔ علم وجہل اور حق وباطل میں تفرقہ مٹ رہا ہے۔ نبوت وخلافت اللہ کو حکومت دنیائے دنیہ سمجھنے والے بدمستِ مئے حکومت بہک رہے ہیں۔ بعض لوگ اہل القرآن کہلاکر قرآن کو چھوڑ رہے ہیں۔ بعض مسلمان بن کر اسلام پر وار کر رہے ہیں۔ توحید کا دعوی ہے اور شرک کی تبلیغ۔ ہوا پرستی اور خودداری کا نام توحید رکھا ہے اور نہیں سمجھتے کہ یہی شرک اور اصل شرک ہے۔ اَرَاَيْتَ الَّذِيْ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور یہ سب حسبنا کتاب اللہ کے آثار وجود یہ ہیں۔ یہ سب اس بوٹے کے پھول ہیں جو جمعرات کے دن مرض الموت نبیؐ میں مدینہ کی ارض مقدس میں بویا گیا تھا۔ یہ اسی درخت کے پھل ہیں جو گلزار

رسولؐ کو مٹانے اور بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے لگایا گیا تھا۔ یَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ
گو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا جو آج کل کے مُلّا لے رہے ہیں اور اس پر مذہب ایجاد کر رہے ہیں۔ شاگرد
اُستاد سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ مطیع مطاع پر تقدم چاہتے ہیں۔ مقتدی اپنے امام سے آگے بڑھ
رہے ہیں۔ قرآن سے بظاہر محبت اور حامل قرآن۔ منزلِ قرآن۔ مورد قرآن اور مہبط وحی سے نفرت
عداوت۔ اتباع سے انکار۔ حدیث کے نام سے دشمنی یَا لَلْعَجَبْ کیا مسلمانی ہے۔ رسولؐ کا اقرار قول
رسولؐ کا انکار۔ ایں چہ بو العجبی است۔ ائمہ اربعہ فقہ سے بیزاری کا اظہار اور قیاس و رائے پر استدلال
کا مدار فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔ حالانکہ اس نبی کی حدیث ہے۔ اَبْغَضُ اِلٰہٍ عُبِدَ فِی الْاَرْضِ
الْھَوٰی۔ سب سے بڑھکر دشمن الٰہ وہ معبود جس کی خدا کے مقابلہ میں پرستش کی گئی ہے ہوائے نفس
ہے۔ اپنی رائے اور قیاس کو کلام اللہ اور حدیث رسولؐ پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ
ہم متبع قرآن اور پابند حدیث ہیں۔ اتباع قرآن کا دعویٰ ضرور ہے۔ کاش اس کی کچھ اصلیت بھی ہوتی
اور مسلمان ہر ایک عقیدہ کو قرآنی معیار پر پرکھتے۔ مگر یہاں تو نتیجہ برعکس ہے۔ آیات قرآنی کی جا و بے جا
تاویلیں کر کے اپنے عقائد و خیالات و توھمات کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اور اس کا نام قرانی مذہب
رکھا جاتا ہے۔ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ اِلَّا اَمَانِیَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ وہ کتاب اللہ کو
نہیں جانتے مگر اپنی آرزوئیں۔ جو دل چاہتا ہے۔ اس کے موافق و مطابق معانی گھڑ لیتے ہیں۔ اور
جو کچھ کہتے ہیں اٹکل سے کہتے ہیں۔ علم واقعی سے کوئی تعلق نہیں اور یہی امر مسلمانوں میں باعث اختلاف
ہے۔ چنانچہ ہم اکثر جگہ لکھ چکے ہیں۔

مسلمانوں کے خصوصیات

نبوت و پیغمبری کی بنیاد اصلاح عوام پر مبنی ہے اور اصلاح عوام
بغیر اس کے ناممکن ہے کہ وہ اپنے خالق کے فرستادہ و پیغامبر
کی کماحقہ اطاعت کریں۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب تک اس ہادی۔ ریفارمر۔ یا پیغمبر اور جانشین
خدا کی عوام الناس کے دلوں میں عظمت نہ ہوگی اس کی اطاعت پر مائل نہ ہوگی بلکہ طاعت سے غفلت
کریں گے اور اگر طاعت کریں گے بھی تو جبراً جو منشاء الہی و اصلاح اوصاف انسانی کے خلاف ہے۔ اور
یہ مسلم ہے کہ کسی بڑی ہستی کی جس قدر ہمیں صحیح معرفت حاصل ہوگی۔ اسی قدر اس کی عظمت ہمارے دلوں
میں زیادہ ہوگی اور یہ عظمت ہمیں اس کی تعظیم واجبی پر مائل کریگی اور اس کی تعظیم ہمیں اس کی اطاعت پر
جن لوگوں کے دلوں میں رسولِ خدا اور فرستادۂ الٰہ کی عظمت نہ ہو۔ یقین کرلو کہ وہ زیور معرفت نبوی سے
برھنہ ہیں اور جو تعظیم خلفاء اللہ و انبیاء اللہ کے منکر ہیں وہ بلاشبہ منکر رسالت بلکہ دشمن رسولؐ ہیں اور یہی

ان کے مشرک ہونے کی دلیل ہے خواہ وہ اپنا نام مُوحد رکھیں یا اہل القرآن کہلائیں۔ کیا یہ واقعہ غلط ہے کہ شیطان کے راندۂ درگاہ رب العزت ہونے کا اصلی سبب یہی تھا کہ وہ خلیفۂ خدا و حجتِ خدا کی حقیقی معرفت سے عاری تھا اور اس لئے اس کے دل میں اس مظہرِ خدا کی عظمت نہ تھی۔ اور اسی وجہ سے اس نے اس برگزیدۂ خدا کی تعظیم سے انکار کردیا تھا اور اس کی اطاعت سے نہیں بلکہ اطاعتِ خدا سے تمرّد کیا اس کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ فرمانبرداری سے باز رہا اور اپنی رائے و قیاس کو صریحی حکم خدا پر مقدم رکھا اور اسی خود رائی اور قیاس کی بدولت کافر و مشرک بنا۔ اگر اسی کا نام توحید ہے کہ فرستادۂ خدا کی تعظیم نہ کی جائے۔ اس کی اطاعت (حدیث) سے انکار کیا جائے۔ تو کیا سب سے بڑا موحد و خدا پرست۔ توحید کا شیدا۔ خدا رسیدہ ابلیس نہیں ہے؟ صاف کہئے اور اپنے بعض بزرگوں کی تقلید کیجئے یعنی کہئے اَعْلَمُ عُلَمَاءِ الْمُوَحِّدِیْنَ اِبْلِیْس۔ سب سے بڑا موحدِ عالم ابلیس ہے اور صاف کہ دیجئے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ خدا جھوٹا ہے۔ جو ابلیس کو کافر و مشرک قرار دیتا ہے۔ اور ظالم ہے جو ایسے موحد خدا پرست کو راندۂ درگاہ اور ابد الآباد کے لئے جہنمی قرار دیتا ہے۔ اگر خدا پر نظرِ عنایت ہے تو خیر آیاتِ محکمات اور صریح الدلالت کی من مانی تاویل گھڑ کے شیطان کو مومن موحد کی صف میں اول درجہ پر رکھ دیجئے بلکہ پیشوا قرار دیجئے۔ حیف صد حیف کیا یہی انکار تعظیم رسولؐ و انکار اتباع حدیث (حدیث کے معنی آئندہ بیان ہونگے۔ ابلہ فریب ملا ابھی سے مضطرب نہ ہوں) وہ سنگِ بنیاد نہیں ہے۔ جس پر الحاد و دہریت کا مستحکم عالیشان قصر تیار ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے؟ کیا یہ عقیدہ تخریب دین احمدیؐ اور استیصال شجرۂ محمدیؐ کی داغ بیل نہیں ہے۔ جس پر ارتداد کی مستحکم اور مستقیم سڑک درست کی جاتی ہے۔ کیا حسبنا کتاب اللہ کے خوشنما اور خوش آئند پردے میں انکار نبوت کی جھلک نہیں دکھائی دیتی؟ جس سے عوام دین چھوڑ کر کفر اختیار کر رہے ہیں اور کفار و مشرکین اہل دین کو مرتد بنانے میں قوی دل اور بلند حوصلہ ہوتے جاتے ہیں؟ جاہل سے جاہل بھی یہ جانتا ہے کہ بقاءِ دین کے لئے بانئے دین و حامل دین سے حسن اعتقاد لازمی ہے اور یہ حسن اعتقاد اسی وقت تک رہ سکتا ہے کہ جب تک عوام کے دلوں میں اس کی وقعت اور عظمت قائم ہو اور اسی واسطے دنیا کا ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فرقہ بھی اپنے بانی مذہب اور پیشوائے مذہب میں کسی ایسے نقص کا قائل نہیں جو اس مطلب کے منافی اور اس غرض کے مناقض ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ عظمت و فضیلت والا ظاہر کیا جاتا ہے۔ تاکہ مخلوقات کا اعتقاد اس کے ساتھ مستحکم اور مضبوط رہے۔ صرف مسلمان ہی ایسے ہیں اور اس صفت میں اختصاص رکھتے ہیں جو اپنے بانیٔ دین حامل دین مبلغ دین اور معلم دین کے عیوب ثابت کرتے ہیں اپنی دینداری کا ثبوت دیتے ہیں۔ معاذ اللہ کبھی تو اس کو گنہگار ثابت کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو امور دنیا سے جاہل بتلایا جاتا ہے۔ کبھی

اس کو محض ایک خط پہنچانے والے چٹھی رساں کا درجہ عنایت ہوتا ہے۔ کبھی اس کی تعظیم شرک بتلائی جاتی ہے۔
کبھی اس کی حدیث کو ماننا بدعت کہا جاتا ہے۔ اور اس برگزیدۂ عالم اور افضل و اکمل مکونات ارضی و سماوی
کا ایسا بدنما حلیہ کتب اسلامیہ میں پبلک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ دشمنان اسلام کی نظروں میں "ایک رنگیلا
رسول" بن جاتا ہے۔ قرآن پاک تو یہ تعلیم دے کہ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ
جو خدائی نشانیوں کی شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ اس کی دلی پرہیزگاری کی دلیل ہے اور کوہ صفا و مروہ اور
قربانی کے اونٹ کو شعائر اللہ قرار دیکر اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللهِ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم
مِّن شَعَائِرِ اللهِ (حج ۴) ان کی تعظیم کا حکم ہر ایک مسلمان کو دیا ہے۔ اور مسلمان تعظیم رسول کو شرک کہیں اور
خود موحد ہونے کے مدعی بنیں ہیں۔ برعکس نہند نام زنگی کافور کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں کبھی کسی قوم
نے کہا ہو اور اعلان کیا ہو کہ صاحب مذہب بانی دین و پیشوائے دین کے اقوال و احادیث کو ماننا اور عمل کرنا کفر
ہے اور اس کی سنت پر عمل کرنا بدعت اور خروج از دین ہے۔ اس کا اکرام و احترام شرک ہے یہ صرف مسلمانوں
کی خصوصیات ہیں جن پر اب کفار ہنستے ہیں جس کا کلمہ پڑھیں اسے گنہگار بنائیں اور خود نیکوکار بنیں۔ اس کی
بات قابل عمل نہ ہو اور اپنی رائے واجب التعمیل اس کی تعظیم ضروری نہ سمجھیں اور اپنی کو واجب التعظیم جانیں
اس کی اولاد کے قتل کو عین دین سمجھیں اور ان کی محبت خلافِ دین سے

يُصَلِّي عَلَى الْمَبْعُوثِ مِنْ آلِ هَاشِمِ
وَيَغْزِي نَبُوَّهُ إِنَّ ذَا الْعَجِيبُ

پس لازم و واجب ہے کہ اس راز کو کھولا جائے۔ طشت ازبام کیا جائے اور کتاب اللہ اور حسبنا کتاب
اللہ اور سنت رسول اللہ پر مزید روشنی ڈالی جائے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن
بَيِّنَةٍ ممکن ہے کہ اس سادہ لوح تضعفین اہل پنجاب کو خصوصاً اور عام برادران اسلامی و ایمانی کو عموماً
فائدہ پہنچے اور انہیں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے اتباع کی سچی اور حقیقی توفیق حاصل ہو اَطِيعُوا اللهَ
وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ کو سمجھیں اور مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ کے راز کو معلوم کریں اور مومنین کی
حقیقی صفت ان میں پائی جائے جو خداوند عالم بیان فرماتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّ
لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا (فتح ۱) اے رسول ہم
نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مسلمانو تم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد و
نصرت کرو اور اس کی توقیر و تعظیم کرو اور صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے رہو۔ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانا۔ رسولؐ خدا
کی نصرت و توقیر و تعظیم کرنا اور صبح و شام تسبیح خدا اور ذکر خدا میں مشغول رہنا اہل ایمان کی نشانی ہے۔ اِنَّ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ اللہ تعالیٰ اور پاک فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو اور اس کی بات کو تسلیم کرو جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔ جو کچھ رسولؐ دے جو کچھ فرمائے جو کچھ بتلائے اس کو قبول کر لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

کتاب اللہ و سنت رسول اللہ

کیا کتاب اللہ کے ساتھ اتباع سنت رسول و عمل بر حدیث کی ضرورت نہیں ہے

حسبنا کتاب اللّٰہ کے جو آج معنی لئے جاتے ہیں۔ اور اس کی بنا پر نئے نئے مذہب ایجاد ہو رہے ہیں وہ در اصل حسبنا کتاب اللہ کے عقیدہ کے بھی خلاف اور اس کے قائل کے عمل کے بھی منافی ہیں۔ ہم بخوبی ثابت کر آئے ہیں کہ حسبنا کتاب اللہ کہنے اور اس جملہ پر اعتقاد رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ساتھ اتباع رسولؐ کی ضرورت نہیں رہی یا حدیث رسولؐ کی تعمیل غیر ضروری بلکہ موجب شرک و کفر ہے جس وقت اس جملہ کا ظہور ہوا تھا اور جس وقت یہ بنیاد قائم کی گئی تھی اس وقت بھی اس پر عمل نہ ہو سکا بلکہ اس کے خلاف پر بنا بر مشہور اجماع امت ہوا۔ یعنی سقیفہ میں جانشین رسولؐ نائب رسولؐ امیر مومناں حاکم ملت اسلامیہ اور خلیفۃ المسلمین کے نصب و انتخاب کو تجہیز و تکفین رسول اللہ پر مقدم رکھا گیا اگر "حسبنا کتاب اللہ" کا یہی مدعا تھا کہ قرآن کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں اور اس کے ساتھ کسی کے اتباع و پیروی کی احتیاج نہیں ہے تو انتخاب خلیفۃ المسلمین کو جس کی اطاعت اور پیروی ہر فرد مسلمان پر واجب بھی گئی ہے اور اس کے قول اور حکم اور فتویٰ کا مخالف و منکر خارج از اسلام تصور کیا گیا ہے۔ کیوں تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا گیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعات انتخاب خلیفہ و معاملات سقیفہ سب جھوٹی روایات پر مبنی ہیں۔ اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ تو خلافت اجماعیہ کی عمارت بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتی ہے اور جمہور مسلمین کا مذہب ھباءً منثورا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور تاریخ اسلام محض فرضی افسانہ بن جاتا ہے۔ اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ قرآن کے ساتھ ایک اور شخص کے اتباع کی ضرورت ہے اور اس کا قول و فعل واجب الاطاعت اور اسی پر کل امت کا اتفاق ہے اور جس وقت یہ مسلم ہو تو کتاب اللہ کے ساتھ حامل کتاب اللہ حقیقی معلم کتاب مبین کتاب رسول اللہ مفسر کتاب اللہ کا اتباع بدرجہ اولیٰ واجب و لازم ہوا اور اس صورت

ہیں حسبنا کتاب اللہ کے وہ معنی مسلم نہ رہے جو آج اہلِ فریب ملالے رہے ہیں اور خلقِ خدا کو دھوکا دیکر ان کو اتباعِ رسولؐ وسنتِ رسولؐ وحدیثِ رسولؐ سے منکر بنا رہے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ انتخاب بحکم قرآن تھا اور اس پر عمل، عمل بر قرآن ہے۔ تو تو یہ قول عامہ المسلمین کے عقیدہ کے خلاف ہے جو قائل ہیں کہ نصبِ خلیفہ کا وجوب اجماعِ اصحابِ رسولؐ سے ثابت ہوا ہے نہ نصِ قرآن سے تاہم یہ مسلم رہے گا کہ قرآن کے ساتھ ایک شخص کی پیروی لازمی وضروری ہے۔ اور اس کے بغیر ایمان ناقص اور جب یہ حکم قرآن ہے تو گویا قرآن خود یہ حکم دے رہا ہے لہٰذا مقولہ حسبنا کتاب اللہ باین معنی غلط و باطل ٹھہرا اور فی الحقیقت ایسا ہی ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ بنا بریں اتباعِ سنت رسول وانکارِ حدیث رسول دراصل قرآن سے انکار ہے۔ کیونکہ قرآن خود خدا کے بعد رسولؐ اور اولی الامر یعنی جانشین رسول کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے۔ اور حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ باین معنی محض بے اصل ہے۔

عملِ صحابِ رسولؐ اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھکر ہے اول خلیفۃ المسلمین ہی پر یہ بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور وہ خلیفہ ثانی کی خلافت وولی عہدی اور امارت مسلمین کی نص کرتے ہیں۔ اگر صرف کتاب اللہ ہدایت خلق۔ دافع اختلاف امت کے لئے کافی تھی تو حضرت ابی بکر نے کیوں خلاف سنت رسول اپنے مابعد کے جانشین کے لئے نص ووصیت فرمائی۔ جس وقت وصیت کی خواہش خاص افراد امت کی طرف سے ظاہر کی گئی تھی تو کیوں مسلمانوں کے اول لیڈر ریفارمر نے نہ فرمادیا۔ حسبنا کتاب اللہ اور اگر انہوں نے ایسی غلطی کا ارادہ کیا تھا تو کیونکر مرض الموت نبیؐ کی طرح حاضرین نے ہذیان کی صدائیں بلند نہ کیں اور حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ نہ لگایا؟ معلوم ہوا کہ حسبنا کتاب اللہ صرف ایک چٹکلا تھا۔ جو خاص وقت مصلحت سے چھوڑا گیا تھا۔ جب وہ وقت نکل گیا تو ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو گیا۔ اور کوئی صحابی اس پر عمل نہ کر سکا نہ قائل اور نہ ان کے مؤید فی الحقیقت وہ اس پر عمل کر ہی نہیں سکتے تھے اس پر عمل محال تھا۔ ممکن کیسے ہو سکتا تھا پھر آج کیوں حسبنا کتاب اللہ کا راگ الاپا جاتا ہے۔ کس کی تقلید ہے کس کی پیروی ہے؟ اس کی کوئی مثال نہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ صرف جدید بدعت ہے۔ اس وقت جو کہا گیا۔ وہ ایک پردے میں کہا گیا تھا۔ اب کھلم کھلا انکارِ رسالت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس سے بھی اوپر چلیے۔ تیسری خلافت کے انتخاب پر غور کیجئے حضرت خلیفہ ثانی نے جو کیبنٹ انتخاب خلیفہ ثالث کے لئے قائم کی تھی۔ اس میں انتخاب کی وجہ ترجیح میں شرائط داخل نہیں کہ امیدوار خلافت کو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سنت شیخین عمر وابوبکر پر عمل کرے گا انہی شرائط پر حضرت عثمان سے بیعت کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ یہ اصحاب اور ان کے ساتھی مسلمان کتاب اللہ کے ساتھ نہ صرف

سنت رسول اللہ کے اتباع کو ضروری وواجب جانتے تھے بلکہ سنت شیخین کو اپنے عقیدہ میں ضروری اور لازمی سمجھتے تھے اور کوئی بھی ان میں سے حسبنا کتاب اللہ پر بایں معنی عامل نہ تھا جو آج لئے جا رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ پر عمل کرنے سے انکار نہیں کیا۔ صرف سنت شیخین کے اتباع سے انکار کیا تھا اور یہی ایک بہانہ اس انتخاب سے ان کی ظاہری محرومی کا اہل شوریٰ نے قرار دیا تھا۔ تو گویا کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کی پیروی تمام امت میں متفق علیہ تھی۔ پس اس وقت صریح الفاظ میں سنت رسول اللہ اور حدیث رسول سے انکار بدترین بدعت ہے۔

یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور اصحاب وتابعین وتبع تابعین کے زمانہ تک کتاب اللہ کے ساتھ ایک حاکم کی اطاعت جس کا قول وفعل ہر مسلمان کے لئے واجب الاطاعت ہو لازمی اعتقاد سمجھا گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے اہل کو چنا گیا یا نااہل کو تاہم موجودہ اصطلاح میں وہ قطعاً اہل القرآن نہ تھے۔ آجکل اہل القرآن و اہل الحدیث دونوں عموماً عامۃ المسلمین سے جدا مسلک رکھتے ہیں۔

ایک اصولی بات

نہایت مختصر الفاظ میں ہم یہاں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عام انسان اصول دین وفرائض انسانی سے جاہل ہوتے ہیں اور جہالت عموماً موجب ضلالت ہوتی ہے۔ نفس امارہ انسان کو برائی کی طرف کھینچتا ہے۔ انسان کی طبیعت میں حرص وطمع داخل ہے۔ عقلاء کا مسلمہ ہے اَلنَّاسُ مَفْطُوْرُوْنَ عَلَی الْمَطَامِعِ وَدَاءُهُمُ التَّخَاصُمُ وَالتَّنَازُعُ حرص وطمع کا نتیجہ آپس میں خصومت رکھنا منازعت کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد سے پیش آنا ہے۔ اور یہ تمام باتیں مشاہد ومحسوس اور مسلم عقلاء ہیں۔ اور انہی عادات وصفات کی وجہ سے اکثر انسانوں میں حق سے کراہیت۔ فسق وفجور کی طرف میلان۔ غصب حقوق اور خواہش تفوق۔ دوسرے کے ہلاک کرنے کا ارادہ ان میں پایا جاتا ہے۔ اور یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے عام انسان ایک ہادی کے محتاج ہیں۔ نیز یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ انسان جس قدر اخلاق وعادات خواہ اچھے ہوں یا برے اپنے ہم جلیسوں کی صحبت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ محض کتابوں کے پڑھنے اور وعظوں کے سننے سے حاصل نہیں کرتا۔ ایک سال کی تعلیم زبانی اور ایک گھنٹہ کی صحبت برابر ہوتی ہے۔ بلکہ صحبت کا اثر غالب جس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کرسکتا۔ بنابریں اس علیم وحکیم اور رؤف ورحیم رب العالمین نے عالم نوع انسانی کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے خاص پاک نفس معصوم۔ عالم۔ نورانی اور برگزیدہ بندے بھیجے جن کے جملہ اقوال وافعال لوگوں کے لئے ایک مثالیہ عمل ہوں۔ جو ان سے سنیں اور دیکھیں ویسا ہی کریں ہمیشہ یہی سنت الٰہی رہی ہے۔ ان خاصان خدا انبیاء اللہ میں سے بعض کو خاص خاص صحیفے دیئے گئے۔ اور بعض کو کتب جیسا کہ قرآن پاک سے صاف ظاہر ہے فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ وَمُوْسٰی

حضرت موسیٰ جیسا کہ ظاہر ہے توریت کے سوا اور بھی صحف رکھتے تھے۔ ان انبیاء و رسل میں صرف پانچ بزرگ
ایسے ہیں جن کو قانون شریعت مدون عطا ہوا اور یہی صاحبان شرائع کہلائے انہیں کو پیغمبران اولوالعزم کہتے
ہیں چنانچہ آیت ذیل میں صاحبان شرائع کی تشریح ہے۔ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (شوری ع۲)
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ اصطلاح اولوالعزم میں سب شامل نہیں ہیں اور نہ سب صاحبان شریعت قانون الٰہی ہیں
وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا مگر ہر ایک نبی اللہ و رسول اللہ کا ہر قول و فعل حجت و سند ہے
اور اسی واسطے خدا نے انکے ہر قول و فعل میں علے الاطلاق اطاعت و مطابعت کا حکم دیا ہے۔ کوئی
دلیل عقلی اس پر قائم نہیں ہے۔ کہ نبی و رسول کے بعض اقوال و افعال حجت و سند ہوتے ہیں اور بعض نہیں
اور نہ کوئی آیت قرآنی اس پر دال ہے کہ نبی و رسول کی ہر ایک بات قابل حجت و سند نہیں ہوتی بلکہ مسلم ہے
ہے اور عقل اس پر شاہد ہے کہ اگر ایسا ہو تو کوئی نبی اللہ و رسول اللہ حجت خدا نہ رہیگا اور حجت خدا قائم نہ
ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ ہر ایک امتی کو بذریعہ وحی و الہام یہ معلوم کرنیکی ضرورت ہو کہ کونسا فعل ہمارے
پیغمبر کا صحیح اور حق ہے اور کونسا غلط اور باطل۔ کون قابل اتباع نہیں ہے اور کونسا قابل اتباع ورنہ انہیں کیسے
معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سے قول و فعل میں رسول اللہ کی پیروی کرنی چاہئے۔ بنابریں لازمی اور ضروری ہوا
کہ ھادی خلق۔ نبی اللہ۔ رسول اللہ کا ہر ایک فعل اور قول حق اور قابل اتباع ہو اور دراصل امت کے لئے پیغمبر
کے اقوال و افعال ہی سند ہیں جو اس سے صادر ہوئے ہیں۔ ان کا نہ یہ فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ کون سا
قول وحی ہے اور کون سا وحی کی تفسیر و تفصیل۔ نہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہیں جب تک کہ ان سب کو صاحب وحی
والہام فرض نہ کیا جائے اور یہ خلاف فرض ہے اور خلاف واقع اور قطعاً ناممکن۔ بنابریں اگر یہ کہا جائے۔ کہ
اتباع کے لئے صرف کتاب اللہ کافی ہے۔ حدیث نبوی تفصیل پیغمبری اور تفسیر حجت خدا کی ضرورت نہیں یا
حدیث نبوی پر عمل کرنا موجب گمراہی ہے تو اس سے چند خرابیاں لازم آئیں گی (اول) یہ دعویٰ بلا دلیل
خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ بھی اسی دہن مبارک نبوی سے ہم تک پہنچی ہے۔ جس
سے حدیث یعنی تفسیر کتاب اللہ اور اگر نافرمانی کا احتمال ہے تو دونوں میں مساوی ہے۔ (دوم) اس صورت
میں وہ تمام انبیاء خارج از اطاعت ہو جائیں گے بلکہ نبی اللہ ہی نہ رہیں گے جو صاحب کتاب یا صاحب صحیفہ
نہیں ہیں کیونکہ جب وہ کتاب ہی نہیں رکھتے تو ان کی کس بات میں اطاعت کی جائیگی اور اگر کتاب کا وجود
ہر ایک کے لئے تسلیم کیا جائے تو بار ثبوت مدعی پر ہوگا۔ اگر عمومیت کتاب ثابت ہوگی تو کتاب علمی و
وجودی نہ تدوینی (سوم) جب کہ یہ ثابت ہے کہ ہر ایک صحیفہ نبی قانون شریعت کو شامل نہ تھا اور قوانین

شریعت صرف توریت - انجیل - فرقان اور صحیفہ حضرت نوحؑ و حضرت ابراہیم ہیں جیسا کہ ظاہر منشاء آیت ہے تو
بنا بریں صرف انہی انبیاء کا ان کی کتب میں اتباع لازم ہوگا اور باقی کسی نبی و رسول کی اطاعت ان کی امتوں
پر واجب نہ ہوگی اور وہ حجت خدا سے محروم مطلق العنان ہوں گے (**چہارم**) دیگر کتب اول نزول ہی
با وجود لفظی رکھتی ہیں یا وجود کتبی یا الہام قلبی بخلاف اس کتاب لاریب فیہ کہ اس کے حقائق کا قلب محمدی پر
نزول ہوا معانی کا الہام اور قراءت کی وحی " وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ " اور اس
صورت میں لازم ہے کہ انبیاء سلف اپنی کتب کے معانی و مطالب اپنی زبان یعنی حدیث میں سمجھائیں اور ایسا
ہی فی الواقع ہے ورنہ چاہیے تھا کہ مثلاً حضرت موسیٰ توریت کی الواح کوہ طور سے اٹھا کر بنی اسرائیل کے حوالے کر دیتے
کہ لو تم جانو اور تمہارا کام مگر ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان کو اپنی زبان میں سمجھانے کی ضرورت تھی۔ اور ان
احادیث کا اتباع امت پر فرض اور جب یہ صورت ہے تو کتاب محمدی بدرجہ اولی اپنے معانی و مطالب کے
بیان میں بیان پیغمبری و حدیث نبوی کی محتاج ہے۔ اور کتاب اللہ کی طرح حدیث و سنت نبی یعنی آپ کے
ہر قول و فعل کی پیروی واجب اور اسی کا نام دین اسلام ہے اور سنت نبوی یا حدیث پیغمبری سے انکار
انکار از اسلام ہے (**پنجم**) محقق علماء کے نزدیک بلا شک و شبہ کتاب اللہ و کلام اللہ میں فرق ہے۔ کلام اللہ
صرف قرآن پاک ہے۔ باقی کتب سماوی کتاب اللہ ہیں کلام اللہ نہیں ہیں فَهٰذَا الْمُصْحَفُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا
قُرْآنٌ بِوَجْهٍ وَفُرْقَانٌ بِوَجْهٍ وَكَلَامُ اللّٰهِ بِوَجْهٍ وَكِتَابُ اللّٰهِ بِوَجْهٍ " وَإِنَّهُ قُرْآنٌ كَرِيمٌ
فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ " وَتَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ
لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا " الٓمٓ - ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ " " وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا
لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کهف)

وَالْفَرْقُ بَيْنَ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ وَكِتَابِهِ كَالْفَرْقِ بَيْنَ الْبَسِيطِ وَالْمُرَكَّبِ وَالْكَلَامُ
مِنْ عَالَمِ الْأَمْرِ وَالْكِتَابُ مِنْ عَالَمِ الْخَلْقِ (وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ) وَإِنَّ الْكَلَامَ إِذَا
تَشَخَّصَ صَارَ كِتَابًا وَالْأَمْرُ إِذَا تَشَخَّصَ صَارَ فِعْلًا وَالْفِعْلُ زَمَانِيٌّ مُتَجَدِّدٌ وَالْأَمْرُ بَرِيٌّ
عَنِ التَّغَيُّرِ وَالتَّجَدُّدِ وَالْكَلَامُ غَيْرُ قَابِلٍ لِلتَّنْسِيخِ وَالتَّبْدِيلِ بِخِلَافِ الْكِتَابِ يَمْحُو اللّٰهُ
مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ وَلِذٰلِكَ صَحِيفَةُ وُجُودِ الْعَالَمِ الْفِعْلِيِّ الْخَلْقِيِّ كِتَابُ
اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَآيَاتُهُ أَعْيَانُ الْمَوْجُودَاتِ وَأَمَّا كَلِمَاتُ اللّٰهِ التَّامَّاتُ فَهِيَ الْهُوِيَّاتُ
الْعَقْلِيَّةُ النُّورِيَّةُ الَّتِي وُجُودُهَا عَيْنُ الشُّعُورِ وَالْإِشْعَارِ وَالْعِلْمِ وَالْإِعْلَامِ ہر ایک
شے مختلف عوالم و نشآت رکھتی ہے وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ

معلوم ہے (احسن ۳) اور جس چیز میں جس قدر اوصاف و کمالات زیادہ ہونگے اسی قدر اس کے اسماء و نعوت زیادہ۔ ذات واجب الوجود جامع کمالات ہے اسی واسطے اس کی صفات غیر متناہی ہیں اور اس کے اسماء بھی غیر متناہی مگر توقیفی ہیں اس لئے ہمارے لئے ان کا ذکر کرنا بھی محال ہے جو لسان شرع سے بتلائے گئے ہیں اور وہ ایک ہزار ایک اور ایک کم سو ہیں ۔

نامہائے بزرگ و محترمش ❊ رہبر جود و نعمت و کرمش

ہر یکے افزوں عرش و فرش و ملک ❊ زاں ہزار و یکیست صد کم یک

ہر یکے زاں بحاجتے منسوب ❊ لیک نا مہربان ازو محجوب

قرآن پاک کلام اللہ و کتاب اللہ ہے اور اس کی صفات ہمارے علم میں غیر متناہی وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا پس اس کے اسماء و نعوت بھی در اصل غیر متناہی یعنی ہمارا علم ان کو محیط نہیں ہو سکتا ہر ایک جہت اور ہر ایک نشار کے لحاظ سے جداگانہ اسم و لعنت رکھتا ہے۔ کیونکہ مسلم ہے کہ جو صورت موجودہ بین الدفتین مصحف پاک کی ہے۔ یہ عالم امر میں نہ تھی نہ عالم سرمدی میں اور نہ عالم دھری میں۔ عالم امر میں یہ نور محض تھا۔ (والعلم نور یقذفه الله فی قلب من یشاء) عالم سرمدی میں محض اجمال تھا اور عالم دھری میں بین الاجمال والتفصیل اور عالم خلقی میں تفصیل نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ آیہ مبارکہ میں غور کرو نون سیاہی ہے۔ سیاہی میں کتاب کی کل حقیقت نہایت اجمالی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ مرتبہ قلم میں کچھ تشخص پیدا ہوتا ہے اور مقام تسطیر و تحریر میں آکر جملہ حروف و کلمات علیحدہ علیحدہ اور مفصل الٓرٰ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (ہود۔۱) حدیث ذیل کے بعض الفاظ پر غور کرو تو کلام اور کتاب امر اور فعل کا فرق معلوم ہو جائیگا كان الله ولم يكن معه شيئا ثم تكلم بكلمة فصارت روحا الخ خدا تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا کتاب ایجاد بالکل صاف تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کلمہ فرمایا تو روح بن گیا الخ پس یہاں کلمہ مقام امر ہے اور روح مقام فعل امر میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ فعل میں ہوتا ہے۔ کلام قابل تنسیخ و تبدیل نہیں۔ کتاب اللہ منسوخ بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن کے آنے سے کتب سابقہ منسوخ ہو گئیں۔ نیز بعض آیات قرآنی منسوخ ہیں اور بعض ناسخ فافہم اور عدم نسخ کتب سابقہ کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور خلاف مسلمہ اہل اسلام۔

اسی طرح درجۂ قرأت میں بھی یہ کتاب قرآن کہلاتی ہے۔ اور مقام جمع فی قلب محمدؐ میں کتاب اور بلحاظ اس کے کہ فاصل و فارق بین الحق والباطل ہے۔ فرقان اور قرآن و کتاب کا فرق صریحی اس آیت

سے واضح ہے۔ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ غیر اللہ کی طرف سے جھوٹ موٹ دروغ تراشا گیا ہو۔ لیکن یہ قرآن تصدیق کتب سابقہ اور تفصیل کتاب لاریب فیہ ہے وَذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اور اسی طرح کتب دیگر انبیاء فرقان تو ہیں مگر قرآن نہیں ہیں (وَالْقُرْآنُ مُقَامُ الْجَمْعِ) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ (انبیاء) وَاِذْ آتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ (بقرہ) وَكُلُّ قُرْآنٍ فُرْقَانٌ وَلَا عَكْسَ۔ جو قرآن ہے وہ ضرور فرقان ہے مگر ہر فرقان کو قرآن نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی قرائت بھی بوحی الٰہی ہے۔ اور جس وقت یہ ثابت ہوا کہ یہ کتاب کلام اللہ بھی ہے۔ بلکہ صرف یہی کتاب قرآن اور کلام اللہ کہلاتی ہے۔ اور کلام مقام اجمال و مقام امر ہے تو بلاشک و شبہ یہ محتاج تفصیل وتفسیر ہے اور جب بلاشبہ محتاج تفصیل ہے تو تفصیل بلاریب ذات محمدی سے متعلق ہوگی بلکہ جملہ آیات کتاب خواہ مرتبہ عالم روحانی ہو یا عالم دھری یا عالم زمانی خواہ مقام وجود لفظی خواہ کتبی یا وجود ذھنی۔

اَوَّلُ مَرْتَبَةِ الْكَلَامِ اَمْرٌ بَسِيْطٌ اِجْمَالِيٌّ وَهُوَ مَقَامُ الْعَقْلِ الْبَسِيْطِ وَنَفْسُ النَّبِيِّ فِيْ مَقَامِ قَابَ قَوْسَيْنِ عَقْلٌ بَسِيْطٌ مُتَّحِدٌ مَعَ الْمَعْقُوْلَاتِ كُلِّهَا وَهُوَ الْحَقُّ الْاَوَّلُ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ التَّامَّةُ وَكَلَامُهُ فِيْهِ جَوَامِعُ الْقُلُوْبِ وَلِذَا قَالَ اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ۔ پس حقیقت کلام اللہ حقیقت و حقانیہ محمدیہ سے متحد ہے جو دوسرے مرتبہ اور مقام فعلیت میں کتاب اللہ ہے۔ پس اگر حسبنا کتاب اللہ صحیح ہے تو صرف اس معنی میں کہ وجود محمدی کافی ہے ورنہ حسبنا کتاب اللہ کہنا اور حدیث نبوی و اتباع محمدی سے انکار بلاشک و شبہ انکار نبوت ختمی مرتبت ہے۔ کوئی عقل کلام اللہ کی اصل حقیقت کو کماحقہ ادراک نہیں کر سکتی جب تک لسان اللہ اس کی تفسیر و تفصیل بیان نہ کرے۔ یہ الفاظ زبان محمدی سے ادا ہوتے ہیں اور کلام اللہ نے یہ صورت کتاب اللہ بواسطہ وجود محمدی پائی ہے۔ مطالب کلام اللہ اور حقائق کتاب اللہ کو اول اول سوائے زبان محمدی کوئی وجود ادراک بیان نہیں کر سکتا اور کتاب اللہ کے معانی کی صحت محتاج حدیث نبی ہے اور حدیث سے انکار کتاب اللہ اور قرآن سے انکار ہے (**ششم**) تکلم الٰہی کے تین مرتبے ہیں چنانچہ آیت ذیل سے واضح ہیں وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔ (الشوری ۵) (**اول**) مرتبہ تکلم بوحی بلاواسطہ (**دوم**) تکلم بواسطہ حجاب (**سوم**) تکلم بواسطہ ملک۔ (**اول**) اعلیٰ درجہ ہے (**دوم**) اوسط درجہ ہے (**سوم**) ادنیٰ۔ اول کی مثال اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اللہ نے قرآن تعلیم دیا۔ انسان کو خلق کیا اور اس کو بیان سکھایا وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ

لَدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (نمل ۱) بے شک تو قرآن تو حکیم و علیم ذات سے لیتا ہے۔ دوم کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ شجرۂ طور سے آواز کا پیدا ہو حضرت موسیٰ کا سننا اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَھْلِہٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِھَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ فَلَمَّا جَآءَھَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَھَا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّہٗٓ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (نمل ۱) فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جب موسیٰ اس آگ کے قریب آئے جو انہیں دور سے دکھائی دیتی تھی تو اس بقعہ مبارکہ میں ...... وادی ایمن کی جانب۔ شجرۂ طور سے یہ ندا آئی اے موسیٰ بے شک میں معبود برحق پروردگار عالمین ہوں۔ سوم نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (شعراء) روح الامین اس قرآن کو فصیح زبان عربی میں لیکر تیرے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ تو انبیاء منذرین میں سے ہو اور قرآن بوحی اعلیٰ بلا واسطہ آنحضرت کو تعلیم ہوا ہے۔ اور اس لئے منتہائی بساطت و لطافت کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اجسام کثیفہ اپنے الات و جوارح سے اس کے حقائق کو کماھی سمجھنے اور ادراک کرنے کی قطعاً طاقت نہیں رکھتی ہیں۔ اس لئے اس کا سمجھنا صاحب وحی و الہام و صاحبان علم لدنی ہی کا کام ہے۔ اور وجود آنحضرت ترجمان وحی الٰہی ہے بلکہ معانی وحی خود اشارات خفیہ ہیں اور اشارات و کنایات محتاج تنبیہ و تفصیل و تحدید ہوتے ہیں اور اشارات الٰہی کی تشخیص و تفصیل اور ان پر تنبیہ اور انکی تحدید بغیر ترجمان وحی محال ہے۔ ایضاً تعلیم تین قسم کی ہے۔ تعلیم بشری۔ تعلیم ملکی۔ تعلیم الٰہی۔ اور یہ مسلم ہے کہ آنحضرت کو تعلیم قرآن تعلیم الٰہی ہے۔ اگر حضرت جبرئیل واسطہ ہیں تو تنزیل میں نہ تعلیم میں اور جب یہ کتاب تعلیم الٰہی ہے تو تعلیم الٰہی کو بلا واسطہ ترجمان الٰہی سمجھنے کا دعویٰ محال و باطل محض ہے۔ یا معلم بتعلیم الٰہی ہونے کا ادعا۔ ورنہ ضرور یہ تعلیم محتاج بیان و تفسیر محمدی ہے اور اس کتاب اللہ کے ساتھ حدیث و سنت پیغمبری کے اتباع کی ضرورت مسلم (اہم مفہم) ایضاً علماء و حکماء و اہل میزان و اہل معرفت کے نزدیک مسلم ہے کہ کمال انسانی اتصاف باوصاف خدا و تخلق باخلاق الٰہی ہے اور آنحضرت انسان کامل بلکہ اکمل خلائق ہیں یعنی مظہر جامع جمیع صفات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ اور حکمت حقیقی و فلسفہ الٰہی بھی دراصل یہی اخلاق خداوندی سے متصف ہونا ہے اور حکماء کا مقولہ ہے اَلْفَلْسَفَۃُ ھُوَ الْاِتِّصَافُ بِاَوْصَافِ اللّٰہِ وَاَخْلَاقِہٖ عِلْمًا وَّعَمَلًا۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ یعنی تمام مخلوقات میں حکیم واقعی حضرت ختمی مرتبت کی ذات قدسی صفات ہے اور آپ کی کتاب حکمت خالص الٓمّٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ (لقمان ۱) الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ

الحکیم (یونس ۱) فلا ریب انما ذالک الکتاب الکریم والقرآن الحکیم اور آنحضرت معلم کتاب وحکمت وداعی اللہ بالحکمہ ہیں۔ اور اس صفت میں قرآن پاک تمام کتب سماویہ پر اور حضرت رسالت مآب جملہ انبیاء ماسلف پر شرف وامتیاز خاص رکھتے ہیں فان القرآن العظیم والفرقان الکریم فیہ عزائم الامور الالھیۃ التی لا یصل الی درکھا الا اھل اللہ خاصۃ (وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما) وفیہ کرائم اخلاق اللہ التی تخلق بہ رسول اللہ (وانک لعلی خلق عظیم) پس رسول اللہ متخلق باخلاق الٰہی ہیں اور قرآن خلق محمدی ہے اور یہی مضمون جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ فریقین میں مروی بھی ہے۔ چنانچہ عائشہ ام المومنین سے روایت ہے کہ آپ نے خلق عظیم کی تفسیر میں فرمایا کہ آنحضرت کا خلق قرآن ہے۔ اس صورت میں جو کچھ ذات محمدی سے صادر ہو قولاً یا فعلاً وہ عین قرآن ہے عین حقیقت دین ہے۔ عین خلق الٰہی ہے اور انہیں اقوال و افعال محمدی کی پیروی دینداری ہے اور یہی اقوال وافعال معانی قرآن مطالب کتاب اللہ اور اس کے الفاظ کی تفصیل وتفسیر ہیں اور بغیر ان کے کتاب اللہ وقرآن کریم ایک حقیقت مجملہ۔ ایک خزانہ مخفی اور ایک دفتر اسرار عالمین ورب العالمین ہے اور محض قوالب الفاظ کے مطالعہ سے اس کی حقیقت کا کماہی ادراک محال ہے۔ کسی وجود کے باطن کا ادراک واقعی محض الفاظ سے نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ حقیقت جامعہ کلیہ حقیقہ محمدیہ کا ادراک۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ اسی واسطے ارشاد ہوا ہے تخلقوا باخلاق اللہ وتادبوا بآداب اللہ۔ اخلاق الٰہی وآداب خداوندی حاصل کرو اور تخلق باخلاق اللہ بغیر اتباع کتاب اللہ محال ہے اور کتاب باطن محمدی ہے۔ پس تخلق باخلاق خدائی بغیر اتباع پیغمبری ناممکن ہے ؎

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

، ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ انسان کے لئے ایک مثالیہ علم وعمل کی ضرورت ہے جو نوع انسانی کے لئے دستور العمل ہو اور کامل ترین مثالیہ عمل وعلم بھی وجود ہے جو بدرجہ کمال متخلق باخلاق الٰہی ہے۔ اسی کے اقوال وافعال کی پابندی اور پیروی دیندار پر واجب ہے۔ کیونکہ پیغمبر کتاب اللہ کا حقیقی معلم ومفسر ہے۔ ہاں اس کے بعد اگر کوئی شخص کتاب اللہ کا واقعی عالم ہو سکتا ہے تو وہ ہی جو مثل پیغمبر اسلام کامل واکمل مظہر جامع صفات الٰہیہ مجسم خلق الٰہی۔ معدن حکمت۔ برگزیدہ ہستی اور علیم وحکیم ہو۔ وانہ فی ام الکتاب فلا تکن من الجاھلین۔

پس ہم کیونکر کہیں کہ کتاب اللہ کا اقرار کرنا اور سنت نبوی کی پیروی سے انکار دین اسلام وپیغمبر اسلام یعنی در اصل کتاب اسلام سے انکار نہیں ہے۔ اگر اب بھی اپنی ضد نہ چھوڑی جائے تو ہم اس کے سوا

اس کے لئے اور کیا کہہ سکتے ہیں فَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوراً فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ۔ اچھا اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو ہم آیات الٰہی سے مزید توضیح کرتے ہیں۔ شاید حق پسند طبیعتیں راہ راست پر آجائیں ؂

مزید توضیح مدعا

اَلا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اعراف ۴)

اے بنی آدم جس وقت ہمارے فرستادہ پیغمبر جو تمہاری نوع لبشری سے ہونگے تمہارے پاس آئیں جو تم پر ہماری آیات بیان کریں گے تو جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور اپنی اصلاح کرلی تو پھر ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور روزِ حساب وکتاب وہ غمگین ومحزون نہیں ہونگے۔ یعنی حجت خدا پیغمبران برحق ہی ہیں۔ اور ان کی پیروی میں نجات ہے وہ آیات الٰہی کی تفسیر کرنیوالے ہیں۔ صرف کتاب اللہ سند نہیں ہوسکتی۔

ایضاً۔ وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيماً۔ رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً۔ کچھ تو ہم نے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کا حال اے پیغمبر تجھ سے کتاب میں بیان کردیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کا حال یہاں بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ کے ساتھ باتیں کیں۔ ایسے رسول جو لبشارت دینے والے اور عذاب وعتاب خدائی سے ڈرانے والے تھے اور یہ سلسلہ ارسال رسل ہم نے اس لئے جاری کیا تاکہ ان پیغامبروں کے آنے اور ہمارا پیغام لوگوں پہنچانے کے بعد لوگوں کو کوئی عذر اور نافرمانی کی کوئی دلیل وحجت باقی نہ رہجائے اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔ یعنی انبیاء مرسلین کا ہر قول وفعل بندگان خدا کے لئے حجت ہے بلکہ نفس وجود پیغمبر حجت خدا ہے اور اسی میں ان کی رستگاری ہے۔

ایضاً۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ ۴) اور جب تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو اس کی پیروی کرنا کیونکہ جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ ہدایت کا وجود بغیر وجود ہادی غیر متصور وغیر معقول ہے ہدایت وجود ہادی ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ یہاں ہدایت سے مراد وجود ہادی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ وجود فرستادۂ خدا عین ہدایت مجسم ہدایت ہوتا ہے۔ اور جو اس کی بات کو نہیں مانتا وہ دائرہ ہدایت واہتداء سے خارج ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَراً رَّسُولاً قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكاً رَّسُولاً۔ اور کس بات نے لوگوں کو روکا ہے۔ کہ وہ ایمان لائیں جب کہ ان پر ہدایت خدا (رسول) آگئی۔ مگر یہ کہ وہ کہنے لگے کہ

اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کہدو کہ اگر زمین میں فرشتے رہتے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے (جب زمین پر انسان آباد ہیں تو ان پر ایک انسان ہی ہدایت خدا ہو کر آسکتا ہے۔)

یہاں بھی صاف لفظوں میں رسول کو ہدایت کہا گیا اور بلاشبہ وجود پیغمبری سراسر ہدایت ہی ہوتا ہے اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہ ہی فرمانبردار خدا ہے لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُولًا۔ بے شک ہم نے ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغامبر بھیجا ہے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُولًا اور جب تک ہم رسول بھیجکر ان پر اپنی حجت تمام نہ کر دیتے۔ ہم ان کو عذاب کرہی نہیں سکتے تھے۔ اور سزا دے ہی نہیں سکتے تھے۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْھَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ اے ہمارے حبیب جس قبلہ کی طرف تم پہلے سجدہ کرتے تھے۔ اس کو ہم نے صرف اس لئے قبلہ بنایا تھا کہ بتلادیں اور واضح کردیں کہ ہمارے رسول کی پیروی کون کرتا ہے اور پچھلے پیروں سے پھر جانے والا کون ہے۔ یعنی جس نے بلاچون وچرا اطاعت واتباع رسول کی وہ ہی مومن مسلم ہے۔ اور جس نے چون وچرا و شک وشبہ کیا اور بجائے اطاعت واتباع رسول اپنے رائے اور قیاس کو دخل دیا وہ ہی دین سے پھر جانے والا ہے۔ ایسا ہی ہوا اور تبدیل قبلہ پر بہت سے منافقین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کیونکہ یہ بات ان کی رائے کے خلاف تھی اور ان کو اس کے حکم خدا ہونے میں بھی شبہ تھا۔ یہی لوگ تھے جو بعد رسول صاف دین سے پیچھے ہٹ گئے اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔

ایضاً۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ باذن اللہ اس کی اطاعت کی جائے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اللہ اس کو ان بہشتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ اسی میں رہینگے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا اور حدود الٰہی سے تجاوز کریگا اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ (النساء ۲) رسول کی نافرمانی ہی موجب عذاب وعتاب خدا ہے۔ ذٰلِکَ جَزَآؤُھُمْ جَھَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ ھُزُوًا (الکہف ۱۱)

ایضاً۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۔ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (الطلاق ۱) اور کتنے ہی اہل قریہ ہیں کہ انہوں نے حکم خدا اور حکم رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ان کو بُری طرح عذاب میں مبتلا کیا۔ پس انہوں نے اپنے کیے کا وبال اٹھایا اور آخر کار وہ خسارے میں رہے۔ تمام امتوں پر خدا و رسول کی نافرمانی سے وبال آیا اور خداوند عالم اسی لئے یہ قصہ بار بار مسلمانوں کو سناتا ہے کہ عبرت حاصل کریں۔

اور سچے معنی میں خدا و رسول پر ایمان لائیں۔ مگر وہ ہی نافرمانی رسول وہ ہی سرکشی وہ ہی خود رائی چلی جارہی ہے۔ حالانکہ اس کا وبال برابر مسلمان اٹھا رہے ہیں اور شب و روز آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور پھر مخالفت و معصیت رسول میں بڑھ رہے ہیں۔ اور عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ یقیناً ان کو کہنا پڑے گا۔ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۔ "جس دن ظالم گنہگار افسوس سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیگا اور کہیگا کہ کاش میں رسول اللہ کا راستہ اختیار کرتا۔ ہائے افسوس کاش میں فلاں۔ فلاں کو دوست نہ بناتا۔ بیشک ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان سے بڑھکر ظالم و گنہگار اور گمراہ کون ہو سکتا ہے۔ جو اپنی رائے۔ قیاس اور خواہش نفس کو حکم رسول اور حدیث رسول پر مقدم رکھتے ہیں وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۔ (قصص ۵) اس سے بڑھکر گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو بغیر برہان الٰہی و ہدایت الٰہی اپنی رائے و قیاس کی پیروی کرے اور اپنی خواہش نفس پر عمل کرے۔ اے مسلمانو اگر دعویٰ اسلام ہے تو صحیح معنی میں خدا و رسول پر ایمان لاؤ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (نساء ۲۰) اے مسلمانو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو رسول پر اتری ہے ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے وہ دُور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہے۔ بلکہ رسول کی ایسی مخالفت موجب شرک ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (النساء ۱۸) جو شخص ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد رسول سے مناقشہ کرے اور اہل ایمان کی راہ سے پھر جائے اپنا نیا راستہ بنائے تو ہم جدھر کو وہ پھرا ہے ادھر ہی کو موڑ دیں گے اور اس کو جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ بے شک اللہ شرک سے کم درجے کے گناہ جس کو چاہے بخش دیگا

ہے۔ مگر مشرک کو نہیں بخشتا۔ رسول کیساتھ مقابلہ و منافقت شرک ہے جو قابل معافی نہیں۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے وہ حق سے بہت ہی دور ہے۔

ایضاً۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اعراف ۱۹) میری رحمت ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے اور میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھدونگا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری تمام آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی وہ مومن رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ توریت و انجیل میں پاتے ہیں جو ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور ناشائستہ باتوں سے منع کرتا ہے اور طیب چیزیں ان کے لئے حلال کرتا ہے اور خبیث چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔ اور وہ بوجھ جو ان پر پڑا ہوا تھا ہلکا کرتا ہے اور وہ پھندے جو ان کے گلے میں پھنسے ان سے دور کرتا ہے بس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزت و نصرت کی اور اس نور کی پیروی اور تاسی کی جو اس کے ساتھ ساتھ اوتارا گیا ہے۔ پس یہی لوگ نجات اور فلاح پانے والے رستگار ہیں۔ یعنی خدا نے اپنی رحمت خاصہ انہی لوگوں سے مخصوص کی ہے۔ جو رحمۃ للعالمین کے سچے پیرو ہیں اور اس نبی اُمّی کا ہر ایک امر میں اتباع کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ ساتھ اُتارا گیا ہے۔ نجات بس رسول اللہ کی پیروی ان کی اطاعت و اتباع ہی میں ہے۔ اور نبی ہی حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کرتا ہے۔ اور وہ ہی ہر ایک نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر بُرائی سے روکتا ہے۔ جملہ طیبات و خبائث اور حرام و حلال کی کامل اور صحیح شناخت سوائے اس رسول اُمّی کے اور کسی کو ممکن نہیں ہے۔ پس کتاب اللہ سے حلال و حرام کا حکم دینا دراصل اسی کا کام ہے۔ امت کا کام اس حکم نبی کی پیروی ہے۔ مزید تفصیل آئندہ آئیگی۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جملہ موجوداتِ عالم میں سے وہ ہر ایک طیب و خبیث اور حرام و حلال کو صرف کتاب اللہ کے الفاظ سے معلوم کر کے فتویٰ دے سکتے ہیں۔ وہ سبیل اللہ سے بہت دُور چلے گئے ہیں اور ضرورت وجود ہادی و معلم کا صاف انکار کر بیٹھے ہیں۔ یا خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ علم حرام و حلال اور خبیث و طیب حکم فتویٰ سے مقدم ہے۔ قرآن پاک میں یہ بیان ہے۔ کہ طیب چیزیں کھاؤ اور استعمال میں لاؤ۔ خبیث مت کھاؤ اور ان سے اجتناب کرو۔ لیکن عالم میں کون کون چیزیں طیب ہیں اور کون کون

خبیث ان کی تفصیل مذکور نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ ان کی تفصیل ایسی ایسی سینکڑوں کتابوں میں بھی نہیں سما سکتی پھر ایسے مختصر جوہر لطیف اور خزانہ جفی میں ان کی گنجائش کہاں ہے۔ پس جب تک ہر ایک چیز کی بابت پہلے سے یہ علم نہ ہو کہ یہ عند اللہ طیب یا خبیث ہے تو خصوصیت سے اس کی نسبت کیسے فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا بین ثبوت یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ قرآن پاک موجود ہے اور احادیث نبوی میں ان کی شناخت بھی موجود ہے۔ پھر روزمرہ کے استعمال کے حلال و حرام جانوروں میں علماء کے فتوے میں اختلاف ہے۔ ایک امام اپنے فتویٰ میں ایک جانور کو حلال کہتا ہے۔ دوسرا حرام۔ تیسرا مکروہ۔ وغیر ذالک اسی پر دیگر احکام و فرائض کا قیاس کیجئے۔ پھر محض کتاب اللہ کے الفاظ سے تمام عالم کی خبائث وطیبات فرداً فرداً سمجھ لینا اور صحیح فتویٰ دینا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

حکم خدا حکم رسول ہے

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (البقرہ ۲۶) سب لوگ امت واحد تھے کہ اللہ نے انبیاء مبشرین و منذرین بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ ان باتوں میں فیصلہ کر دے کہ جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ اور بس انہی لوگوں نے اپنی سرکشی سے اختلاف کیا ہے۔ جن کو کتاب دی گئی تھی حالانکہ ان کے پاس دلائل بینہ آچکی تھیں۔

پس اللہ نے مومنین صادقین کو حق کا وہ راستہ دکھا دیا جس میں لوگ اختلاف کر رہے تھے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے۔ لوگوں میں اختلاف ہے اختلاف ان کی طبیعت و عادت ہے۔ اور یہ صفت عام انسانوں میں مشترک ہے۔ جن کے پاس کتاب ہے وہ بھی اختلاف رکھتے ہیں بلاشبہ کتاب اختلاف مٹانے کے لئے آئی ہے مگر خود نہیں مٹا سکتی۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ اور بس ہم نے تجھ پر کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ اے رسولؐ تو اس کتاب سے اس اختلاف کو بیان کر دے۔ جو لوگوں میں پڑا ہوا ہے اور اگر خود کتاب اختلاف مٹا سکتی تو خود اہل الکتاب میں اختلاف نہ ہوتا۔ بلکہ دراصل کتاب اللہ کے ذریعہ لوگوں سے اختلاف مٹانا اور اس کو بیان کرنا صاحب کتاب پیغمبر خدا کا کام ہے۔ بے شک حکم حکم خدا ہے۔ اور حکم کتاب اللہ حکم خدا ہے۔ لیکن حاکم بکتاب اللہ پیغمبر خدا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس کی مزید توضیح و تصریح موجود ہے۔ کہ جو

حکم رسول کو نہیں مانتا وہ مومن ہی نہیں ہے۔ اور بغیر حکم رسول کوئی حکم حکم الٰہی نہیں ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
(سورہ نسار رکوع ۹) ہرگز نہیں (اے رسول) یہ لوگ کبھی سچے مومن نہیں کہلائیں گے۔ جب تک ہر ایک اختلاف
میں تجھکو حکم نہ بنائیں اور پھر جو کچھ تو ان میں حکم دے اور فیصلہ کر دے اس سے کسی طرح دلتنگ نہ ہوں اور
اس کو اس طرح تسلیم کریں جو تسلیم کرنے کا حق ہے اور اس سے زیادہ تصریح سے فرماتا ہے۔ إِنَّا أَنزَلْنَا
إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (نساء ۱۵) بیشک
ہم نے اس لئے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے۔ تاکہ تو لوگوں میں اس کے ذریعہ اس طرح
حکم کرے جس طرح کہ اللہ نے تجھے دکھا اور سمجھا دیا ہے۔ اور تم اس میں خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ ہو
یہاں صاف حکم کی نسبت رسول کی طرف ہے اور آیت اول میں بظاہر ضمیر "بحکم" "کتاب اللہ" کی طرف اور
اس کا صحیح حل یہی ہے۔ کہ حکم حکم کتاب اللہ ہے اور اس سے حکم کرنے والا رسول اللہ اور یہی ہمارا ادعا ہے
جو حکم کتاب اللہ سے نہ ہو وہ بھی باطل ہے اور جو حکم کتاب اللہ اپنی رائے اور قیاس سے ہو اور حکم رسول
کے مطابق نہ ہو وہ بھی باطل ہے۔ اب کونسا مسلمان ہے جو اس حقیقت سے انکار کر سکے کہ کتاب اللہ سے
حکم کرنا۔ صاحب کتاب یعنی رسول اللہ کا کام ہے۔ اور امت کا کام حکم رسول اللہ کی پیروی کرنا اور اس
میں چوں وچرانہ کرنا اور یہی منشاء ہے اس حکم کا مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا
جو کچھ بھی رسول تم سے کہے جو تم کو پہنچائے جو تمکو بتلائے اس کو قبول کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز
رہو اور یہی ایمان واسلام کی نشانی ہے۔ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا کسی مومن یا مومنہ کو رسول کے فیصلہ کے مقابلہ
میں کتاب سے فتویٰ دینے اور حکم لگانے کا کوئی اختیار نہیں ہے مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا
مُّبِينًا (احزاب ۵) جو شخص رسول اللہ کے فیصلے اور آپ کے حکم پر نہ چلے عاصی۔ گنہگار اور کھلم کھلا گمراہ ہے
وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ
كَثِيرًا (احزاب ۳) جس وقت یہ ثابت ہے کہ کتاب اللہ سے حکم لگانا۔ فتویٰ دینا۔ فیصلہ کرنا۔ رسول
اللہ کا کام ہے اور یہ ان کی ڈیوٹی ہے تو پھر یہ دعویٰ کہ کتاب اللہ کافی ہے رسول اللہ کی حدیث کی ہمیں
ضرورت نہیں صاف اور صریح الفاظ میں رسول اللہ کی رسالت سے انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ تیسری آیت
لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ میں بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ کے جملہ نے ایسا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کوئی مسلمان یہ دعوے کر
ہی نہیں سکتا کہ وہ قرآن سے خود ہر حکم لگا سکتا ہے اور فتویٰ دے سکتا ہے اپنے جملہ فرائض کو سمجھ سکتا ہے

اس واسطے کہ خداوند عالم اپنے رسول کے حکم کو بھی اپنا حکم اس لئے کہتا ہے اور اس کو حاکم بالکتاب بتاتا ہے
کہ وہ خود اس کو حکم سمجھتا ہے بلکہ اس کی حقیقت واقعہ کو عالم واقع میں دکھاتا ہے۔ اور یہ ایسا مقام ہے کہ
یہاں کچھ لکھتے اور اس کی تصریح کرتے ہوئے ہاتھ کانپتا ہے اور قلم لرزتا ہے۔ کیونکہ بما ارٰک اللہ ایک
گہری حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لئے کہ بما علمک اللہ بما فہمک اللہ بما بصرک اللہ بما
نبئک اللہ نہیں ہے بلکہ بما اراک اللہ ہے اور رویۃ حکم بغیر رویت حقیقت واقعیہ فی عالم الواقع محال
ہے ایک مقام پر خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ کیا اس کو علم غیب حاصل ہے
پس وہ دیکھ رہا ہے یعنی "یریٰ" وہاں صادق آ سکتا ہے جہاں حقائق غیبیہ کا معائنہ و مشاہدہ ہو یعنی حقیقی
علم اس کا ہے جس کے سامنے حقائق حاضر ہیں اور وہ ان کو دیکھتا ہے اور وہ ان حقائق کو چونکہ معائنہ و مشاہدہ
کر چکا ہے۔ الفاظ کے قالب اور عبارات کے پردوں میں بھی ویسے ہی دیکھتا ہے اور اس لئے وہ حکم میں
غلطی نہیں کر سکتا۔ اس کا علم عین عالم واقع کے مطابق ہوتا ہے خصوصاً ان حقائق میں جو غیب ہی غیب ہیں
جیسے کہ حقائق مبداء و معاد۔ ذات خداوندی اور اس کی صفات تمام حقائق غیبیہ ہیں۔ حقائق دوزخ و
بہشت اور عالم آخرت سب حقائق غیبیہ ہیں ان کی بابت بیان کرنا۔ ان کلامات کو حسب استعداد سمجھانا
اسی کا کام ہے جو علم لدنی رکھتا ہے یا جس کو علم غیب کا کچھ حصہ ذات عالم الغیب والشہادہ نے عطا کیا ہے
اور وہ محض خدا ہی کی ذات ہے۔ لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ رسول برگزیدہ
ضرور علم الغیب کا حصہ من جانب اللہ رکھتا ہے اور امت کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ
عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ اللہ تم کو غیب پر
مطلع نہیں کرتا لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اس علم کے لئے چن لیتا ہے پس اللہ اور
اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو امت کو خود حق حاصل نہیں ہے۔ کہ ان حقائق غیبیہ کے متعلق
کچھ کہہ سکے اور بغیر بیان وحدیث پیغمبری زبان ہلائے چنانچہ جن لوگوں نے ان امور میں اپنی رائے کو دخل
دیا ہے اور اپنی فہم و عقل سے ان حقائق ذات و صفات واجب الوجود اور حقائق عالم آخرت و معاد کو
مطابق کرنا چاہا۔ بلاشبہ وہ گمراہی میں پڑے اور بحر ضلالت میں غوطے کھاتے نظر آتے ہیں "ضَلُّوا
وَأَضَلُّوا كَثِيرًا" خود بھی ڈوبے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے سچ ہے سے

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

عالم ظاہر و عالم شہادت کی اشیاء کی تحقیق میں ٹھوکریں کھاتے ہیں تو عالم الغیب میں کیا جوہر دکھا سکتے

ہیں لَیْسَ بِعُشِّکَ فَادْرُجِی۔ ایاز قدر خود بشناس۔
کہاں تمہارا دین کہاں تمہاری عقل وفہم اور کہاں ہویت ذات غیب الغیوب کُلَّمَا خَطَرَ بِبَالِکَ
فَھُوَ ھَالِکٌ وَاللّٰہُ غَیْرُ ذٰلِکَ۔ اَلْغَرَض جس کے سامنے حروف ونقوش ہی ہیں۔ تو ان حروف و
نقوش سے جو صورت معنی اس کے ذہن میں متصور ہوگی اس کے لئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مطابق واقع
ہے۔ اور یہی حکم خدا ہے؟ اس مقام پر بلاشبہ معانی تابع الفاظ نہیں بلکہ تابع ذہن متصور ہیں اس کا حکم اپنا حکم ہے
نہ خدا کا یہ اس کی رائے ہے نہ عالم واقع اور اس لئے کتاب اللہ سے غیر معلم الٰہی کا حکم باطل ہے اور ایسا حکم
کرنے والا فاسق۔ ظالم بلکہ کافر ہے وہ ان آیات کے تحت میں داخل ہے ہرگز ان کی زد سے نہیں بچ سکتا
وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ جو لوگ وہ ہی حکم واقعی الٰہی نہیں دیتے جو اللہ
نے اتارا ہے۔ تو بس یہ لوگ ہی فاسق گنہگار بلکہ فاسق العقیدہ ہیں وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ جو لوگ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے ہیں وہ اپنے نفوس بلکہ دوسرے نفوس پر بھی ظلم کرنیوالے
گنہگار بلکہ مشرک ہیں۔ وَاِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ
ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ جو اپنی رائے سے خلاف ما انزل اللہ حکم دیتے ہیں وہ بلاشبہ دین اسلام سے خارج
ہیں۔ ایک شخص جو اپنی رائے اور قیاس سے کتاب اللہ سے فتویٰ دیتا اور حکم لگاتا ہے۔ اس کے پاس
کیا دلیل ہے کہ یہ جو کچھ اس نے کہا ہے اور فتویٰ دیا ہے یہی مطابق واقع ہے۔ یہی عین حکم خدا ہے۔ یہی
منشاء الٰہی ہے۔ یہی اس حکم سے مقصود خداوندی ہے؟ کیا وہ کوئی حجت وسند خدائی رکھتا ہے یا شہادت
نبوی؟ اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو کیونکر اطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے اور کس طرح برأت ذمہ ممکن
ہو سکتی ہے اور کیسے اس حکم اور فتویٰ کی پیروی خدا ورسول کی متابعت وپیروی اور ان کی اطاعت
اطاعت وفرمانبرداری کہی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ معصیت رسول ہے یہ خدا کی نافرمانی ہے یہ رائے
پرستی اور نفس پرستی ہے یہ قرآن فہمی کے مدعی صرف بلادلیل مدعی ہیں اِنْ ھِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْھَآ
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ (النجم ۱) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیْرِ ھُدًی
مِّنَ اللّٰہِ۔ جو شخص بغیر ہدایت الٰہی وسلطان الٰہی اپنی رائے کی پیروی کرے اس سے بڑھکر گمراہ کون ہو سکتا
ہے۔ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰھُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ
(مومن ۶) وہ لوگ کہ جن کے پاس خدا کی طرف سے کوئی دلیل نہیں آئی ہے اور وہ خواہ مخواہ آیات الٰہی میں
جھگڑے کرتے ہیں۔ ان کے سینوں میں بڑائی اور کبر کے ہوس بیجا کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ

اس تک کبھی بھی پہنچنے والے نہیں ہیں۔ اللہ سے پناہ مانگ وہ ہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔ هَاتُوا سُلْطَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ یہی بڑائی کی ہوس ہے۔ جو انہیں اطاعت و اتباع پیغمبری سے مانع ہو رہی ہے۔ وہ ہی حاکم بالکتاب اور عالم بالقرآن ہونے کا دعویٰ کرا رہی ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کتاب خدا اور رسول کی پیروی کرو تو وہ اس سے بھاگتے ہیں۔ اور اطاعتِ رسول کو شرک بتاتے ہیں۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا (نساء ۹) آیت ھذا بتلا رہی ہے۔ کہ یہ صریح منافقت کی نشانی ہے۔ إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ کی پیروی کا تو دعویٰ ہے اور إِلَى الرَّسُولِ کی دعوت کو قبول نہیں کیا جاتا۔ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ایک ہی آیت میں اتباع قرآن اور اتباع رسول کی دعوت ہے۔ ایک کی قبولیت کا دعویٰ اور دوسری سے صاف انکار اور اس پر دعویٰ اسلام ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ (نور ۶) اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان حکم اور فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ اس سے اعراض کرتا ہے۔ اور یہی گروہ اہل القرآن کہلاتا ہے

شہادتِ رسول اور حکمِ قرآن

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرہ) جہاں رسول اللہ کی اور صفتیں قرآن پاک میں مذکور ہیں ایک ان میں اس کا شہید علی الناس ہونا بھی ہے۔ ہر ایک حجتِ خدا اپنی امت اور اپنے متبعین و مقتدین پر شاہد و شہید ہے۔ اور خاتم النبیین و سید المرسلین جملہ شہداء پر بھی شہید ہے۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (نساء ۵) بنابریں مسلم ہے کہ امت کا کوئی عمل اور کوئی فعل بغیر شہادت رسول اور اور حجتِ خدا قبول نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی صحت کا حکم نہیں کیا جا سکتا اور کوئی عبادت عبادتِ خدا نہیں کہلا سکتی جب تک اس کے ساتھ تصدیق و شہادتِ نبوی شامل نہ ہو يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ (احزاب) پس کوئی حکم حکمِ خدا نہیں کہلا سکتا جب تک اس پر رسولِ خدا کی شہادت نہ ہو بناءً علی ہذا وہ لوگ جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ قرآن سے اپنے فرائض معلوم کرنے اور احکام استنباط کرنے۔ فتویٰ دینے اور حلال و حرام کا حکم لگانے میں ہر فردِ امت ہر عالم امت مختار ہے۔ حدیث نبوی کی ضرورت نہیں وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں

کہ ضرور ان کا حکم حکمِ خدا ہے؟ جبکہ وہ شہادت رسول اللہ ساتھ نہیں رکھتے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ جو وہ سمجھے ہوں وہ غلط ہو، منشاءِ الٰہی کے خلاف ہو اور اس کے مخالف ہو جو رسول سمجھا ہے۔ اور جو اس کو سمجھایا اور دکھایا گیا ہے ضرور ممکن ہے۔ اور اس صورت میں اس حکم پر عمل کرنا طاغوت کی پیروی ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جو کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کو لازم جانتے ہیں اور آیت کیساتھ حدیث کو بھی لیتے ہیں۔ وہ یقیناً اپنے فتوی پر شہادت پیغمبری رکھتے ہیں۔ بالفرض اگر وہ حکم نفس الامر میں صحیح نہ بھی ہو۔ اور انہوں نے استنباط حکم میں غلطی کی ہو تب بھی ان کے پاس حجت ہے۔ اور وہ سنتِ رسول کی پیروی وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے حسن سے خالی نہیں رہ سکتے اور تفسیر بالرائے کے جرم میں گرفتار نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر انہوں نے دیدہ و دانستہ غلطی کی یا کسی غرض ذاتی سے کوئی فتویٰ دیا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اور اس وجہ سے وہ مجرم ہو سکتے ہیں۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ۔ حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ محض لغو ہے۔ ہر ایک عمل جو متابعت پیغمبری سے خارج ہو باطل ہے۔ ڈرو اس دن سے وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔ تمہارے ان فتاوی اور احکام اور اس خود ساختہ صوم و صلوٰۃ کی رسول ہرگز شہادت نہ دیگا وَيَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا۔

خواہش نفس اور حکم قرآن

ہم لکھ چکے ہیں کہ اپنی خواہش اور اپنی رائے پر دین میں عمل کرنا موجب گمراہی بلا شرک ہے۔ اَرَاَيْتَ الَّذِي اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ اور اس میں شک نہیں کہ ایک شخص جو حسبنا کتاب اللہ کا قائل ہے۔ اور تفسیر قرآن میں حدیث نبوی اور قول حجت خدا کی پیروی نہیں کرتا ہے۔ وہ بہرحال قرآن سے وہ ہی حکم کریگا جو اس کی سمجھ میں آئیگا اور یہ اس کی رائے ہو گی بلکہ جو کچھ اس کے دل کو لگتا ہو گا اور جس کو اس کا نفس پسند کرتا ہو گا پس بلاشبہ اس کا حکم منہی عنہ ہو گا اور اس پر عمل بحکم آیات صریحۃ الدلالات ممنوع ہو گا۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ جھوٹوں اور جاہلوں کی خواہشوں پر نہ چلو اور اس کا نام تفسیر بالرائے اور اس سے بغض حدیث و لغض قرآن آدمی گمراہ اور جہنمی ہو جاتا ہے۔ وَمَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ یہی وہ سلسلہ ہے جس سے سابقہ امتیں گمراہ ہوئیں یعنی اپنے پیغمبر کے بعد ہر ایک گروہ اور جماعت نے کتاب خدا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اپنی اپنی خواہش کے مطابق اپنی تفسیری کتابیں بنالیں اور ہر ایک اس پر خوش ہے اور اس کو پسند کرتا ہے۔ وَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔

اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ ان کی نیت استنباط حکم میں بد نہیں ہے اور وہ محض خواہش نفس کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ پھر بھی بلاشبہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حکم واقعی حکم خدا ہے یعنی یقین حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ وہ سمجھا ہے صحیح سمجھا ہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی بابت ظن اور گمان ہو سکتا ہے۔ قطع و یقین کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا اور جب علم الیقین کا درجہ بھی حاصل نہ ہوا تو کیا عین الیقین اور حق الیقین کا مقام دید ممکن ہو سکتا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ پس وہ گمان پر چل رہے ہیں اور ظن کی پیروی کر رہے ہیں وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا (یونس ۴) وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ اکثر اپنے ظن و گمان ہی پر عمل کرتے ہیں اور یہ لوگ صرف اٹکل سے حکم لگاتے ہیں اور فتوے دیتے ہیں۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ظن و گمان کبھی مفید حق نہیں ہو سکتا وَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ "بعض ظن گناہ ہیں۔ پس بلاشبہ اہل ظن کا حکم و فتویٰ جو منکر حدیث ہیں ناحق اور باطل ہیں اور دعویٰ "حسبنا کتاب اللہ" ایک فریب ہے۔ رسول خاتم النبیین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ امر دین میں اپنے اجتہاد۔ رائے اور قیاس سے حکم دے فَاِنَّ الدِّیْنَ لَا یُصَابُ بِالْقِیَاسِ بلکہ وہ ایک شریعت امری پر مامور ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ امت کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا کہ وہ خلاف فرمان رسول اپنی رائے و قیاس پر عمل کرے؟ عبرت و حیرت کا مقام ہے۔ مو رحلال و حرام میں قدرت کا اہتمام تو یہ ہو کہ فرمائے یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ (مائدہ ۱) یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا حلال کیا گیا ہے تو تم ان سے کہہ دو کہ تمہارے لئے طیبات چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو کچھ سدھائے پڑھائے ہوئے شکاری کتے شکار پکڑ کر لائیں جن کو تم نے اس طرح پر تعلیم دی ہے جو تم کو اللہ نے دی ہے۔ یعنی کتے کو بھی تعلیم الٰہی کے سوائے تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح پر ان کو سدھایا اور سکھایا جا سکتا ہے جس طرح پر خدا نے بتلایا ہے اور سمجھایا ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم بلا تعلیم الٰہی اور بلا اس کے سمجھائے اور بتلائے حلال و حرام کا حکم لگا دیں یا تو یہ دعویٰ کریں کہ سب اہل القرآن معلم تعلیم الٰہی اور صاحب وحی و الہام ہیں۔ اس لئے وہ جو کچھ قرآن سے حکم نکالتے ہیں وہ مطابق وحی خدا بلکہ عین وحی خدا ہوتا ہے اور اس لئے وہاں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ ورنہ ضروری ہے کہ وہ معلم قرآن رسول اور حجت خدا کے حکم کے حکم کے مطابق حکم لگائیں اور فتویٰ دیں اور تفسیر بالرائے کے شرک سے بچیں اور حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، کا گیت ترک کر دیں۔ اور مثل سلف صالحین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کریں۔

تعلیم پیغمبری اور تفسیر قرآن } هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ

آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (جمعہ) امیین میں انہی میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے جو آیات اللہ کی ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت الٰہیہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے ضلالت میں تھے۔ کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ آیَاتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ ۱۸) ایسے ہی پہلے رسول بھیجے گئے تھے جیسا کہ تم میں رسول بھیجا ہے۔ جو ہماری آیات کی تم پر تلاوت کرتا ہے، تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تم کو وہ چیزیں پڑھاتا ہے اور بتلاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اس آیت میں رسول کی شان اور اس کے ذاتی اوصاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۱) تلاوت کتاب اللہ و آیات اللہ (۲) تزکیہ نفوس (۳) تعلیم کتاب اللہ اور حکمت الٰہیہ اس کے فرائض ہیں اور بلا شک وشبہ وہ معلم کتاب اللہ ہے اور اس سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہیں تو یہ آیت (معاذ اللہ) باطل اور بعثت رسول لغو محض جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کر سکتا اور اس آیت نے حدیث پیغمبری کی ضرورت کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ بالکل واضح بلکہ بدیہی ہے کہ معلم کا کام یہ ہے۔ کہ کتاب اللہ کے الفاظ کے معانی ومطالب کو متعلمین کی فہم اور استعداد ولیاقت کے موافق اپنے الفاظ میں سمجھائے۔ معلم کا صرف یہ کام نہیں ہے کہ وہ کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کر سنا دے اور چلا جائے۔ ایسے کو معلم نہیں کہتے۔ اور اس سے کتاب کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال وہ اندھا جاہل حافظ قرآن ہے جو جاہلوں کو قرآن کے الفاظ سکھا دیتا ہے۔ اور شاگردوں کو یاد کرا دیتا ہے۔ اس سے صرف یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ طلبہ کی قرأت درست ہو جائے گی۔ نہ یہ کہ اس سے علم قرآن اور حقائق ودقائق اور علوم وفنون حاصل ہو جائیں۔ فرائض واحکام حلال وحرام معلوم ہو جائیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ رسول اللہ نے کسی آیت کی تفسیر وتشریح نہیں کی۔ کسی آیت کے معنی نہیں بتلائے۔ کسی کا مفہوم نہیں سمجھایا۔ اور مدعائے الٰہی سے آگاہ نہیں کیا تو ہم کہیں گے کہ اس نے تعمیل حکم خدا نہیں کی اس نے فرض رسالت ادا نہیں کیا اور حق تعلیم بجا نہیں لایا بلکہ اس نے ہدایت کا راستہ نہیں بتلایا۔ کیا جب کوئی مخالف اسلام آگر حقانیت اسلام کا سوال کرتا تھا یا اسلام پر اعتراض کرتا تھا تو حضرت صرف اس کے سامنے قرآن کے الفاظ تلاوت فرمایا کرتے تھے؟ اگر ایسا تھا تو کیا اس صورت میں اس کی تسلی وتشفی ہو جاتی تھی اور کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان میں تمہارے قرآن کو کب مانتا ہوں جو تم کو مجھ کو

سناتے ہو؟ مجھ پر پہلے اسلام اور کتاب اسلام کی حقانیت بدلائل ثابت کرو تو کیا رسول اللہ پھر آیت کی تلاوت کر دیتے تھے اور کچھ ارشاد نہیں فرماتے۔ کوئی دلیل نہیں دیتے تھے؟ اور محجوج و مغلوب ہو کر رہ جاتے تھے۔ تو پھر وہ حجت خدا کیونکر کہلا سکتے ہیں؟ اچھا اگر ایک معترض خود آیات قرآن ہی کے بابت سوال کرے اور اس کے معنی پوچھے تو بھی حضرت اس کی تلاوت کر دیں گے خواہ آیت محکم ہو یا متشابہ؟ اور بالفرض اگر وہ چند آیات کو پیش کرے اور کہے کہ ان میں تناقض ہے تو اس صورت میں بھی حضرت ان آیات کی تشریح اور تفسیر فرما کر تناقض کو رفع کر کے نہ دکھاتے تھے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں اگر ایسا کرتے بھی تو بھی کوئی نہ سمجھتا۔ اور مدعا حل نہ ہوتا۔ کیونکہ حضرت عمر جیسا جلیل القدر صحابی جس کو جمہور مسلمین اول المجتہدین مانتے ہیں۔ بلکہ جن کے اقوال و افعال عین دین اور اصل دین سمجھتے ہیں بلکہ وہ بزرگ کہلاتے ہیں جن کی رائے کے موافق اور مطابق آیات اللہ نازل ہوا کرتی تھیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ آیت کلالہ کے معنی میں متردد تھے (حالانکہ آیت صاف اور صریح ہے۔ محکم ہے۔ خود معنی آیت میں مذکور ہیں) رسول اللہ سے دریافت کیا آپ نے سمجھایا اور آیت تلاوت کی پھر بھی تشفی نہ ہوئی حذیفہ یمانی کی معرفت پھر دریافت کیا آپ نے حذیفہ کو بھی وہ ہی جواب دیا۔ پھر بھی اطمینان نہ ہوا تو اپنی دختر نیک اختر حفصہ کی معرفت پھر بھی سوال کیا وہ ہی جواب سنا کہ ہم نے بتلا دیا ہے۔ آخر خود سو صفحہ اس کی تفسیر میں لکھے پھر ان پر اطمینان نہ ہوا۔ کلالہ کے معنی سمجھ میں نہ آئے اور الکلالۃ الکلالۃ کہتے ہوئے دنیا سے گذر گئے۔ حالانکہ یہی "حسبنا کتاب اللہ" فرمانے والے بزرگ ہیں اور تمام عمر ان کی یہ شان رہی کہ جب قرآن کا کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تھا یا کوئی اشکال و اعضال پیش آتا تھا۔ تو حجت خدا کو یاد کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ مُعْضِلَةٌ وَلَيْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَنِ وغیرہ ذالک پھر عوام الناس کے لئے کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ صرف الفاظ قرآن سے مطالب سمجھ لیں حالانکہ اکثر صحابہ اس سے عاجز تھے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ اِلَيْكَ فَاِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا گویا اکثر صحابہ کا یہی عمل تھا کہ جو بات آیات سے نہ سمجھتے تھے وہ ان اہل علم اور اہل الذکر سے دریافت کر لیتے تھے۔ جن کو قدرت کی طرف سے علم القرآن عطا کیا گیا تھا اور اس طرح ان کو مخلوقات پر حجت بنایا گیا تھا۔ یہی ہم کہتے ہیں۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ آیت خود دلیل ہے کہ صرف الفاظ قرآن سے ہر ایک شخص یا ہر ایک عربی دان یا ہر ایک عالم مقاصد و مطالب اللہ کو سمجھ لیتا تو تمام امت اہل الذکر سے سوال کرنے پر مامور نہ ہوتی اور یہ دعویٰ کہ اہل الذکر سے مراد عام علماء یا خاص اہل القرآن ہیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل اور مصادرہ علی المطلوب اور اول النزاع ہے۔ ثَبِّتِ الْجِدَارَ ثُمَّ انْقُشْ پہلے ایسا ثابت کرو پھر اس پر تفریع کر سکتے ہو ورنہ

دیا۔ غرض معلم کتاب اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ صرف الفاظ و آیات کی تلاوت کر دے۔ اور بس اس کی خود آیت صاف نفی کر رہی ہے۔ اور بتلا رہی ہے کہ علاوہ تلاوت قرآن رسول اللہ کا کام تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب اللہ و حکمت الٰہیہ تھا نہ صرف تلاوت۔ ورنہ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے کوئی معنی ہی نہ ہونگے۔ اس کی شان وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ہے جو کچھ بھی تم نہیں جانتے وہ اس کی تعلیم دیتا اور پڑہاتا ہے۔ پس جو کچھ وہ آیات اللہ۔ کتاب اللہ حکمت الٰہیہ کے متعلق پڑھاتا ہے۔ تفسیر و تشریح کرتا ہے۔ وہ ہی اس کی حدیث ہے جو مثل آیات اللہ واجب العمل واجب التعظیم ہے۔ کیونکہ وہ بھی عین مطابق وحی ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ علماء کاملین مثل فخر الدین الرازی وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ آنحضرت اپنی رائے اور قیاس سے کچھ نہیں فرماتے تھے۔ جو کچھ فرماتے تھے مطابق وحی؛ الامام فرماتے تھے اور ہرگز کسی مسئلہ میں اجتہاد نہیں فرماتے تھے وَمَا الْحَقُّ إِلَّا مَا قَالَهُ أَوْ عَمِلَ بِهِ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ أَوْ تَفَكَّرَ فِيهِ أَوْ جَسَّ فِي خَلَدِهِ مَنْ كَانَ لَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ فَلَا يَأْمُرُ وَلَا يَنْهَىٰ إِلَّا بِمَا يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَيُوحَىٰ إِلَيْهِ۔

رسول ہر ایک شخص کو اس کی استعداد و قابلیت کے موافق ہدایت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ اور اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ پر مامور ہے۔ کسی کو حکمت سے ہدایت کرتا ہے۔ کسی کو موعظہ حسنہ سے اور کسی کے ساتھ بطرز احسن مجادلہ و مباحثہ و محاجہ کرتا ہے۔ اور یہی اس کی ڈیوٹی اور اس کا فرض ہے وہ معاذ اللہ فونوگراف نہیں ہے۔ کہ اس میں آواز وحی بھری ہوئی ہے۔ خدا نے کوکا اور اس نے ریکارڈ دوہرا دیا۔ یا وہ شجرۂ طور نہیں ہے۔ کہ قدرت نے اس میں آواز پیدا کر دی اور موسٰے نے سن لی اور خود درخت کو کچھ خبر نہیں کہ کیا کہا گیا۔ نہ وہ واسطہ تنزیل اور سفیر محض ہے۔ وہ تو مبلغ ہے۔ حجت خدا ہے۔ ہادی الی اللہ ہے۔ داعی الی الخیر ہے۔ وہ مبین کتاب اللہ اور معلم کتاب اللہ و حکمت الٰہیہ ہے۔ اگر کبھی کہیں تعلیم پائی ہے اور کسی فاضل استاد اور معلم کو دیکھا ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ وہ معلم کتاب پڑہانے سے پہلے اس کتاب اور ان علوم کا عالم کامل ہوتا ہے جس کو وہ پڑہاتا ہے اور وہ صرف اس کے الفاظ نہیں پڑھکر سنا دیتا بلکہ ایک ایک لفظ کی تشریح کرتا ہے اور ایک ایک لفظ سے ہزارہا دقائق و حقائق اور نکات بیان کرتا ہے ایک ایک لفظ پر مہینوں تقریر کرتا ہے اور ہمارا پیغمبر تو کامل ترین معلم ہے۔ بے شک وہ ایک ایک حرف قرآن سے لاکھوں حقائق و دقائق بیان کرتا ہے۔ اور ضرور کرتا ہے اور بلا شک و شبہ کتاب اللہ کی ایک ایک آیت بلکہ ایک آیت کے حرف و نقطہ میں ہزاروں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں نکات اور حقائق و دلیعت

ہیں وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي الآية یہی وجہ ہے کہ ایک انسان کامل اور معلم کتاب اللہ اور مفسر کتاب اللہ نے تمام شب بسم اللہ کی تفسیر بیان کی اور راوی کے اظہار تعجب پر فرمایا کہ اگر چاہوں تو چالیس اونٹ اس کی تفسیر سے بھر دوں اسی واسطے تو محی الدین عربی اس کی شان میں فرماتے ہیں مَادَّةُ الْعُلُومِ الْخَيْرِ الْمُتَنَاهِيَةِ حَقِيقَةُ النُّقْطَةِ الْبَائِيَّةِ حَيْدَرُ آجَامِ الْاِبْدَاعِ الْكَرَّارُ فِي مَعَارِكِ الْاِخْتِرَاعِ السِّرُّ الْجَلِيُّ النَّجْمُ الثَّاقِبُ اِمَامُ الْاَئِمَّةِ عَلِيُّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ یہ بزرگ کہتا ہے۔ اَنَا كَلَامُ اللّٰهِ النَّاطِقُ وَهٰذَا الْكَلَامُ الصَّامِتُ (مکاتیب قطب الدین الانصاری الشافعی) اگر کتاب اللہ سے حجۃ اللہ کی تعلیم کو علیحدہ کر لیا جائے تو کتاب اللہ کی جامعیت و تبیان لکل شی کی حقیقت محض افسانہ رہ جائے گی۔ یعنی کتاب اللہ ایک نہایت مختصر و محدود و معدود الفاظ کا مجموعہ رہ جاتی ہے۔ حالانکہ اس کی شان تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا سے واضح ہے کہ ماسوی اللہ کی ضروریات علمی و عملی اور جملہ حقائق مبدء و معاد و عالم دنیا و آخرت کو شامل ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

اطاعت رسول و اولی الامر اور متابعت کتاب اللہ

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خود خداوند عالم نے اپنی اطاعت کے ساتھ اطاعت رسول اللہ اور اطاعت اولی الامر کو توام رکھا ہے اور ایک دوسرے کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ الآیہ اے ایمان والو خدا اور اس کے رسول اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو اور ظاہر ہے کہ اطاعت خدا اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ مومنین کتاب اللہ پر عمل کریں۔ کتاب اللہ پر عمل کیا اور اطاعت خدا کا درجہ ختم ہو گیا۔ اور سب کچھ حاصل ہو گیا۔ حسبنا کتاب اللہ درست ہے مگر پھر اطیعوا الرسول کا مقصد نہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی اطاعت کیسے کریں۔ کس بات میں کریں۔ غالباً یہی کہا جائیگا کہ صرف اس بات میں کہ وہ خدا کی طرف سے یہ کتاب لایا۔ مومنین اس سے اس کتاب کو لے لیں اور بس۔ اس کے علاوہ اس کے کسی قول و فعل سے کوئی غرض نہیں۔ بہت خوب۔ فرض کیا کہ یہ درست مگر آیت کا آخری حصہ کچھ بتلا رہا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيلًا۔ (نساء ۸) پس اگر تم کسی بات میں تنازع و اختلاف کرو تو اس بات میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور یہ بات یعنی رجوع الی اللہ و الی الرسول تمہارے لئے خیر اور آخری نتیجہ کے لحاظ سے بہت بہتر ہے

اس آیت کا صریح اور صاف مفہوم یہی ہے کہ اہل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ۔ کسی امر تحقیقی۔
کسی اصل۔ کسی تفریع۔ کسی حکم حلال وحرام یا معرفت وحقیقت میں مسلمانوں میں تنازع اور اختلاف ہو تو
وہ اس میں خدا اور رسول کی طرف رجوع کریں۔ فرض کیجئے ایک مسئلہ اصول میں اختلاف ہو تو اللہ کی طرف
رجوع کیا۔ یعنی اس کی کتاب میں ڈھونڈا۔ مگر پھر بھی اختلاف رفع نہ ہوا چنانچہ واضح ہے کہ ایک ہی آیت
کا مطلب ایک عالم کچھ بیان کرتا ہے۔ دوسرا کچھ سمجھتا ہے تیسرا کچھ اور چوتھا کچھ ایک ہی آیت میں بیس ۲۰ بیس
اختلاف موجود ہیں۔ بلکہ آیت وضو تو بظاہر محکم معلوم ہوتی ہے۔ اور حکم صاف وصریح مگر پھر بھی علماء فریقین
میں حد درجہ اختلاف ہے۔ اور آج تک چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ یہ صریح الدلالت آیت ایسی متشابہ
بنائی گئی ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ آیت وضو میں ۱۰۰ متشابہات ہیں یعنی دوسرے لفظوں میں سو ۱۰۰
احتمالات ہیں۔ اب اس رفع اختلاف کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ یا تو ہر ایک اپنی اپنی رائے اور قیاس
اور اجتہاد پر عمل کرے اور مشرک بنے یا بحکم خدا رسول اللہ کی طرف رجوع کرے اور رسول اللہ کی طرف
رجوع کرنا بہر حال اس کے قول وفعل کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ یعنی دیکھئے کہ رسول جس کے پاس یہ کتاب
آئی ہے۔ جس کو اس کتاب کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ
جو اس کتاب کے ساتھ خلق خدا کو ہدایت کرنے اور اختلاف مٹانے آیا ہے۔ اس کا کیا قول ہے۔ اس
نے کیا عمل کیا ہے۔ جو کچھ رسول ؐ کا قول وعمل اس آیت کی نسبت ثابت ہوتا ہو۔ وہی اہل اسلام
کے لئے واجب العمل ہے۔ اور بلاشبہ یہی اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کا مطلب ہے۔ اور حدیث
نبوی پر عمل کئے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اب اگر حدیث نبوی سے بھی اختلاف رفع نہ ہو یا شبہ باقی
رہے یا صریح حدیث نہ ملے۔ اور رسول خود موجود نہ ہو جس سے تصریح طلب کی جا سکے تو اپنے ولی الامر
یعنی اپنے اپنے زمانے کے ولی الامر اور حجت العصر سے اس آیت اور حدیث نبوی کے معنی پوچھو۔ اور
یہی اس آیت کا مفہوم ومنطوق ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یہ
صاف اور سیدھا راستہ ہے۔ اور اس سے صاف ثابت ہے کہ ہر زمانے میں ایسے حجت خدا کی ضرورت ہے
جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا حقیقی عالم ہو اور ہر اختلاف میں اہل ایمان کے لئے اس کا قول و
فعل حجت ہو اور اطاعت ثقلین کے حکم سے رسول اللہ کا یہی منشاء تھا کہ کتاب اللہ کے ساتھ معلم کتاب
اللہ کی اطاعت کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کیونکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہونے والے نہیں ہیں۔ اور
ہر ایک دوسرے کی معیت اور ملازمت پر دال ہے کہ دونوں معصوم ہیں۔ اختلاف میں قول معصوم ہی
حجت ہو سکتا ہے۔ غیر معصوم کا قول یقینی برأت ذمہ کا موجب نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ظن کا فائدہ دے گا

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اولی الامر بھی حجج اللہ ہیں جو معصوم ہیں تالی کتاب اور ثانی ثقلین ہیں۔ جن کی طرف ہر امر میں بعد خدا اور رسول رجوع کرنا واجب ہے وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ جس نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اور رسول کے بعد معصوم اولی الامر کی اطاعت سے روگردانی کی وہ ہی گمراہ ہوا اور دین کو ضائع کردیا وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (نساء ۱۱) اور جب ان مسلمانوں کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آیا تو انھوں نے اس کو افشاء اور ضائع کردیا اور اگر یہ لوگ اس معاملہ میں رسول اور اپنے ولی الامر کی طرف رجوع کرتے اور ان پر پیش کرتے تو ضرور ان میں سے وہ نفوس جو اس کو جاننے والے ہیں اس کا استنباط کرلیتے (اور یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تمہارے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کردیا اور یہ آسانی کردی) ورنہ اگر تم پر یہ فضل خداوندی اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرتے اور اس کے ساتھ ہوجاتے۔ اس آیت نے یہ صاف فیصلہ کردیا کہ ہر امر میں رسول اللہ اور اولی الامر کی طرف رجوع ضروری ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ استنباط حکم ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے۔ حکم کتاب اللہ سے وہ ہی استنباط کرسکتے ہیں۔ جو اس کے عالم ہیں (عالم سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہماری طرح اصطلاحی عالم ہیں۔ یعنی عربی کی چند کتابیں رٹے ہوئے ہیں۔ بلکہ عالم سے وہ اہل الذکر مراد ہیں جو کتاب اللہ کا علم واقعی رکھتے ہیں۔)

اور خود جملہ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ اس امر پر دلالت کررہا ہے کہ وہ قرآن کے عالم اور اس کی گہرائیوں اور اس کے حقائق و دقائق سے واقف ہیں کیونکہ لغت عرب میں نبط کے معنی پانی کے چشمہ کا ابلنا ہے۔ اور نبط البئر کے معنی کنویں سے پانی نکالنا ہے۔ اور اسی طرح انباط اور استنباط کے معنی ہیں۔ کسی شے کی تہ کو پہنچکر اس کی حقیقت واقعیہ معلوم کرنا اور گو مدعیان افتاء و اجتہاد نے اس لفظ استنباط کو نہایت آسان بنا رکھا ہے۔ اور آج ہر ایک عامی بھی مدعی استنباط ہے امی اور مادر زاد مجتہد استنباط کا راگ گاتے ہیں۔ اور عوام کالانعام میں اس شہرت ریائی سے مرجعیت پیدا کرکے روٹی کماتے اور گذارہ کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں استنباط کے معنی گہرے ہیں اور اس کی تہ کو پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ یہاں استنباط کو ان اولی الامر ہستیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جن کی طرف ہر امر میں رجوع کرنے کا حکم قدرت نے دیا ہے۔ شاید یہیں سے بعض حضرات نے یہ استنباط کیا ہے کہ "انا مجتہد فاولی الامر" بڑا دعویٰ ہے اور عجیب و غریب اجتہاد و استنباط! ایسے ہی دعادیدار "حسبنا کتاب اللہ" کا ورد کرتے ہے

ہیں۔ کیونکہ یہاں انہیں فکر اور طبیعت کی جولانی کے لئے میدان وسیع نظر آتا ہے۔ اور رسول اللہ اور حجت خدا کا ۔ ۔ ۔ ۔ حکم اور فیصلہ انہیں مقید کرتا ہے۔ خصوصاً آیات متشابہات ان کی من مانی جولانگاہ ہیں۔ اور "لَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" کو پس پشت ڈال کر یہاں جو چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (آل عمران) متشابہات کی حسب دلخواہ تاویلیں کر کے خلق خدا میں فساد ڈالتے ہیں۔ دین خدا کو برباد کرتے اور اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ اور اس کا نام اتباع قرآن رکھتے ہیں اور دعویٰ ہے کہ وہ اصلاح کر رہے ہیں۔ منع کرو تو باز نہیں آتے۔ قرآن کے نام سے لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ جدید فرق باطلہ خواہ وہ اہل القرآن ہوں یا مرزائی صاحبان یا دو رکعتی مسلمان وغیرہم سب میں یہی بات پائی جائیگی۔ آیات متشابہات ان کی جولانگاہ ہونگی اور حسبنا کتاب اللہ کا وظیفہ "كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ" اسی سے روز بروز اسلام میں فساد بڑھتا جاتا ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ (البقرہ ۱) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ تفرقہ مت ڈالو تو کہتے ہیں کہ بس ہم تو اصلاح کرنیوالے ہیں آگاہ رہو کہ بس یہی حقیقی مفسد ہیں اور یہ اس کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔

اختلافِ طبائع انسانی و برہانِ پیغمبری

کون نہیں جانتا کہ طبائع انسانی مختلف ہیں۔ قوتِ عقل اور ذہن میں اختلاف ہے۔ صفائی اور کدورت قلب کی حالتیں مختلف ہیں اور ہمیشہ ہر شخص متکلم کے کلام سے حسب استعداد و قابلیت اپنی عقل و فہم کے موافق مطلب اخذ کرتا ہے۔ اور تمام انسان بحیثیت انسان "الْإِنسَانُ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَأِ وَالنِّسْيَانِ" کی صفت میں مشترک ہیں ایک کی بات کو دوسرے پر خواہ مخواہ ترجیح دی جا سکتی۔ مجموعہ ناقص ناقص ہی ہوتا ہے۔ سو اندھے اکٹھے ہو کر بصیر نہیں کہلا سکتے نہ ہزار جاہلوں کا مجمع عالم کہلا سکتا ہے اور جب کلام کلامِ خدا ہو اور متکلم علیم ازلی عالم الغیب والشہادۃ جہاں عقول و فہوم کی رسائی ناممکن ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک عربی دان عالم کی عقل کی رسائی ناممکن ہے کہ اصل مدعائے الٰہی تک ہو جائے ہر ایک شخص اپنی اپنی عقل و فہم کے مطابق ایک معنی کا تصور کریگا۔ اور اس صورت میں جتنے فہم اتنے ہی باتیں ہونگی اور روز مرہ اختلاف بیگانہ کہ کم ہوگا۔ اور کتاب اللہ منشاء اختلاف بن جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہے

جو لوگ اپنی رائے سے اس کی تفسیر کرتے ہیں اختلافات میں اضافہ کرتے ہیں حالانکہ کتاب اللہ رفع اختلاف کے لئے آئی ہے۔ پس بیان پیغمبری اور حدیث نبوی اور قول حجت خداوندی کو چھوڑ کر حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ کیونکر زیب دے سکتا ہے۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ پر غور کرو تو معلوم ہوگا۔ قرآن رفع اختلاف کے لئے ہے اور رفع اختلاف بیان پیغمبری میں ہے۔ اور یہی بیان ہدایت و رحمت ہے۔ قواعد زبان نحو و صرف ہمیشہ تابع زبان و اہل زبان ہوتے ہیں۔ زبان تابع قواعد نہیں ہوتی۔ زبان مقدم ہے اور قواعد بعد میں اس سے اخذ کر کے جاہلوں کے لئے مدون و مرتب کر لیتے ہیں اور اس سے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہمارے بنائے ہوئے تمام قواعد زبان پر حاوی ہو جائیں۔ چہ جائیکہ قرآن پر حاوی ہو جائیں۔ قرآن عربی کی سب سے اعلیٰ اور اکمل کتاب ہے۔ اور خالق السنہ خداوند عالم کا کلام ہے۔ عربی کی نحو و صرف نزول قرآن سے مدت بعد مرتب ہونی شروع ہوئی ہے لغت اس سے بعد میں بھی شروع ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہمارے بنائے ہوئے قواعد صرف و نحو قرآن پر حاوی ہو جائیں اور ان سے علوم قرآن پر احاطہ حاصل ہو جائے۔ تمام قواعد قرآن کے تابع ہیں نہ کہ قرآن قواعد کے تابع۔ ان فوائد کو رٹ لینے سے قرآن فہمی کا دعویٰ بڑی جرأت ہے۔ اگر قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ میں اس، برائے استقبال لیا جائے تو اللہ کی عالم دنیا میں ہمارے اعمال سے جہالت لازم آتی ہے۔ معاذ اللہ۔ اِذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ میں اگر لعل، صرف شک اور (اَوْ) حرف تردید کا لحاظ کیا جائے تو اللہ میاں کے عالم ہونے میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر حضرت موسیٰ کے ذکر میں وَآتَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا میں (کُلّ) کے معنی پر توجہ کی جائے تو کل آیات الٰہی کا وجود حضرت موسیٰ میں ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ خاتم النبیین سے بڑھ جاتے ہیں اور جس آیت میں حضرت موسیٰ کے نو معجزوں کا ذکر ہے۔ اس سے یہ آیت صاف متناقض اور اس کے منافی ہو جاتی ہے۔ اگر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" میں کل افرادی و کل مجموعی اور کل بمعنی کُلّی اور اللہ کی شیئت کو لغوی حیثیت سے دیکھا جائے تو اللہ کسی شے پر قادر نہیں رہتا اور خود اپنے مقدورات میں شامل ہو جاتا ہے۔ اِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ" میں حرف (اَوْ) نے اللہ کے علم کو مشکوک بنا دیا ہے۔ اور جو شخص براہین الٰہیہ کے اصول سے واقف نہیں وہ ہرگز اس آیت کا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ مفسرین ایک حد تک معذور ہیں اگر وہ غلطی کریں کیونکہ قرآن معجزہ ہے۔ اور معجزہ کا

مقابلہ کون کرسکتا ہے۔ اس کے سامنے عجز کا اعتراف ایمان کی نشانی ہے۔ مجھے اس عالم کا قول پسند ہے۔
جو کہتا ہے کہ اگر قرآن کی کسی آیت کو ہم باوجود عالم ہونے کے نہ سمجھیں تو یہ اعجاز قرآن کی تصدیق ہے ہمارا
نقص ہے اور اس کا کمال ہے۔ ایک ایک لفظ قرآن ہزار ہزار احتمال رکھتا ہے اور ہمارا دعویٰ ہے
کہ اگر کوئی شخص اردو زبان میں کلمہ "الحمد للہ" کا صحیح صحیح ترجمہ کردے تو ہم سو روپے انعام دیں گے۔ فقط لفظ
الحمد میں تین ہزار [3920] نو سو بیس احتمالات ہیں الف لام یا جنسی [1] ہے یا استغراقی [2] یا عہد [3] ذہنی یا عہد خارجی [4]
یا قدر مشترک [5] بین الجنس والاستغراق یا بین الجنس [6] والعہد الخارجی یا بین [7] الجنس والعہد الذہنی۔ یا بین [8]
الاستغراق والعہد الذہنی یا بین [9] الاستغراق والعہد الخارجی یا بین [10] العہد الذہنی والخارجی یا قدر مشترک [11]
بین الجنس والاستغراق والعہد الذہنی یا بین [12] الجنس والاستغراق والعہد الخارجی یا بین [13] الاستغراق والعہد
الذہنی والخارجی یا بین [14] الاربعہ یہ چودہ احتمال ہیں۔ اسی طرح یا حمد مصدر [1] معروف ہے یا مصدر [2] مجہول یا
حاصل [3] مصدر معروف یا حاصل مصدر [4] مجہول یا بمعنی [5] فاعل یا بمعنی [6] مفعول یا قدر [7] مشترک ہر دو کے درمیان یا ہر [8]
تین کے درمیان یا ہر [9] چار کے درمیان یا ہر [10] پانچ کے درمیان یا ہر [11] چھ کے درمیان اور یہ کل چالیس احتمالات
ہوتے ہیں اور ان کو چودہ میں ضرب دو اور احتمال سابقہ کے ساتھ ملاؤ تو پانچسو ساٹھ [560] ہوتے ہیں۔ پھر متعلق
حمد یا نعمت ہے یا غیر نعمت۔ نعمت رسیدہ یا نعمت غیر رسیدہ یا قدر مشترک بطریق مذکور اور یہ سات احتمال
ہیں۔ ان کو عدد سابق میں ضرب دو یہ کل تین ہزار [3920] نو سو بیس ہوتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ اَرْكَانٌ اَرْبَعَةٌ
حَامِدٌ وَّمَحْمُوْدٌ وَّمَحْمُوْدٌ بِهٖ وَمَحْمُوْدٌ عَلَيْهِ وَقَدْ يَتَّحِدُ الْاَوَّلَانِ كَمَا فِيْ حَمْدِهٖ تَعَالٰى
لِذَاتِهٖ وَيَتَغَايَرَانِ كَمَا فِيْ حَمْدِ الْبَشَرِ لَهٗ تَعَالٰى وَكَذَا الْاٰخِرَانِ كَمَا فِي الْحَمْدِ
بِالْاِنْعَامِ وَبِالشُّجَاعَةِ لِلْاِنْعَامِ فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔ اگر لفظ الحمد کے ساتھ للہ کو بھی شامل کرلو اور لام
کے معنی اور اللہ کی طرف اضافت کو ملحوظ رکھو یعنی مثلاً لام اختصاص ہے یا لام تملیک یا لام انتفاع وغیر
ذالک۔ یا قدر مشترک بین اثنین یا ثلثہ۔ تو احتمالات بیس [20000] ہزار سے اوپر ہو جاتے ہیں اور رب العالمین تک
ان کی تعداد ایک لاکھ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ یہاں عقل انسانی کی قلعی کھلتی ہے۔ اور قرآن کا اعجاز
منکشف ہوتا ہے۔ کون مدعی عربی دان ہے۔ جو ان تمام احتمالات میں سے جو سب ممکن و متحمل ہیں اصلی
منشاء الٰہی کو نکال کر جدا کردے اور اس کے پاس کون سی میزان ہے جو ان میں سے صحیح اور غیر صحیح
کی شناخت کے لئے کافی ہو۔ اور کیا دلیل و برہان رکھتا ہے۔ کہ جس سے شک و شبہ اور تردد کے پردے
اٹھ جائیں اور آفتاب تو یقین صاف تاباں و درخشاں نظر آجائے اگر کوئی برہان نہیں تو دعویٰ بلا دلیل
باطل ہے۔ اگر ہے تو لاؤ "هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَاِلَّا فَادْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ

ثم لا تنصرون" اگر نہیں لا سکتے اور ہرگز نہیں لا سکتے تو برہان خدائی کو کیوں مچھوڑتے ہو یا ایہا الناس قد جاء کم برہان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا بیشک نبی برہان حق ہے۔ وہ میزان صدق و کذب ہے اسی کے قول و فعل پر تمام احتمالات اور شبہات تولے اور پرکھے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح اس کے بعد ولی الامر او رحجت خدا کے قول و فعل پر۔ ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی بغیر اتباع ثقلین نجات ناممکن ہے۔ وما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

ایک عجیب فریب کاری اور اس کا جواب

ہمارے ان دلائل و براہین کے پڑھنے کے بعد کسی مسلمان مومن کو شبہ نہیں رہ سکتا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول توام ہیں۔ ایکدوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اور اس سے مخالف کو بھی گریز کا راستہ باقی نہیں رہتا اور ہم رد الکتاب والسنۃ کے عنوان سے البرہان جلد ۲ میں تقریباً آٹھ نمبروں میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ سنت نبی ہی اصل دین ہے اور تمام فرائض و سنن۔ سنن انبیاء اللہ ہی ہیں۔ جو چاہے تفصیل وہاں دیکھے۔ یہاں اسی قدر بیان کافی ہے کہ حدیث نبوی کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ واجب العمل ہے۔

مگر اس مقام پر حدیث نبوی کے مخالف ایک عجیب و غریب ابلہ فریبی سے کام لیتے ہیں وہ یہ کہ عوام الناس میں بآواز بلند کہتے اور اخبارات میں شائع کرتے ہیں کہ ہم حدیث نبوی کو مانتے ہیں۔ اور جو حدیث نبوی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ جہال سے کہتے ہیں کہ بھائی حدیث کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ مگر حدیث نبوی یہی قرآن تو ہے۔ دیکھو خود خدا صاحب فرماتے ہیں اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ (پ ۲۳۔ زمر ۳)

قرآن ہی حدیث ہے اور احسن الحدیث ہے۔ دیکھئے کیسی عوام فریبی ہے۔ کیسی فسوں سازی ہے گویا الذین فی قلوبھم زیغ انہیں کی شان کے لئے شایاں ہے "وھم بہ اذلی" کیا خوب استدلال ہے۔ یعنی چونکہ خدا نے اس کتاب کو حدیث کہا ہے۔ لہذا حدیث رسول سے مراد ہی کتاب اللہ ہے اور بس۔ نبی نے کوئی اور حدیث نہیں چھوڑی۔ اسی کی پیروی واجب ہے۔ سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد" کون نہیں جانتا کہ جو لوگ حدیث نبوی کو واجب العمل جانتے ہیں وہ حدیث سے مراد تفسیر قرآن میں قول و فعل و تقریر پیغمبر مراد لیتے ہیں اور یہ اصطلاح علماء بلکہ عوام میں بھی مشہور و معروف

ہے اور ہمیشہ کتاب کے مقابلہ میں حدیث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور حدیث رسول یا سنت رسول دو چیزوں کی اطاعت و متابعت ثابت کرتے ہیں۔ پھر اس عوام فریبی سے کیا فائدہ ہوا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دو چیزیں تو ثابت نہ ہوئیں نہ دو چیزیں ثابت ہو کر ایک نہیں بلکہ یہ تو ایک کا اقرار اور دوسری سے انکار ہوا اور اسی میں بحث و نزاع ہے۔ بات وہی کی وہی رہی یعنی حدیث نبوی و سنت پیغمبری کا انکار۔ اور منکر پر خدا اور رسول اور امت کی پھٹکار اور اس قائل کو یہ نہیں سوجھا کہ خدا اس احسن الحدیث کو کتاب کہ رہا ہے۔ بیشک یہ کتاب اللہ احسن الحدیث ہے۔ اور مخالف و مخاصم قول رسول کی نفی کا ثبوت مانگتا ہے۔ نہ کتاب اللہ کے احسن ہونیکا۔ یہ تو احسن الحدیث کتاب ہی رہی۔ کتاب اور حدیث دو چیزیں تو ثابت نہیں اور بحث یہی ہے۔ کہ آیا اس کتاب اللہ کے سوا جو احسن الحدیث ہے۔ کوئی حدیث رسول قول و فعل رسول جو اس کتاب اللہ کی تشریح۔ تفسیر اور اس کا بیان ہو موجود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا اس کی متابعت اور اس پر عمل واجب ہے یا نہیں؟ کیا اس استدلال سے مستدل کو شرم نہیں آتی۔ سچ ہے۔ "لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا حَيَاءَ لَهٗ" کیا واقعی کتاب اللہ کو احسن الحدیث کہنے سے یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ نے تبلیغ و ہدایت اور تعلیم امت میں کوئی بات نہیں فرمائی۔ بس یہ الفاظ سنا کر رخصت ہوئے؟ بے شک حدیث بات کو کہتے ہیں۔ کلام کو کہتے ہیں۔ کلام اللہ کو کہتے ہیں۔ قول رسول کو کہتے ہیں۔ فعل رسول کو کہتے ہیں اور کلام خدا قول خدا بلا شبہ سب سے بڑھکر سب سے بہتر ہے۔ ضرور احسن الحدیث ہے لیکن اس کہنے سے دنیا سے وجود حدیث مطلقاً یا وجود حدیث نبوی خصوصاً کیونکر مفقود و معدوم ہو گیا؟ اور اس کہنے سے کہ ہم حدیث کے منکر نہیں ہم حدیث کو مانتے ہیں اور وہ احسن الحدیث کتاب اللہ ہی ہے۔ کیونکر ثابت ہوا کہ آپ حدیث رسول کے منکر نہیں ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو قرآن کے وجود کا بھی انکار کر دیجئے۔ خدا قرآن میں حضرت یوسف سے فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ الآیہ (یوسف ۱) اور اسی طرح تجھکو تیرا پروردگار چنے گا اور برگزیدہ بنائے گا۔ اور تجھکو تاویل الاحادیث سکھائیگا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور حضرت یوسف اس نعمت الٰہی کا ذکر یوں کرتے ہیں۔ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (یوسف ۱۱) اور اس میں کسی قرآن کے مطالعہ کرنیوالے اور تاریخ دیانت و حالات و خصائص انبیاء کے جاننے والے کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت یوسف کو جو خاص نعمت عطا ہوئی تھی وہ تعبیر خواب تھی۔ جس کا ذکر متعدد جگہ قرآن میں موجود ہے۔ بعض خوابوں اور ان کی تعبیروں کا ذکر بھی ہے۔ یہاں پروردگار نے ان خوابوں کو احادیث

کہاہے ۔ اور ان کی تعبیروں کو تاویل الحادیث لہٰذا منکرین حدیث نبوی کو چاہیے کہ حدیث نبوی کے ساتھ
قرآن کے وجود سے بھی انکار کریں اور کہدیں کہ قرآن کو حدیث کہتے ہیں اور حدیث کے معنی خواب ہیں۔
لہٰذا قرآن کوئی وجود حقیقی نہیں رکھتا محض خواب وخیال ہے ۔ یا یوں کہیں کہ حدیث لغت میں ہر نئی چیز
کو کہتے ہیں حدیث وقدیم آپس میں متقابل ہیں ۔ جیسے کہ حادث وقدیم آپس میں متقابل ہیں ۔ جیسے کہ حادث
وقدیم ۔ لہٰذا احسن الحدیث اور حدیث نبوی کوئی خاص شئے نہیں ہے ۔ ہر نئی چیز حدیث ہے ۔ ہر ایک عدم
کے بعد وجود میں آنے والی شے حدیث کہلا سکتی ہے ۔ اور کہلاتی ہے اور سب سے بہتر یہ ہے اصلاً وجود رسالت
ہی سے انکار کردیں ۔ اور کہدیں کہ کتاب اللہ ہر اعتبار سے کافی وشافی ہے ۔ وہ نہ اپنے معانی اور مطالب
میں کسی بشر کے بیان اور حدیث کی محتاج ہے ۔ اور نہ اپنے نزول میں کسی واسطہ اور رسول کی منت کش اور احسانمند
ہے ۔ اور خدا کی شان اس سے بزرگ وبرتر ہے کہ وہ اپنے کلام کو بندوں تک پہنچانے میں کسی بشر یا غیر بشر
کا محتاج ہو ۔ اللہ میاں نے خود کتاب اللہ کی جلد بند ہوا کر کسی اہل القرآن مولوی کے گھر میں رکھوا دیا تھا۔
اور اپنے فرض ہدایت ربوبیت سے سبکدوش ہوگیا تھا اور آئندہ کار ہدایت خلق اہل القرآن کو سپرد کر دیا
اور بس کیونکہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر ایک مخلوق میں تلقی وحی واسماع کلام ربانی کی استعداد وقابلیت نہیں
ہوتی ۔ بلکہ وہ خاص نفوس قدسیہ ہوتے ہیں جن میں سماع کلام اللہ اور تلقی وحی کی قابلیت وقدرت خلق فرمائی
ہے ۔ اور نوع بشر تک کلام اللہ پہنچانے کا واسطہ بشر ہی ہو سکتا ہے ۔ جو مسلمہ حکماء وعلماء واولیاء اللہ و
خلفاء اللہ وحجۃ اللہ ہے ۔ تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ کلام ربانی کے اسرار حقائق کو بیان کرنے کے لئے بھی اسی
واسطہ کی ضرورت ہے اور یہی اس کا فریضہ ہے اور یہی اس کی غرض وغایت وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ
إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۔ وَلِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۔ نص قرآنی ہے کہ پیغمبر مبین
ومفسر کتاب اللہ ہے ۔ منع القرآن اور اہل القرآن ودلدادگان قرآن ہونے کا دعویٰ ہے ۔ اور صاف
نص قرآن سے انکار ہے ۔ سچ ہے ۔ برعکس نہند نام زنگی کافور ۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

لاریب ۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۔ یہ علم
کتاب اللہ نہیں ہے ۔ یہ قرآن دانی نہیں ۔ یہ اپنی خواہشات اور آرزوئیں ہیں ۔ یہ اتباع قرآنی نہیں ۔
اتباع ہوائے انسانی ہے ۔ بلکہ بلاشبہ اتباع شیطانی ہے ۔ أَرَأَيْتَ الَّذِي اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ "
دراصل مشرک وہ ہی ہے جو اپنی رائے پر چلتا اور اپنی خواہشات نفس پر عمل کرتا ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ تمام کتاب اللہ کی تفسیر بالرائے کرتے ہیں اور اپنے مذعومات ومعتقدات کے

موافق اس کی تاویل گھڑ لیتے ہیں اور اس میں جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ وہ قوت وہم کے نتائج ہوتے ہیں۔ اور پھر دعویٰ یہ کہ وہ ہی پیرو قرآن ہیں اور دوسرے مسلمان اپنے اعتقادات کے موافق۔ قرآن کا ترجمہ کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ مومنین وہ ہی ہیں جو رسول نبی امی کا ہر امر میں اتباع کرتے ہیں۔ "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ الآیۃ"۔ "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

اعجوبہ بعض حضرات جب عاجز آکر اس کو قبول کر لیتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ مبین قرآن ہیں۔ لیکن آپ نے حدیث کے کہنے اور حفظ و ضبط کرنے کا حکم نہیں دیا صرف قرآن کو لکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور مسلم کے حوالہ سے ابو سعیدؓ کی یہ روایت بھی پیش کر دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے سوا مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو مٹا دے۔ اور محو کر دے۔ ہاں۔ میری حدیث بیان کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں اور چونکہ آپ نے حدیث کے لکھنے سے منع کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر حدیث ضروری چیز ہوتی تو حضرت تحریر حدیث سے منع نہ فرماتے۔ بہت خوب رسول اللہ کا مفسر اور مبین قرآن ہونا تو مسلم ہو گیا مگر اس روایت نے یہ ثابت کیا کہ رسول اللہ نے تفسیر کی مگر وہ تفسیر محض لغو ہے۔ اس کی پیروی منع ہے اور دین میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یا للعجب۔ حدیث سے انکار بھی اس کی لغویت کا اعتقاد بھی ہے اور پھر اپنے مطلب پر استدلال بھی ہے۔ اور رسول اللہ کی توہین بھی ہے۔ سچ ہے۔ سچے کا ایک راستہ اور جھوٹے کے ہزار جدھر اپنا مدعا دیکھا نکل گیا۔ ملا۔ اہل القرآن کی تفسیر تو واجب العمل ہے۔ اور یہ دعویٰ صحیح کہ اہل القرآن قرآن کے مطابق منشاء الٰہی معانی و مقاصد اخذ کر کے ہر فرد جماعت کو پہنچاتے ہیں۔ مگر رسول اللہ کی تفسیر اور بیان معانی قرآن لغو لاحول ولا قوۃ الا باللہ "فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ" ہم دریافت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ کو تفسیر قرآن اور تفہیم قرآن کی ضرورت تھی یا نہیں؟ رسول اللہ نے جو تفسیر کی وہ منشاء الٰہی کے مطابق تھی یا خلاف منشاء الٰہی؟

اگر تفسیر و تبیین و تفہیم قرآن کی ضرورت نہ تھی تو گویا رسول اللہ نے ایسا کرنے میں صرف اپنا وقت ضائع کیا اور ایک لغو کام کیا۔ حدیثیں بیان کیں اور ان کو ضائع کرا دیا۔ کیا انبیاء اللہ کی نسبت ایسی ہی لغویت کا عقیدہ ہے؟ کیا ایسے مقدس اور معصوم علماء ربانی ایسی ہی حرکات کیا کرتے ہیں؟ تف ہے ایسے ایمان اور اعتقاد پر۔

اگر ضرورت تھی اور یقیناً تھی تو پھر تحریر سے منع کرنا اور حدیثوں کو ضائع کرنا یہ بھی فعل لغو ہے۔ اگر رسول اللہ خلاف منشاء الٰہی تفسیر کرتے تھے تو وہ پیغمبر برحق کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ اور "لَوْ تَقَوَّلَ

عَلَینا" کی زد سے کسی طرح نہیں بچ سکتے اور حقیقت قرآن سے آپ کا جاہل ہونا مسلم قرار پاتا ہے اور "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" معاذ اللہ غلط یا یہ آیت ملیان ہند میں سے مدعیان قرآن فہمی کے حق میں نازل ہوتی ہے۔ نہ حامل قرآن اور صاحب وحی کی شان میں۔ اور اگر تفسیر آنحضرت اور بیان مطابق منشاء الٰہی تھا اور ضرور ایسا ہی ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی تو پھر آپکا اس کی تحریر سے منع فرمانا۔ گویا تحریر مقاصد الٰہی اور معانی کتاب اللہ سے منع کرنا ہوا۔
اور عقل بشری میں نبی کو غیر نبی کے مساوی سمجھنا نبوت سے صاف انکار ہے۔ اور بفرض محال اگر ایسا ہو تو تعلیم الٰہی اور علم لدنی کی خصوصیت امتیاز یہ ان کو نوع بشر سے بالاثابت کرتی ہے۔ پھر بھی مساوات کا دعوی باطل ٹھیرتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے انکار حدیث پر استدلال محض لغو و باطل ہے جس سے سخت توہین رسالت ہوتی ہے۔ اگر حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ آیات قرآن کے ساتھ ساتھ ادخال و اندراج احادیث کو منع فرمایا ہوگا تاکہ آیات اور احادیث تفسیر متلبس و متشابہ نہ ہو جائیں۔
اسی طرح حضرت عمرؓ کا بعض اصحاب کو روایت حدیث سے منع کرنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ مطلقاً اتباع حدیث نبوی ممنوع ہے ہمارے نزدیک تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ اور اگر اس روایت کو ہم مانیں تو حضرت عمر کا روایت حدیث کو منع کرنا حدیث قرطاس کی تائید ہے۔ جس کو یاد کر کے بعض اصحاب رسول آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور اسی منع روایت میں وہی "حسبنا کتاب اللہ" کی جھلک موجود ہے۔ ورنہ عامۃ المسلمین کی طرف سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت عمر کا منشا۔ یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ قرآن کو ترک کر کے اور تعلیم اور تعلم قرآن سے۔ تاکہ عوام کو صرف حدیثوں ہی میں لگا یا جائے۔ جیسا کہ اب بھی بعض مقامات پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ علماء کتب روایات میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں۔ کہ قرآن میں تدبر اور اس سے اخذ مطالب تو کجا۔ بیچاروں کو تلاوت قرآن بھی نصیب نہیں ہوتی اور اس کی فرصت نہیں پاتے اور یہ بات فی الحقیقت قابل اعتراض ہے۔ ورنہ تو جب تفسیر قرآن کتاب سے جدا نہیں تو احادیث نبوی جو تفسیر قرآن اور بیانات کتاب اللہ ہیں کیونکر کتاب اللہ سے جدا ہو سکتی ہیں اور متروک سمجھی جا سکتی ہیں اور ہم نے جو حضرت عمر کے قول منع روایات احادیث کی ظاہری تاویل کی ہے۔ یہ ان کے ظاہری طرز عمل سے صاف ظاہر ہے اور ہم لکھ آئے ہیں کہ باوجود "حسبنا کتاب اللہ" کہنے کے بھی اپنے بعد انتخاب خلیفہ کے شرائط میں اتباع کتاب اللہ کے ساتھ اتباع سنت رسولؐ کو داخل کیا ہے۔ بلکہ سیرت شیخین کو بھی۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ حدیث اور سنت رسولؐ کے اہل القرآن کی طرح کھلم کھلا منکر تھے۔ باطن کا معاملہ جدا گانہ ہے۔

لہٰذا اس روایت سے استدلال بر منع روایت احادیث قطعاً باطل ہے۔

اگر اس مسئلہ میں احادیث و روایات کو نقل کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو۔ تمام کتب احادیث۔ الاخذ بالکتاب والسنۃ کی احادیث و روایات سے پُر ہیں حضرت نے بار بار حکم کہ جو میری سنت پر عمل کرتے ہیں وہ ہی ناجی ہیں۔ اور سنت رسول بلاشبہ قول و فعل رسول ہی ہے۔ اور اصطلاح میں قول رسول فعل رسول اور تقریر رسول تینوں کو حدیث رسول و سنت رسول کہتے ہیں اور علماء میں یہ معروف و مشہور ہے۔ اور متفق علیہ و مسلم فریقین سنی و شیعہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے "مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ" جس نے میری سنت سے رُوگردانی کی وہ مجھ سے اور میری امت سے نہیں ہے۔

ایضاً۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ "مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَا اللّٰہَ الخ" و قال "اِذَا نَھَیْتُکُمْ عَنْ شَیْئٍ فَاجْتَنِبُوْہُ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" اور یہ حدیث عین مطابق آیہ مبارکہ "مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" ہے۔ لہٰذا اس کا انکار انکار قرآن ہے۔

ایضاً۔ قَالَ "اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃٌ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ وَھُوَ فَضْلٌ اٰیَۃٌ مُحْکَمَۃٌ اَوْ سُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ اَوْ فَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ" یعنی حقیقی علم تین ہی چیزیں ہیں اور اُن کے علاوہ زیادتی ہے۔ آیت محکمہ، سنت قائمہ ثابتہ اور فریضہ عادلہ۔

ایضاً "مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ" جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھکو زندہ کیا۔ اور جس نے مجھ کو زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

وقال۔ "مَا بَالُ قَوْمٍ یَتَنَزَّھُوْنَ عَنِ الشَّیْئِ اَصْنَعُہٗ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَہٗ خَشْیَۃً" وقال "اَلْقُرْاٰنُ صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ عَلٰی مَنْ کَرِھَہٗ وَھُوَ الْحَکَمُ فَمَنِ اسْتَمْسَکَ بِحَدِیْثِیْ وَفَھِمَہٗ وَحَفِظَہٗ جَاءَ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ تَھَاوَنَ بِالْقُرْاٰنِ وَحَدِیْثِیْ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ اُمِرَتْ اُمَّتِیْ اَنْ یَّاْخُذُوْا بِقَوْلِیْ وَیُطِیْعُوْا اَمْرِیْ وَیَتَّبِعُوْا سُنَّتِیْ فَمَنْ رَضِیَ بِقَوْلِیْ فَقَدْ رَضِیَ بِالْقُرْاٰنِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" یعنی لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ اس چیز سے احتراز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں ان سب سے زیادہ معرفت خدا رکھنے والا اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ قرآن ان لوگوں پر جو اس کراھیت کرتے ہیں نہایت گراں سخت اور دشوار ہے اور وہ ہی حکم اور قول فیصل ہے۔ پس جس نے میری حدیث سے تمسک کیا۔ اس کو سمجھا اور حفظ کیا۔ اس کا حشر قرآن کے ساتھ ہوگا اور جس نے قرآن اور میری

حدیث کے ساتھ سستی کی اور بے پروائی کی وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھائیگا۔ میں نے اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ میرے قول (حدیث) کو لیں اور میرے حکم کو مانیں اور میری سنت پر عمل کریں جس نے میری حدیث کو پسند کیا اور اس پر راضی ہوا۔ اس نے قرآن کو پسند کیا اور اس سے راضی ہوا۔ خدا فرماتا ہے۔ جو کچھ بھی رسول کہے اس کو اختیار کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو نیز آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو میری نافرمانی کرے وہ میرا منکر ہے (الشفاء فی حقوق المصطفےٰ۔ بخاری۔ مشکوٰۃ۔ مسلم)

بعض نتائج احادیث مذکورہ

اوّل سنت رسول اللہ سے اعراض کرنیوالا امت محمدی سے نہیں ہے۔ دوم۔ رسول کا مطیع خدا کا مطیع ہے اور اس کا نافرمان خدا کا نافرمان اور اطاعتِ رسول بلاشبہ اطاعت قول و فعل رسول ہی ہے۔ پس حدیث رسول کا منکر مطیع خدا نہیں ہے۔ خواہ وجود حدیث کا منکر ہو یا عمل بر حدیث کا منکر ہو۔ سوم۔ رسول جو کچھ حکم دیں اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور جس سے منع کریں اس سے احتراز فرض عین۔

چہارم۔ علم شریعت تین ہی چیزیں ہیں۔ امت محکمہ۔ سنتِ قائمہ۔ فریضہ عادلہ۔ پنجم۔ حدیث سے مراد عین الفاظ قرآن نہیں ہے بلکہ حدیث رسول غیر الفاظ قرآن تفسیر و تبیین قرآن ہے۔ ششم فہم و حفظ و ضبط حدیث واجب ہے اور رسول اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ پس یہ غلط ہے کہ رسول اللہ نے ضبط و تحریر حدیث سے منع فرمایا ہے۔ ہفتم حدیث پر عمل کرنے والا ہی عامل بالقرآن و اہل القرآن ہے اور منکر حدیث منکر قرآن۔ منکرین حدیث رسول کا حشر قرآن کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ عامل بالقرآن نہیں ہیں۔ بلکہ عامل بالرائے اور وہم پرست ہیں۔ ہشتم قرآن کی طرح حدیث رسول سے سستی اور لاپرواہی موجب خسران دارین ہے۔ نہم امت محمدی مامور ہے کہ حدیث و قول رسول سے تمسک کرے۔ اس کے حکم پر چلے۔ اس کی سنت کی پیروی کرے۔ دہم جو شخص حدیث رسول پر راضی نہیں ہے وہ قرآن سے بھی راضی نہیں۔ منکر قرآن ہے۔ کیونکہ جو حکم قرآن سے استنباط کیا جائے۔ اگر یہاں رسول اس کے خلاف ہو تو استنباط کرنے والے کا وہ استنباط صحیح نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر بالرائے اور وہم پرستی ہے۔ "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"
یہ سب باتیں وہ ہی ہیں جو ہم بدلائل و نصوص قرآنیہ ثابت کر آئے ہیں۔ لہٰذا اطاعت رسول و اتباع رسول و حدیث رسول کو چھوڑ کر اتباع قرآن کا دعویٰ محض بے بنیاد ہے۔

اہل القرآن کی نسبت رسول کا ارشاد

انکار حدیث رسول میں مدعیان قرآن پرستی جو کچھ کر رہے ہیں لطف یہ ہے کہ اس کی خبر آنحضرت صلعم اپنے زمانے دے چکے ہیں بلکہ اس کی نہی فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حدیث ابو رافع

میں ہے "لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَاْتِیْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَیْتُ عَنْهُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ" یعنی فرماتے ہیں میں یہ نہ دیکھوں اور اس امر کا وجود ہی نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی مسند فتویٰ پر بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میری کوئی حدیث جس میں میں نے کسی شے کا حکم دیا ہو یا نہی کی ہو، آئے تو وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے۔ ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا اس پر عمل کیا۔ آنحضرت گویا اس زمانے کے مدعیوں کی حالت کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ اسی واسطے نہی کی صورت میں اس کی خبر دی اور تنبیہ فرمائی۔ اور مدعیان قرآن فہمی و اہل القرآن یا دلدادگان "حسبنا کتاب اللہ" صاف وہی کہتے ہیں جس سے رسول اللہ نے منع فرمایا ہے۔ یعنی حدیث سے انکار اور اتباع قرآن کا دعویٰ۔ "وَالْحَقُّ مَا قَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ"

ملخص مقال

اس میں شک نہیں کہ کتاب اللہ کافی ہے اور ہم حصہ اول میں اس کا کافی سے زیادہ ثبوت دے چکے ہیں۔ کتاب اللہ کامل و مکمل ہے۔ بلاشک و شبہ اس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ دین اسلام کی کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ یہی کتاب کتاب دین اسلام ہے۔ احادیث رسول اسی کتاب کی تفسیر ہیں نہ کسی اور کی۔ قرآن پاک ہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ"

قرآن میں اسی لئے تفکر و تعقل کرنے کا حکم ہے۔ اور ضرور ہونا چاہئے۔ بلکہ "تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ"

قرآن شریف یقیناً عربی میں نازل ہوا ہے۔ بلکہ عربی مبین میں۔ لیکن ہر انسان پر نہیں بلکہ انسان کامل پر۔ قرآن کا اتباع کرنے والے قطعی طور پر جنتی ہیں۔ اور روز قیامت ان پر کوئی رنج و ملال نہ ہوگا "وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"

جملہ کتب سابقہ میں جو کچھ تھا۔ وہ قرآن کریم میں موجود ہے مع شئی زائد "شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا" "اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ" میں اس تکمیل ختمی کی طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے جو کتب سابقہ کو نصیب نہ تھی اور اس لئے تکمیل دین اسی سے مخصوص ہوئی "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" الخ اور یہی تکمیل موجب تنسیخ شرائع سابقہ ہے۔

کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرآن کا کتب سابقہ کا مصدق ہونا ان کے

منسوخ ہونے کے خلاف نہیں۔ تصدیق اس امر کی ہے کہ اپنے اپنے زمانے میں یہ معمول بہا اور واجب الاتباع تھیں اور اس وقت کے ضرورت و لحاظ سے کافی نہیں اور کل کی کل برحق منزل من اللہ ہیں۔ لیکن جب کامل کتاب آگئی جو ان کو بھی شامل ہے اور مرتبہ اکمال و تکمیل کی زیادتی سے بھی آراستہ ہے تو اب وہ اس کے ہوتے ہوئے معمول بہا نہ رہیں ؎

چنداں بود کرشمہ و ناز سہی قداں

کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

اگر وہ کتب منسوخ نہیں ہوئی ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ بھی مثل قرآن مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہیں۔ پھر یہ کہنا غلط ہے اور لغو کہ اسلام کی مذہبی و دینی کتاب صرف قرآن ہی ہے۔ اور کوئی نہیں اور یہود و نصاریٰ و مجوس کو کافر یا مشرک کہنا بھی باطل ہوگا۔ حالانکہ کتاب اللہ ان کو صاف کافر کہ رہی ہے۔

قرآن شریف سبیل اللہ بلکہ صراط اللہ بھی ہے۔ "اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" اور از روئے حقیقت سبیل، طریق اور صراط کا فرق واضح ہے۔

قرآن شریف میں کوئی لفظ زائد نہیں ہے۔ اس کا ہر لفظ بلکہ ہر حرف کسی نہ کسی حقیقت معنوی پر دال ہے۔ بلکہ اس کے ہر ہر نقطہ میں کوئی نہ کوئی نکتہ ہے۔

کتاب اللہ کی تعلیم ہرگز خلاف فطرۃ الٰہیہ نہیں بلکہ عین مطابق فطرۃ الٰہیہ ہے۔ "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآیہ" جو کچھ فطرت عالم میں ہے وہ ہی کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے اور اس لئے کتاب اللہ کے علم پر وہ ہی احاطہ پا سکتا ہے جو اول کل عوالم امکانیہ کے حقائق و اسرار فطرت و قدرت پر احاطہ علمی رکھتا ہو۔ اور یہ شان صرف اول مخلوق ہی کی ہو سکتی ہے۔

کتاب اللہ کے معانی کو کسی خاص زمانے سے خصوصیت نہیں۔ جملہ عوالم و نشئات و جملہ ازمنہ و دہور کو شامل ہے۔ اور یہی معنی کتاب کامل کے ہیں اور اس کے معانی کو کوئی حد و انتہا نہیں۔ "لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ الآیۃ"

آیات کتاب اللہ میں فی الحقیقت کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ کتاب اللہ کے بیانات میں کوئی اختلاف ہے۔ "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا"

غلط خیالات اور اعتقادات کی تقلید سے فہم معانی قرآن میں غلطی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے اور یہ

غلطی صرف کسی معصوم ۔ میزان صداقت و حقانیت ہی سے رفع ہو سکتی ہے۔ "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ الآیہ"

اس کتاب اللہ کو کوئی چیز نسخ نہیں کر سکتی نہ سنت اور نہ اجماع امت کَلَامَ اللّٰہِ لَا یَنْسَخُ بِالسُّنَّۃ اور کتاب اللہ ناسخ کل ہے۔

رسولِ اللہ شریعت خدا کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے اور وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے "مَا اُبَدِّلُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ" وہ وحی ہی کی پیروی کرتے تھے۔ اور جو کچھ کہتے تھے وحی سے کہتے تھے۔ رائے۔ قیاس او۔ اجتہاد پر عمل کرنا رسول برحق کے لئے ناجائز ہے۔ ایسا کرنے والا رسول کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ رسول اللہ مبین و مفسر قرآن ہیں۔ رسول اللہ تلاوت قرآن پر مامور تھے۔ لیکن نہ صرف تلاوت پر بلکہ تلاوت کے ساتھ تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب و حکمت پر بھی مامور تھے۔ اور ضرور انہوں نے کتاب کی تعلیم دی اور اس کے حقائق و معانی کو بیان فرمایا۔ یہ بھی مسلم ہے کہ مفسرین نے تفسیر میں بہت غلطیاں کی ہیں اور تقلید اعتقادت سے معانی قرآن کو مسخ کیا ہے۔ بہت سے مفتیان شریعت نے بھی اپنی رائے اور قیاس سے دین میں رخنہ ڈالا ہے۔ اور موجب اختلاف و تفرقہ ہوئے ہیں۔ اور بلاشک و شبہ شریعت اسلامیہ میں کسی عالم کا کوئی حکم سند نہیں ہے۔ جب تک وہ کتاب و سنت سے مستند نہ ہو۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے پیشوا خود گھڑ لیتے ہیں۔ جو یقینا منصوص من اللہ اور مامور من اللہ نہیں ہیں اور ایسے پیشوا بلاشبہ ہمارے نزدیک "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ الآیہ" میں داخل و شامل ہیں اور ہر ایک شخص کا حشر اس کے پیشوا ہی کے ساتھ ہوگا "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ"۔ جو شخص عمل بالقرآن کو برا خیال کرے وہ مسلمان ہی نہیں ہو سکتا لیکن عمل بالقرآن رد احادیث نبویہ پر موقوف نہیں ہے۔ اس میں بھی شک نہیں ہے۔ کہ بہت سی احادیث مجعولہ و موضوعہ رسول کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ اور گروہ منافقین نے اس طرح حق کو باطل سے مشتبہ کر دیا۔ اور ملت اسلامیہ احادیث ضعیفہ۔ موضوعہ و مجعولہ سے پر ہیں اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ نیز یہ کہ اہل حدیث ہر ایک روایت پر عمل کر لیتے ہیں اور اس وجہ سے کہ احادیث میں اختلاف ہے اور نیز بوجہ اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے کے فقہاء و ائمہ اربعہ میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے لیکن ان باتوں میں سے کوئی بھی مدعیانِ اتباع قرآنی کے لئے صداقت کی دلیل نہیں ہے اور ان سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ معاذ اللہ حدیث نبوی قابل عمل نہیں ہے۔ یا رسول اللہ نے سوائے الفاظ قرآن کے کوئی لفظ زبان مبارک سے بولا ہی نہیں اور ان الفاظ قرآنی کے سوا کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ وہ مبین و مفسر

معلم ہے اور اس نے ہی اسرار حقائق قرآنی کے پردوں کو کھولا ہے۔ اور قرآن پاک کی ایک ایک آیت سے علوم و فنون کے دریا بہائے ہیں اس نے ضرور قرآن کے معانی بیان فرمائے۔ مگر وہ بیان بتائید وحی والہام تھا۔ رائے و قیاس سے نہ تھا اور اس لئے جو کچھ حقیقتہً اس کی زبان سے نکلا ہے عین وحی الٰہی ہے اور اسی وجہ سے اس کے اقوال و افعال ہیں اس کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ محض دعویٰ "اہل القرآن" سے ان کا تبع ائے قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ شد ابیت کچھ اور ہی معنی رکھتی ہے۔ اس میں صاف انکار رسالت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ متبع قرآن وہی ہے جو قرآن کے معانی کرنے میں فرمان پیغمبری کو معیار و میزان قرار دیتا ہے۔ اور شخصی رائے کی پرستش نہیں کرتا۔ رسول کی اطاعت بمقابلہ خدا شخصیت پرستی نہیں۔ کیونکہ وہ خلیفہ خدا اور مظہر خدا مبنی عن اللہ۔ پیغامبر خدا ہے۔ اور اسی نے اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ شخصیت پرست وہ ہے جو استبداد و خود رائی کا پابند ہے۔ اور اپنی رائے کو رسول کے قول پر فوقیت دیتا ہے۔ معانی قرآن میں قول رسول پر عمل کرنے سے کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے اور اپنی رائے اور خواہش پر چلتا ہے۔ "وَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی"۔

جو اپنی رائے اور خواہش پر چلتا ہے کبھی نجات نہیں پا سکتا اور اسی واسطے رسول اللہ نے تشریح فرما دی ہے کہ اہل القرآن (جو میری حدیث کے منکر اور اپنی رائے کے پابند ہیں اور اس کو قرآن میں مستقل و مستند جانتے ہیں۔ اور جب میری کوئی حدیث اُن کے سامنے آتی ہے۔ وہ کہ دیتے ہیں ہم اس کو نہیں جانتے۔ ہم تو اسی کا اتباع کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں پاتے ہیں) ان کا حشر ہرگز ہرگز قرآن کے ساتھ نہ ہوگا۔ اس پر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ عامہ فرق اسلامیہ زبانی دعویدار قرآن پرستی ہیں عملاً نہیں۔ سچ ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی دکھائی نہیں دیتا اور دوسرے کی پھلی بھی نظر آجاتی ہے۔ بلکہ محض قوت وہمیہ کی استمداد سے فرض کر لی جاتی ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

اللہ کی ذات ہر ممکن الوجود محتاج مخلوق کے لئے ہر طرح اور ہر حیثیت سے کافی و وافی ہے۔ اور باتفاق حکماء و علماء و صلحاء و اولیاء و انبیاء کامل و اکمل ذات احد ہے۔ لیکن اس کے کامل اور اکمل اور کافی و وافی و شافی ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ ہر ایک انسان اس کا ادراک اور اس کا احاطہ بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ یہاں تو حقیقت بالکل برعکس ہے۔ کہ عقول انسانی اس کے ادراک سے عاجز و قاصر ہیں۔ اور

کنہہ ذات باری تعالیٰ کا تصور بھی محال ہے۔ اور یہی اس کا کمال ہے۔ اگر وہ ذات مدرک اور محاط عقول ہوتی تو ہرگز کامل نہ کہلاتی بلکہ یقیناً ناقص ہوتی۔ اور تمام حکماء کے نزدیک مسلمہ ہے کہ اس کا کمال اس کے ادراک کا مانع ہے۔ اِحْتَجَبَ لِفَرْطِ ظُهُورِهٖ مِنْ لَوَازِمِ خَلْقِهٖ "آفتاب جب منتہائے ظہور یعنی خط نصف النہار پر ہوتا ہے تو تمام آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور کوئی اس کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا مگر صبح و شام۔ وقت ہبوط و انحطاط گردہ شمس ہر ایک شخص بینا کو صاف دکھائی دیتا ہے۔ پس جس طرح ذات خداوندی کامل اور کافی ہے مگر عقول اس کے ادراک سے قاصر و عاجز ہیں اسی طرح اور بالکل اسی طرح اس کا کلام بھی کامل و اکمل اور کافی و وافی ہے اور تمام ناقص عقول اس کے احاطہ اور ادراک سے قاصر اور عاجز ہیں اور اسی وجہ سے کہ عقول باوجود الفاظ و عبارات کے سہل و فصیح اور بامحاورہ ہونے کے۔ معانی و مقاصد کے ادراک میں عاجز ہیں۔ معجزہ کہلاتا ہے۔ اور جس طرح اس رحیم و کریم ذات نے اپنے مخلوق کے نقص پر ترحم و لطف فرماتے ہوئے اپنی معرفت کے لئے اپنی طرف سے اپنے مظہر اور خلیفہ کو بھیجا کہ وہ اس کی صفات کو مکلفین سے بیان کردے ؎

کرمش گفت مرا بشناس
ورنہ کہ شناسد بعقل و حواس

بعینہ اسی طرح اس نے اپنے کلام معجز النظام کے معارف و حقائق و اسرار و دقائق و رموزات و اشارات کے سمجھانے کے لئے اپنے خلیفہ ہی کو مامور و مبعوث فرمایا مگر ابلیس منش طبائع ہمیشہ اس سے کنارہ رہیں۔ اور اس کی تعظیم و تکریم و اطاعت سے اباء کرتی ہیں اور کر رہی ہیں لیکن ملائک خصلت نفوس نے فوراً اس مظہر خدا و خلیفہ خدا کے آگے "آمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کہ کر سر تسلیم خم کر دیا اور کرتے رہتے ہیں۔ وَهٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ"

قرآن خدائی زبان۔ ربانی زبان۔ الہامی زبان میں قلب محمدیؐ پر نازل ہوا۔ نہ انسانی زبان میں۔ منزل انسان نہیں بلکہ خالق انسان و بنی جان ہے۔ اور فاطر زمین و آسمان ہے اور اس کے صاحب وحی والہام خلیفہ نے اپنی زبان میں اس کی قرات فرمائی تاکہ نوع بشر اس سے مانوس ہو۔ پس یہ کہنا لغو و باطل ہے کہ کتاب کامل ایسی ہونی چاہئے کہ جس کو ہر ایک انسان سمجھ سکے کیوں نہیں کہتے کہ ذات واجب الوجود جو کامل و اکمل ہے۔ ایسی ہونی چاہئے جس کو ہر ایک مخلوق ادراک کر سکے۔ سمجھ سکے۔ بلکہ دیکھ سکے اور خدائے تعالیٰ ایسی ذات نہیں۔ لہذا خدا بھی ایسا تلاش کیجے جو تمہاری عقول کا تراشا ہوا ہو۔ بلکہ اپنے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہو۔ اور جہال بنی اسرائیل کی طرح صاف بآواز بلند کہئے۔ اِجْعَل لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ

الجنة"۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

اب ثابت ہوا کہ قرآن ایسے خاص اشخاص کے سمجھانے اور بیان تفسیر کا محتاج ہوگا۔ جیسے خدا تمہارے لئے۔ یہ اس کا نقص نہیں تمہارا نقص ہے۔ تمہارا نقص اس کے کمال کے ادراک سے قاصر ہے اور اس لئے اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا محتاج بیان خلیفہ یا پیغمبر نہیں بلکہ تم معرفت خدا میں محتاج بیان پیغمبر ہو۔ اسی طرح قرآن محتاج بیان غیر نہیں "هُوَ تِبْيَانٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ"۔ بلکہ تم اس کا علم صحیح حاصل کرنے میں معلم ومبین ومفسر قرآن کے محتاج ہو۔ اور قرآن کا مل ہونا تمہارے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ اور معلم حقیقی وہ ہی ہے جس کو خود خدا نے پڑھایا ہو اور وہ نبیؐ اور اس کا وصی ہی ہوتا ہے۔ اور اگر علیؑ کے نام سے دل میں بغض وحسد کے شعلہ بھڑک اٹھتے ہیں تو کوئی اور ابن ابیالفس رسول وہی برحق ولی مطلق صاحب العام عالم بعلم لدنی تلاش کرو جو معلم قرآن ہونے کی صفات سے آراستہ ہو۔ ورنہ قرآن کی حقیقت سمجھنے میں تم اور ساری مخلوق نبیؐ اور وصی یعنی علی کی محتاج ہے خدا پر اعتراض کرو کہ علیؑ کو ایسا کامل کیوں بنایا کیوں باب علم محمدی قرار دیا۔ کیوں اس کے قلب کو علم ما کان وما یکون سے معمور کیا۔ کیوں اس کی ذات کو مظہر العجائب بنا کر بھیجا ہے

"گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را"

قرآن محتاج نہیں تم محتاج ہو اور ساری مخلوق محتاج ہے۔

"سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است"

خدا کو نبی کو عالم القرآن (الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ) (عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) اور معلم قرآن فرماتا ہے۔ "وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ الآية" اور دشمن رسولؐ اہل القرآن اس سے منکر ہیں اور "مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ" سے معاذ اللہ اس کی جہالت پر استدلال کرتے ہیں اور "لٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا" کو بھلا دیتے ہیں۔ "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ"

قرآن بلاشبہ قلب محمدی پر نازل ہوا اور بصورت حقائق نوریہ نازل ہوا اور ان حقائق کو نطق محمدی نے ادا کیا۔ زبان محمدی نے قرأت کیا اور اسی لسان اللہ نے اس کو بیان کیا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ، فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ جمع قرآن در قلب محمدی وحی الہی ہے۔ قرأت بوحی الہی ہے اور بیان قرآن بھی من جانب اللہ اور بوحی الہی ہے۔ پھر رسولؐ کو قرآن ناطق کہنے سے کیوں مرچیں لگتی ہیں وہ یقیناً قرآن ناطق ہے اور جس کے

سینے میں قرآن ودیعت کیا گیا ہے (بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ) وہ قرآن ناطق ہے اور جب تک اس قرآن کا وجود کتبی ولفظی موجود ہے۔ بلاشک وشبہ اس قرآن ناطق کا بھی وجود ہے۔ اگر نہیں تو قرآن کے وجود سے انکار کردو۔ قرآن ناطق کا "وجود ندارد" نہیں ہو سکتا اگر پردہ غیب میں ہونا دلیل نفی ہے۔ تو وجود خدا کے عقیدہ سے بھی ہاتھ دھو لیجئے اور کھلم کھلا دہریہ بن جایئے ورنہ کم از کم جملہ انبیاء پر جواب یقیناً اس عالم وجود میں نہیں ہیں۔ ایمان لانے سے انکار کر دیجئے کیونکہ آپکے عقیدہ کے موافق غائب شے پر ایمان کوئی فائدہ نہیں دیتا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

وہ وجود نبوی جس میں قرآن ودیعت کیا گیا اور وہ قلب محمدی جس میں کلام اللہ کا نزول باطنی ہوا ہے اور قرآن پاک کا یہ وجود کتبی جو بین الدفتین موجود ہے۔ دونوں میں صامتیت وناطقیت کا فرق واضح ہے۔ اور جاہل سے جاہل بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ قرآن کے الفاظ ونقوش وخطوط میں وہ نطق کہاں ہے جو زبان پاک محمدی میں ہے۔ مگر قرآن فہم جماعت کے دماغ اس جوہر عقل سے عاری اور خالی ہیں۔ جو یہ فرق سمجھ سکے اور "هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ" سے نطق قرآنی پر استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مدعی بیچارے نوع ناطق میں نہیں ہیں۔ بلکہ "اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" میں داخل ہیں ورنہ قرآن کریم کا "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" ہونا مسلم۔ مگر اس سے کہاں ثابت ہو سکتا ہے کہ قرآن کے الفاظ یا نقوش وخطوط اپنے معانی ومطالب بیان کرتے ہیں۔ اسطرح بولتے ہیں جس طرح زبان محمدی بیان قرآن میں گویا اور ناطق تھی؟

کتاب اللہ کے ناطق بالحق ہونے کے معنی تو یہی ہیں کہ اس میں ذکر حق صاف اور مفصل موجود ہے۔ نہ یہ کہ وہ مثل انسان مکمل حقائق واسرار کو نطق انسانی بیان کرتی ہے۔ اگر اس نطق کو سمجھنا ہے تو معنی نطق میں غور کرو "اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ" اور حدیث نبوی کو سمجھو "لِكُلِّ ذَرَّةٍ لِسَانٌ مَلَكُوْتِيٌّ نَاطِقٌ بِالتَّسْبِيْحِ"۔ یعنی ذرہ ذرہ عالم خواہ شجر ہوں یا حجر سب ناطق بالتسبیح ہیں۔ لیکن کیا "اَلْاِنْسَانُ حَيَوَانٌ نَاطِقٌ" کی طرح "اَلشَّجَرُ نَبَاتٌ نَاطِقٌ" کہا جا سکتا ہے؟ سچ ہے۔ "یک من علم را دہ من عقل باید" اگر یہی حال ہے تو سخن فہمی عالم بالا معلوم"

قرآن مجید برہان حق وباطل ہے اور قرآن ناطق محمدی ہے جیسا کہ ثابت ہوا تو وجود محمدی بلاشبہ برہان حق ہے۔ اس کا ہر قول برہان حق۔ ہر فعل برہان حق۔ بلکہ وجود محمدی سراسر برہان توحید

ہے۔ بنابریں قرآن کی براہین تسلیم کرتے ہوئے وجود محمدی کی براہین سے انکار۔ آنحضرتؐ سے بغض و حسد کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟ خدا صاف فرماتا ہے۔ "قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا" آیت کے معنی صاف ہیں۔

تحریف معنوی کر کے اس آیت کی زد سے کیسے بچ سکتے ہو۔ "أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" (بقرہ ۹)
یقیناً تحریف معنوی کے مرتکب وہی لوگ ہیں جو معانی قرآن میں صرف اپنی رائے اور خواہش نفس پر اعتماد کرتے ہیں نہ وہ جو معانی کے تصدیق اور اطمینان قلب کے لئے حدیث نبوی اور قول معصوم کو حجت و معیار اور میزان بناتے ہیں اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ مقصود اور منشاء الٰہی وہ ہی ہے جس کی تصدیق حجت خدا، مظہر خدا خلیفہ خدا سے ہو ورنہ احتمال خطا باقی ہے۔

قرآن پاک نور ہے اور رسول خدا بھی نور۔ "قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ الآیۃ" "وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ الآیۃ" یہ نور قرآن قلب نور محمدی میں نازل ہوا۔ اور زبان نورانی محمدی نے اس کی قرأت فرمائی اور پھر اس کو بیان بھی کیا اور اس سے قرآن پاک نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ اور یہی نور تمام عالم کی ہدایت کے لئے آفتاب ہدایت ہو کر چمکا۔ "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا" پھر اس مقدس و نورانی وجود کے سراج مبین ہونے میں کون مسلمان شبہ کر سکتا ہے۔ کس قدر دلیری ہے کیسی جرأت ہے کہ خداوند عالم تو اس پاک وجود نور کو سراج منیر فرمائے اور صریح لفظوں میں ارشاد فرمائے کہ "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا" (احزاب ۵) اے رسول ہم نے تجھے شاہد بشیر و نذیر و داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور قرآن کے شیدائی ڈنکے کی چوٹ یہ کہیں "رسول کو سراج مبین کہنا قرآنی نور کو بجھانا ہے"۔ معاذ اللہ معاذ اللہ "مَا أَجْرَأَهُمْ عَلَى النَّارِ"۔ "ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" (حشر ۱) خدا فرماتا ہے۔ "وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" اسی طرح سے ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے امر سے عنایت کی ہے تو قبل اس کے نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے۔ اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس روح کو نور بنایا ہے۔ اور یہ نور ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ ہدایت کرتے ہیں۔ اور البتہ تو بلا شک و شبہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف

ہدایت کرتا ہے۔ مگر دلدادگان قرآن اور عاشقان قرآن "اپنے منہ میاں مٹھو" یہ کہتے ہیں کہ رسول اپنے وجود سے کسی کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ "اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ" یہ اگر صاف انکار نبوت و رسالت پیغمبری نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر اس کے وجود سے خلق خدا کو ہدایت نہیں ہوتی تو پھر حجت خدا کس کے وجود سے قائم ہوتی ہے؟ اگر آدم ہادی نہیں ہے تو کہہ دیجئے کہ شیطان ہادی ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں نبی باذن خدا ہدایت کرتا ہے اور "وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ" ان کی شان ہے۔ اور یہی معنی اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ الآیہ" کے ہیں ورنہ آیات قرآنی میں صریح تناقض ماننا پڑے گا۔ "اِنَّکَ لَتَھْدِیْ" اور "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ" اور تناقض کلام اللہ میں محال ہے۔ لہٰذا معنی یہی ہیں کہ نبی باذن الٰہی و بمشیت خداوندی ہدایت فرماتا ہے۔ "وَھُوَ الْحَقُّ" "وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ" عداوت اہلبیت رسالت میں دامن رسالت کیوں ہاتھ سے چھوڑے دیتے ہو۔ "اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ" ہم نے مانا ہے کہ بدعت وہی ہے جو قرآن میں نہ ہو لیکن یہ بات کہ قرآن میں کیا ہے اور کیا نہیں۔ یہ وہی بتا سکتا ہے جس کو اس کے علم پر احاطہ حاصل ہو اور یہ محل نزاع ہے۔ لہٰذا بدعت وہ ہی ہے جس کو معلم قرآن بدعت کہے۔ قرآن بیشک "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" "لٰکِنْ لَا لِکُلِّ اَحَدٍ" ایک دانہ میں درخت کی تفصیلی حقیقت بلاشک وشبہ ودیعت ہے۔ مگر ہر ایک شخص اس کو کہاں سمجھ سکتا ہے۔

انسان میں کل عوالم کی حقیقت منطوی ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ عَالَمٌ صَغِیْرٌ کَمَا اَنَّ الْعَالَمَ اِنْسَانٌ کَبِیْرٌ" لیکن ہر ذی عقل اس کو کہاں ادراک کر سکتا ہے۔ ہر ذرہ میں خالق کی صفات کا ظہور ہے ہر ایک ذرہ اس کی صفت کا مظہر ہے۔ بلکہ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

لیکن ہر ایک انسان اس کو کہاں اور کیسے سمجھ سکتا ہے "وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" قرآن میں ہر ایک شے کا بیان ہے بلکہ ہر ایک سورہ میں ہے۔ نہیں بلکہ ہر ایک آیت میں۔ بلکہ ہر ایک نقطہ میں تمام حقیقت قرآن ہے "نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ" "وَالْعِلْمُ نُقْطَۃٌ کَثَّرَہَا الْجَاھِلُوْنَ" لیکن اس کے لئے جس نے اس کو اتارا ہے اور اس کے لئے جس کے سینہ میں ودیعت کیا گیا ہے

عصائے موسیٰ را ید بیضا می باید

خصوصاً جب کہ یہ خصم کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ کہ "ہدایت کی بات ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا" اور خود قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے "اَکْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ کَارِهُوْنَ"، "اَکْثَرُهُمْ فَاسِقُوْنَ"، "اَکْثَرُهُمْ ظَالِمُوْنَ" تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کتاب حکمت وہدایت کو ہر ملا سمجھ لے۔ ضروری ہے کہ قرآن فہمی میں اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے وہ ہی انسانی شخصیت شریک ہو جو اس کے لانے میں شریک ہو۔ اور اس کا علم مکتب خانہ غیب سے اپنے سینے میں لیکر آئی ہے جس کا نورانی قلب اس نور قرآنی کا ظرف بنایا گیا ہے اور اس میں اس کی حفاظت کی گئی ہے۔

ہر ایک شے کی حفاظت کی کوئی جگہ ہوتی ہے جہاں وہ محفوظ رکھی جاتی ہے۔ اور وہ جگہ وہ سینے ہی ہیں جہاں وہ اتارا گیا ہے اور جن قلوب میں وہ ودیعت کیا گیا اور یہی مطلب ہے اس آیت کا "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ" اور اس آیت کا یہ من گھڑت مفہوم قطعاً غیر معقول ہے کہ اس کی حفاظت کے یہ معنی ہیں کہ "بعض آیات بعض آیات کے معانی کی خود حفاظت کرتی ہے"۔ مگر افسوس ہے کہ مدعا اس سے بھی حاصل نہ ہوا۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ جس کا جو دل چاہتا ہے ترجمہ کر لیتا ہے اور اس حفاظت معنوی کا کوئی ثمر مرتب نہیں ہوتا۔ اور خود مدعیان قرآن فہمی اپنی رائے سے خلاف مسلمات اسلام ترجمہ کر لیتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے یہ عذر تراشا ہے کہ "**ترجمہ قرآن میں بھول چوک معاف ہے**" حالانکہ آیہ مبارکہ "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا" صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ ہر حال میں بھول چوک معاف نہیں ہے۔ اگر معفو عنہ ہوتی تو اس سے دعا کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ جب دیدہ ودانستہ خودرائی پر عمل کیا جائے اور تعلیم پیغمبری کو پس پشت ڈال دیا جائے تو یہ بھول چوک نہیں بلکہ جرم ہے۔ جحود ہے۔ انکار رسالت ہے۔ قصور نہیں صاف تقصیر ہے خدا اور رسول کا مقابلہ ہے یہاں معافی کی امید محال ہے۔ "وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا" (فرقان ۳)

ترجمہ کے لحاظ سے قرآن شریف آسان ہوا کرے مگر مطلب و مدعا میں بڑے بڑے کاملین کی عقول حیران ہیں۔ اور اس کی اس بلاغت کے مقابلہ میں منکرین رسالت بھی دم بخود رہ جاتے تھے۔ اور لوہا مانتے تھے اور مانتے ہیں۔

الفاظ کا قالب بدلنا کسی علم کو اس کے مرتبہ علمیت سے نہیں گرا دیتا کہ ہر ایک جاہل ہی عالم بن جائے حقیقت شے کا ادراک اور ہے اور لفظ کی جگہ لفظ بدل لینا اور ہے۔

اللہ کا ترجمہ خدا یا رآم یا پرمیشور یا گاڈ یا یزدان کر لینے سے مفہوم واجب تعالیٰ کا تصور نہیں ہو سکتا

ان الفاظ کے بدلنے سے اس کی کنہ ماہیت کو نہیں پہنچ سکتے۔ جو شخص پانی کی ماہیت سے ناواقف ہے۔
اس کے نزدیک ماء۔ آب۔ جل۔ پانی۔ واٹر۔ تو۔ سب مساوی ہیں۔ کون کہ سکتا ہے کہ اگر کتب حکمیہ کا ترجمہ
پنجابی میں ہو جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہر ایک پنجابی افلاطون۔ ارسطو۔ سقراط۔ بقراط کا ہم پلہ
حکیم اور فلاسفر ہو گیا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ کلام اللہ جس کا حرف حرف اعجاز ہے۔ اور مقاصد الہیہ۔ اسرار
ربوبیہ پنجابی کے قالب میں آکر ہر پنجابی پر منکشف ہو جائیں۔

یہ وہ حقیقت ہی نہیں جس کو اردو۔ پنجابی کے قوالب سما سکیں اور ہم اکثر اعلان کر چکے ہیں کہ جو شخص صرف
"الحمد للہ" کا ترجمہ ایسا کر دے جو جملہ کی حقیقت معنوی کو حاوی ہو تو ہم اس کو للہ سو روپیہ انعام دیں گے۔ ترجمہ
میں کوئی لفظ عربی نہ آنے پائے۔ اور اس کو ملحوظ رکھا جائے کہ حمد۔ تعریف۔ ثناء۔ مدح۔ الفاظ مختلفہ
ہیں۔ اور ہر ایک کے معنی عربی میں یقیناً جدا اور مختلف ہیں۔ اور کوئی مرادف حمد نہیں ہے۔

اور جس وقت بھی یہ دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ صحیح بھی ہے کہ "کتاب اللہ کی صرف و نحو بالکل وہ
ہی نہیں ہے جو عرب کے لوگوں کی تھی" اور قرآن ضرور عربی زبان میں ہے مگر یہ کلام اللہ ہے یعنی
اس کا کلام ہے جو زبان عربی کا خالق ہے "اِنَّ اخۡتِلَافَ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ مِنۡ اٰیَاتِ اللّٰہِ"
کامل صحیح عربی وہ ہی ہے جو کلام اللہ کی ہے۔ تو کیونکر وہ کلام عرب کے چند قواعد عربیہ میں محدود ہو سکتا
ہے جو تمام کے تمام بعد نزول کلام اللہ بنائے گئے ہیں۔ اسی واسطے کلام پاک میں "بلسان عربی
مبین" فرمایا گیا ہے "فی لسان عربی مبین"، عربی۔ کلام اللہ کا ایسا ظرف نہیں ہے جو اس کو
سما سکے اور اپنے اندر محدود کر سکے اور جب یہ صحیح ہے اور ضرور صحیح ہے تو میزان و منشعب پڑھ لینے والے
ملا کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کلام اللہ کے حقائق و معارف اور اس کے رموز و اسرار کو کماحقہ ہی سمجھتے
ہیں۔

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

خصوصاً جب کہ یہ بھی مانتے ہوں کہ تاویل محال ہے۔ پھر اصل حقیقت قرآنی کی طرف رجوع کیونکر
ممکن ہے؟

"چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند"

یہ صحیح ہے کہ کسی آیت قرآنی کا ترجمہ خلاف قواعد صرف و نحو نہیں لیکن کونسی صرف و نحو؟ خالق السن
کی صرف و نحو یا "اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّنِفَاقًا" کی صرف و نحو؟ یقیناً اس کی صرف و نحو عرب
کے قواعد میں منحصر نہیں ہے۔ پھر اس دعویٰ میں صریح تناقض ہے یا نہیں؟ پہلے خدا کی صرف و نحو پر اطلاع
پیدا کیجئے اور اس دعویٰ کا ثبوت دیجئے پھر کہئے کہ کسی آیت کا ترجمہ خلاف صرف و نحو نہیں ہے" یہ اور

یہی "فلبنہ تر" ہے کہ "ترجمہ اور مفہوم وہ ہی صحیح ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہو" اس عبارت کا مفہوم شاید چکڑالوی دماغ ہی سمجھا سکیگا کہ الفاظ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن شریف میں۔ اس کا ترجمہ اور مفہوم بھی (ہر ایک زبان میں) موجود اور مذکور ہے۔

سبحان اللہ کیا بیان ہے۔ کیا استدلال ہے۔ کہاں پہنچے ہیں۔ واللہ خوب کہی گویا قرآن ترجمہ قرآن اور مفہوم قرآن ایک ہی چیز ہے۔ یہ بات آج تک کسی دماغ میں نہیں آئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس سلسلہ کی تیسری منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور اب کوئی دم میں وحی اور الہام کے ادعا کا اظہار ہوا چاہتا ہے۔ ملہم دماغ کے سوا اور کس میں یہ بات آسکتی ہے۔ بالکل درست "اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَائِھِمْ"، "تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ" شیاطین اپنے دوستوں اور ہم مشربوں کو وحی کیا کرتے ہیں اور ہر ایک جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتے ہیں واقعتاً یہ ہے قرآن فہمی اور یہ ہے "قرآن کا شیدائی فرقہ" نجدیت سے تعظیم رسالت اٹھتی ہے۔ چکڑالویت میں اطاعت رسولؐ اور اتباع قول رسولؐ سے انکار ہوتا ہے۔ مرزائیت میں پہنچ کر خدا و رسولؐ کے خلاف۔ الہام و وحی کے پردے میں رسالت کا دعویٰ شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن فہمی کا یہ مرتبہ بغیر ادعائے الہام کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کے نئے نئے معانی کب پیدا ہو سکتے ہیں۔ پروردگار عالمین تو فرمائے۔ "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا"، اور اہل القرآن فرمائیں کہ جن و انس کے سوا کوئی مکلف نہیں۔ اگر دیگر مخلوقات مکلف نہیں تو رسولؐ کس معنی میں تمام عوالم پر بشیر و نذیر ہے اور "کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ" کے کیا معنی ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن فہم تکلیف جن و انس اور دیگر تکالیف میں تمیز نہیں کر سکے۔ "ایں غنیمت است" ورنہ اگر حسب عادت خود رائی مفسرین وجود جن ہی سے انکار کر دیتے تو ان کا کوئی کیا کرتا۔ شاید آئندہ اس کی بھی باری آجائے کیونکہ آدم کی شخصیت کے انکار کا تو اعلان ہو چکا ہے۔ کہ آدم سے مراد (عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ) میں نوع انسان ہے۔ نہ کوئی خاص شخص آدم ابو البشر غالباً ان کے نزدیک مسجود ملائکہ بھی نوع بشر ہی ہوگی۔ "اور کلی من حیث ہو کلی" مسجود ہوگی اور گو عقلاء کے نزدیک یہ بات بالکل غیر معقول ہی کیوں نہ ہو۔ مگر قرآن فہموں کے نزدیک ہر نامعقول بات معقول ہے و بالعکس" اسی واسطے انسان سے مراد جن و انس لی جاتی ہے۔

دو لفظ جدا جدا ہیں اور پھر دونوں کی خلقت ایک میں مدغم و منظم ہو جاتی ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے "مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا"

اور اہل القرآن صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی آیت ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ آیت صاف نسخ کا پتہ دے رہی ہے۔ چاہیئے کہ اس کو قرآن سے نکال دیں۔ خدا گوسالہ پرستوں کا ذکر کرتا ہے "فَتُوبُوا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ" اہل القرآن فرماتے ہیں گوسالہ پرست قتل نہیں کئے گئے۔ پھر اس خاص عقیدہ کے اظہار کی علت بھی نہیں معلوم ہوتی کہ کیا ہے۔

غالباً ہندوستان کے گاؤ پرستوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو ضروری سمجھا ہوگا۔ ورنہ یہ کوئی اہم مسئلہ دعویٰ قرآن فہمی سے متعلق نہیں۔ خدا "سورۃ النجم" میں معراج جسمانی کا صاف ذکر فرما رہا ہے اور "دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" کیسا تھ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" معراج جسمانی و مشاہدۂ حقائق نوریہ بچشم بصری۔ کا قطعی ثبوت ہے۔ مگر اہل القرآن دہریوں کی تقلید میں معراج جسمانی کے عقیدہ پر استہزا کرتے ہیں۔

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

شیفتۂ قرآن ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ یہ دعویٰ بھی عجیب اور خلاف نص قرآنی ہے کہ "قرآن شریف کا نزول ہر ایک انسان کی طرف ہے" اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک شخص پر قرآن کی حقیقت علمیہ نوریہ کا نزول ہوا تو یہ "ھمہ اوست" کے عقیدہ کی طرح "ہمہ نبی است" کا اضافہ۔ خاص ایجاد بندہ ہے۔ اور کوئی ذی عقل و سلیم القلب اس کے قبول کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا اور اگر یہ مدعی ہے کہ قرآن شریف ہر شخص پر حجت ہے۔ ہر شخص اس کے احکام پر مامور ہے۔ ہر شخص پر اس کی اطاعت واجب ہے تو ہر ایک انسان کیا ہر موجود کی طرف اس کا نزول مسلم ہے "لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" مگر اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ ہر ایک شخص خواہ جاہل یا عالم (اصلاحی و رواجی) اس کی حقیقت پر احاطہ تامہ رکھتا ہے۔ دراصل اس خیال میں بھی صاف نبوت شخصیہ کے اعتقاد کے انکار کی جھلک پائی جاتی ہے۔ قرآن بیشک شخصیت پرستی کی تعلیم نہیں دیتا۔ لیکن مبلغ قرآن اور حجت خدا کی اطاعت و تعظیم کا سینکڑوں آیتوں میں صریح اور صاف الفاظ میں اظہار فرماتا ہے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ"۔ "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ"۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ الآیۃ یہ شخصیت پرستی نہیں اطاعت رسول کے بغیر حصول اطاعت خدا محال ہے۔ اور حکم خدا سے اطاعت رسولؐ عین اطاعت خدا ہے۔ ہاں۔ اس سے انکار وہی شخصی رسالت سے انکار ہے۔ جس پر اس مذہب کی بنیاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ حضرات عبادت و اطاعت میں تفریق نہیں کر سکتے اور اطاعت عبودیت اور اطاعت

رقیت میں تمیز نہیں کر سکتے اور توحید پرستی کے زعم میں حکم خدا سے بھی "مثل اول قیاس پرست" اطاعت رسول سے انکار کرتے ہیں۔

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ" وہ بھی یہی کہتا تھا کہ خدا کے سوا کسی کی تعظیم درست نہیں اور اسی وجہ سے ایسے لوگوں کے نزدیک پکا خدا پرست وہی کہلاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ غلط قیاس اور رائے پرستی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کون مسلمان ہے۔ جو خدا کے سوا کسی کی شخصیت کی پرستش کا قائل ہے۔ اطاعت رسول شخصیت پرستی نہیں خدا پرستی ہے "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ"

"مقطعات قرآن۔ رموزات اور علامات اسمار الٰہی ہیں" یا آیات متشابہات وہ آیتیں ہیں جن میں صفات باریتعالیٰ کا بیان ہے۔ خود ساختہ۔ اصول موضوعہ بلکہ مجعولہ ہیں۔ رموزات کا لفظ محض مبہم ہے اور کل حروف مقطعات قرآنی کو صرف علامات اسمار الٰہی میں محدود و منحصر کر دینا۔ قرآن کی توہین و تنقیص ہے۔ یہ حروف مقطعات نہ صرف اشارات اسمار الٰہی ہیں بلکہ ان میں حقائق فطرت مندمج ہیں اور ایک حرف سے ابواب علوم منکشف ہوتے ہیں۔ ایک ایک حرف میں سارے قرآن کی حقیقت منطوی ہے۔ صرف علامات اسمار الٰہی سے محدود کر دینا حقائق قرآنی کی تحدید ہے اور اگر بالفرض ایسا ہی ہے۔ تب بھی اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے۔ کہ اسمار اللہ کی حقیقت کو ان حروف مقطعات سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ جس غرض سے یہ اصول تراشا گیا ہے۔ علم الاسمار الحسنیٰ وہ علم ہے کہ جہاں بڑے بڑے عارفین حیران ہیں۔ اور محققین عارفین کے نزدیک تمام کائنات مظاہر اسمار اللہ ہے۔ اور اسمار اللہ الحسنیٰ میں حقائق تمام عوالم مندمج ہیں اور اس لئے اسمار اللہ الحسنیٰ کا علم۔ علم حقائق عالم کو مقتضی ہے۔ اور یہی مقام معرفت اللہ ہے۔ کیونکہ اسمار الٰہی ہی کے علم سے صفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور چونکہ صفاتِ باری غیر متناہی ہیں اس لئے اسماء اللہ پر احاطہ محال ہے اور کل علمار اہل اسلام کے نزدیک اسمار اللہ توصیفی ہیں یعنی ہم صرف انہیں اسمار اللہ سے اس کو پکار سکتے ہیں اور اس کا وہی نام رکھ سکتے ہیں جو اس نے خود رکھا ہے اور اپنے رسول کے ذریعہ بتلایا ہے۔ اپنی طرف سے اس کا کوئی نام نہیں رکھ سکتے اگرچہ اس پر وہ صفات صادق بھی آتی ہوں بلکہ اس صورت میں بھی بغیر اعلام الٰہی و تبلیغ و تعلیم رسالت پناہی علم اسمار الٰہی محض حروف مقطعات کو اسمار الٰہی فرض کر لینے سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور اس سے ہرگز لازم نہیں آتا ہے کہ اس بنار پر حروف مقطعات کی حقیقت کو ہر ماتا یا ہر ایک چیلا لوی سمجھ سکتا ہے۔

علی ھذا القیاس اس فرض سے کہ آیات متشابہات صرف وہی آیات ہیں جن میں ذکر صفات الٰہی

ہے۔ اہل القرآن کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ اول تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے۔ قرآن میں اس کا کوئی ثبوت صریح نہیں ہے۔ کہ آیات متشابہات صرف آیات صفاتیہ ہی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں صاف آیات محکمات اسماء صفاتیہ کے بیان میں موجود ہیں "هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (حشر) اور اس قسم کی آیات بکثرت موجود ہیں اور قرآن پاک کا یہ بیان کہ "مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ الآیۃ" ہرگز اس پر دال نہیں کہ آیات متشابہ صرف صفات باری تعالیٰ ہی ہیں۔ تاہم اگر یہ بھی ہو تب بھی اس سے اس مذہب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا۔ غالباً مدعا یہ ہوگا کہ آیات متشابہات کی تعمیل محال ہے آیات متشابہات میں صرف صفت خدا کا ذکر ہے۔ احکام و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے اگر اہل القرآن ان کو نہ سمجھ سکیں اور حل نہ کر سکیں تو معذور ہیں۔ اور اس سے ان کے مذہب میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ کیا اچھا مذہب ہے۔ گویا معرفت خدا کی اس مذہب میں قطعاً ضرورت نہیں، بہت مبارک۔ مگر جملہ عقلاء روزگار کے نزدیک اور کل انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ کے نزدیک اول دین معرفت خدا ہی ہے۔ اور بعد حصول معرفت فرائض واحکام کی پابندی مفید ہو سکتی ہے۔ اور معرفت خدا معرفت صفات خدا ہی ہے۔ ورنہ معرفت کنہ ذات باری تعالے محال ہے اور علم بکنہ وعلم بالکنہ ممتنع ہے۔ صفات ہی آئینہ میں معرفت ہو سکتی اور علم صفات اللہ افضل ترین علوم ہے۔ پس اگر کل آیات صفات متشابہ ہوں اور تاویل متشابہ محال بیان پیغمبر غیر ضروری اور ناقابل عمل تو گویا معرفت باری تعالیٰ محال اور تکلیف مالا یطاق ہوئی۔ بہت سستے چھوٹے ورنہ اگر معرفت صفات باری تعالیٰ اول فرض ہے اور یقیناً ہے۔ اور آیات صفات آیات متشابہات ہیں اور متشابہات کی تاویل علماء کے لئے محال ہے اور "لَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ" صحیح ہے تو ضروری ہوا کہ خداوند عالم ان کی تفسیر اور علم الصفات اپنے رسولؐ کو تعلیم دے اور رسولؐ اس کو امت سے بیان کرے۔ سمجھائے اور تعلیم دے بلکہ اول مرتبہ تبلیغ یہی علم ہے "قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا" لہٰذا امت علم قرآن میں تعلیم پیغمبری کی محتاج ہوئی۔ اور اطاعت پیغمبری واجب اور اتباع حدیث وقول رسول فرض عین وہو المطلوب۔

قرآن پاک جو نہایت مختصر کتاب ہے یہ تمام عوالم کے واسطے ہے۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ وَمَا

فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ" اس کی شان ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کے ایک ایک جملے میں حقائق کثیرہ مندرج ہوں۔ اجمال و تفصیل۔ اطلاق تقیید۔ ابہام و تفسیر کے اوصاف سے آراستہ ہو۔ یہ کتاب تمام علوم و فنون جملہ حقائق کائنات اور جملہ ضروریات معاد و معاش کو حاوی ہے۔ ازل سے لیکر ابد تک کی کل اشیاء۔ کل مومنین و کافرین کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ایک علم کی تفصیل میں متعدد کتب تیار ہوتی ہیں۔ اگر بنی آدم میں سے صرف مومنین ہی کے اسماء تفصیلی درج ہوں تو یہ دفتر بڑے سے بڑے حال میں نہ سما سکے۔ اس تفصیل کے ساتھ اگر کتاب اللہ میں جملہ علوم و فنون و کل حقائق کائنات و جملہ واقعات دنیا و آخرت درج ہوں تو قرآن شریف کی ایک جلد ایک شہر میں نہ سما سکے۔ لہٰذا کون ذی عقل صاحب قلب سلیم قرآن پاک میں اس تفصیل کا قائل ہو سکتا ہے۔ اجمال و اختصار قرآن پاک کے لئے عیب و نقص نہیں حسن و کمال ہے اور ابہام حسن کلام۔ غور کرو اس جملہ کی شان اور اس کے ابہام پر "دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى"۔

"معشوق من است آنکہ بنزدیک تو زشت است"

ہاں یہ اجمال بھی ہمارے لحاظ سے ہے۔ جن کا علم قوالب الفاظ میں منحصر و محدود ہے۔ ورنہ وہ انسان کامل جس کے سینے میں نور قرآن چمکتا ہے۔ جس کے قلب پر حقائق قرآن منکشف ہوئی ہیں۔ جن کا وجود جملہ کائنات سے مقدم ہے۔ جو مؤید بروح قدس ہے۔ جس کے سامنے فطرت عالم منکشف ہے۔ اس کے لئے قرآن مجمل نہیں مفصل ہے۔ یعنی اس کے لئے جو ذرہ میں کائنات اور حقائق کائنات کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ "الٓرٰ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ" باقی جو اپنے لئے ادعائے تفصیل کرے جھوٹا ہے۔ اور یہ قول باطل محض ہے کہ قرآن ہر ایک ذی عقل اور سلیم القلب کے لئے عام فہم ہے اور یہ وہ دعویٰ ہے۔ جس کو ہم بہت تفصیل سے باطل ثابت کر چکے ہیں اور سلیم الطبع اور سلیم القلب ہونا حقائق علمیہ اور معارف الٰہیہ کو قاعدہ بغدادی نہیں بنا سکتا۔

انسان۔ انسان ہونے پر ہزاروں مختلف درجات رکھتا ہے "وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ" "وَيَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" "فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" نصوص قرآنی ہیں اور علم و عمل و تزکیہ و تصفیہ نفس۔ تربیت دماغ۔ صفائے ذہن۔ جلاء قلب اور روحانیت کے لحاظ سے افراد انسانی میں اختلاف واضح ہے۔ ہر ایک شخص کسی علم کی کتاب کو حسب استعداد و قابلیت علم و قوت عقل و ادراک ہی سمجھ سکتا ہے۔ ایک استاد ایک کتاب ایک جماعت

کو ایک ہی وقت میں پڑھاتا ہے۔ مگر ہر ایک طالبعلم حسب استعداد سمجھتا اور استفادہ حاصل کرتا ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ جملہ اہل القرآن کی عقل وفہم وادراک واحساس۔ علم ومعرفت۔ روحانیت ونورانیت ذہانت وذکاوت یکساں ہو اور سب فہم معانی قرآن میں مساوی ہوں؟ ایسی صورت میں یہ دعویٰ کہ "اہل القرآن میں اختلاف محال ہے" دعویٰ بلادلیل تحکم محض ہے۔ الا یہ کہ سب اندھے ہو کر ایک کے پیچھے لگ جائیں تو یہ علم القرآن نہ ہوگا۔ تقلید محض اور خیال پرستی ہوگی لَیْسَ الْعِلْمُ مَا یَحْصِلُ بِالسَّمَاعِ وَقِرَاءَتِ الْکُتُبِ وَحِفْظِهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ تَقْلِیْدٌ الخ

قرآن فہمی کا لب لباب اس مختص مقال کو ہمیں کافی تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہوئی تاکہ مشککین کے جملہ شبہات کا قلع قمع ہو جائے اور ہمارے سادہ لوح برادران ایمانی ان کی چکنی چپڑی عام فریب باتوں میں نہ آئیں۔ یہاں ہم پھر اپنا مدعا سمجھاتے ہیں۔ ہم حصہ اول میں قرآن فہمی کے اصول لکھ آئے ہیں اور یہ بھی کہ قرآن شریف نہ صرف جن والنس بلکہ ہر مخلوق کی غذا ہے۔ وَاغْتِذَائُهُمْ بِقَدْرِ اِسْتِعْدَادِهِمْ۔ ہر ایک وجود اس سے حسب استعداد خود فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات اس سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ضرور اہل علم قرآن سے حسب استعداد وقابلیت فیض پاتے ہیں اور مسلمانوں کا ضرور فرض ہے کہ قرآن کی تعلیم کو عام کریں۔ اہل علم کا فرض ہے کہ کلام اللہ میں تدبر وتفکر وتعقل کریں کیونکہ دعوت الہٰی بصیرت کے ساتھ ہے۔ اندھی تقلید کی اسلام تعلیم نہیں دیتا۔ نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم نہ دی جائے۔ ضرور دی جائے اس کے حکم اور اسرار بیان کئے جائیں۔ اس کے بیان کردہ اخلاق بیان کئے جائیں۔ اس کے معارف وحقائق بیان کئے جائیں۔ لیکن یہ تعلیم قرآن توہین وتحقیر پیغمبر وانکار اتباع قول پیغمبر کو مقتضی نہیں اصولاً صرف دو باتوں میں ہمیں اختلاف ہے۔ **اول** ہم اس دعوے کو نہیں تسلیم کرتے کہ ہر ذی عقل ماہر ذی علم جملہ حقائق قرآنی پر حاوی ہو سکتا ہے۔ بلکہ بقدر قوت عقل وفہم وعلم ومعرفت اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ **دوم** یہ کہ انسانی عقول وافہام میں من حیث الظاہر ضرور اختلاف ہے۔ اور وہ ہی سمجھیگا جو اس کی سمجھ میں آئیگا۔ پس فرض کیجئے کہ زید نے ایک آیت کے کچھ معنی سمجھے۔ اور عمر نے کچھ اور۔ بکر نے کچھ۔ تینوں انسان ہیں۔ تینوں مسلمان ہیں تینوں ذی عقل ہیں تینوں سلیم القلب ہیں اور ظاہر ہے مفہوم کلام اللہ اور مقصود الہٰ ایک ہی ہوگا۔ تینوں متضاد مفہوم مقصود الہٰی نہیں ہو سکتے ایسی صورت میں ہمارے پاس کیا معیار ومیزان ہے۔ جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ فلاں مفہوم درست اور واقعی مقصود الہٰی ہے؟ "الْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ" اگر اپنی طرف سے اسکا

کوئی حکم قرار دیا جائے گا تو بھی یہی احتمال خطار باقی رہیگا اور اختلاف بجال خود۔ پس اُسی کا قول میزان و معیار اور حکم ہوگا۔ جس کو قرآن کے معانی خدا نے پڑھائے ہیں اور اس کو اپنی حجت و برہان بنا کر بھیجا ہے۔ اسی کا قول حجت و سند ہے۔ پس جہاں کسی آیت کے معنی معنی میں اختلاف پیدا ہو اہل دیانت کا فرض ہے کہ اس کی بابت معصوم معلمین قرآن کا قول تلاش کریں تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو اور شک وتردد رفع ہو۔ اگر ہم ٹھیک سمجھے ہیں تو قول مبین و مفسر و معلم قرآن و منبع کتاب سے ہماری تصدیق ہو جائے گی اور اگر غلط سمجھے ہیں تو تصحیح و تحقیق۔ اور یہ وہ بات ہے جو ضرورت نبوت کے بیان میں حکمار و متکلمین اسلام نے ثابت کی ہے۔

فَقَالَ رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ اَلْبِعْثَۃُ حَسَنَۃٌ لِاشْتِمَالِھَا عَلٰی فَوَائِدَ کَمُعَاضَدَۃِ الْعَقْلِ فِیْمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ وَاسْتِفَادَۃِ الْحُکْمِ فِیْمَا لَا یَدُلُّ عَلَیْہِ۔ وَاِزَالَۃِ الْخَوْفِ وَاسْتِفَادَۃِ الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ وَالْمَنَافِعِ وَالْمَضَارِّ وَحِفْظِ النَّوْعِ الْاِنْسَانِیِّ وَتَکْمِیْلِ اَشْخَاصِھِمْ بِحَسَبِ اسْتِعْدَادَاتِھِمُ الْمُخْتَلِفَۃِ وَتَعْلِیْمِ الصَّنَائِعِ الْخَفِیَّۃِ وَالْاَخْلَاقِ وَالسِّیَاسَاتِ وَالْاِخْبَارِ بِالْعِقَابِ وَالثَّوَابِ الخ۔ یعنی بعثت انبیار ایک امر حسن ہے کیونکہ اس میں بہت سے مصالح ہیں۔ مثلاً عقل کی نقل سے تائید جہاں کہ عقل رہنمائی کرتی ہو جیسے کہ اللہ ایک ہے۔ عقل اس پر حکم کرتی ہے اور "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" سے اس کی تائید ہو جاتی ہے اور اطمینان حاصل۔

اور جہاں عقل راہ نمائی نہیں کر سکتی وہاں نقل یعنی قول پیغمبر سے استفادہ حکم ہوتا ہے جیسا کہ جملہ شرائع و احکام میں اور اقوال الٰہی میں تصرف سے جو خوف لاحق ہو وہ تصریح پیغمبری سے رفع ہو جاتا ہے۔ اشیار عالم اور نیز اپنے افعال کا حسن و قبح معلوم ہوتا ہے کہ کون سی شئے حسن ہے اور کون سی قبیح کون فعل حسن ہے کون قبیح۔ اور اسی سے اشیاء مفیدہ و مضرہ کی تفصیلی تمیز حاصل ہو جاتی ہے اور بہت سی ضروریات معیشت و حرفت و صنائع حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی سے اخلاق الٰہی اور سیاسات دینیہ کا علم حاصل ہوتا ہے اور اسی سے ثواب و عقاب کا پتہ چلتا ہے۔ اور معاد کا یقین و اعتقاد حاصل ہوتا ہے۔ پس قرآن فہمی میں حجت خدا کے قول کو میزان و معیار بنانے سے جہاں ہم سمجھ جائیں گے اور آیت صاف و محکم ہو گی ہماری تائید ہو جائیگی اور جہاں ہم قاصر ہونگے یا غلطی اور خطا کرینگے وہاں جہل غلطی و خطا کی تصحیح ہو جائیگی۔ پس پیغمبر ہماری عقول کا رہنما ہے۔ اس کو پیش نظر رکھکر قرآن کا مطالعہ کرو۔ اس نور کو نور نبیؐ و وصی نبیؐ کی روشنی میں مشاہدہ کرو۔ بیشک قرآن پاک نور ہے اور حجت خدا نور ہے مگر بعض نور۔ نور کے محتاج ہوتے ہیں ہماری آنکھوں میں نور ہے مگر

اندھیرے میں وہ بیکار ہیں۔ آفتاب کے نور یا شمع کے نور میں کام دیتی ہیں۔ آئینہ روشن ہے مگر روشنی میں۔ پس نور قرآنی کو جب اپنی عقل کی روشنی میں دیکھو گے۔ اکثر ظلمات میں گرفتار پائے جاؤ گے۔ اور جب نور نبوت اور نور امامت کی روشنی میں دیکھو گے اور مشاہدہ و مطالعہ کرو گے تو اس کی نورانیت نورٌ علیٰ نور نظر آئیگی۔ سراج منیر اور امام مبین کی ضیا اس کو چمکا دیگی۔ اور حس و وہم کی ظلمتوں سے نکال کر عالم نور میں لے جائے گی۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (احمدؐ) اور کتاب مبین (قرآن مجید) آئی ہے۔ اس نور کے ذریعہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی پر چلتے ہیں اور راضی برضائے الٰہی ہیں۔ سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور وہ ان کو باذن اللہ ظلمات سے نور کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم دکھا دیتا ہے جو اس نور کو ترک کرے گا۔ وہ ہمیشہ ظلمات جہل و ظلمات وھمیات میں مبتلا رہے گا۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ "۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔
۔ فیا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الآیۃ "۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ الآیۃ۔

یہ حیلہ کہ "اِنَّ الْقُرْاٰنَ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" محض فریب ہے اور "حسبنا کتاب اللہ" کی طرح كَلِمَةُ حَقٍّ یُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ "کا مصداق۔ بے شک قرآن کافی ہے۔ مگر اسی کے لئے جو اس کا عالم اور اسی پر عامل ہو۔ ایک جاہل محض کے گھر میں قرآن پاک گرد و غبار سے اٹا ہوا۔ طاق میں رکھا ہوا۔ کیا فائدہ دے سکتا ہے اور کیا کفایت کر سکتا ہے۔ اسی طرح بلا شک وشبہ قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی مفسر ہیں۔ لیکن اس شخص کے لئے جو ان سب کو سمجھتا ہو۔ جو شخص پہلی ہی آیت کو غلط سمجھا ہو اور بوجہ جہالت یا تقلید آبائی۔ یا نقص فہم وہ معنی اس کے ذہن میں ہوں جو خلاف منشاء الٰہی ہیں تو دوسری آیت جو دراصل اس کی مفسر ہے کیونکر اس کی تفسیر کریگی؟ اور اگر ایسا کیا جائیگا تو وہ ہی کھینچ تان کر اپنے مدعا کے موافق کیا جائے گا اور کہدیا جائے گا "یہ ہمارے عقیدہ کی مؤید اور اس آیت کی مفسر ہے" مگر یہ قرآن کی قرآن سے تفسیر نہ ہوگی۔ بلکہ یہ وہ ہی تفسیر بالرائے ہوگی

جس سے آدمی کو دوزخ کی سند مل جاتی ہے اور بلا روک ٹوک کے اسفل السافلین میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ آیت کی آیت سے تفسیر نہیں۔ خیال کی خیال سے اور رائے کی رائے سے تفسیر ہے۔

ایک شخص ایک آیت کے ایک معنی لیتا ہے اور اس سے ایک عقیدہ قائم کرتا ہے۔ اس کی تفسیر و تائید میں دوسرے مقام سے ایک آیت پیش کرتا ہے۔ دوسرا شخص اسی آیت سے کچھ اور معنی سمجھتا ہے اور اپنی تائید میں ایک اور آیت پیش کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے یہ آیت اس کی تفسیر کر رہی ہے۔ دونوں شخصوں کے مفہوم جدا جدا ہیں۔ دونوں آیات تفسیری پیش کر رہی ہیں۔ کیا ان بعض آیات کے بعض کی تفسیر کرنے نے کچھ فائدہ دیا؟ کیا اس سے اختلاف رفع ہوا؟ چنانچہ یہ مشاہدہ ہے اور رات دن ایسا ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ صحیح ہے کہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں۔ مگر انہیں کے واسطے جو قرآن کے حقیقی عالم ہیں۔ جو اس پر احاطۂ علمی رکھتے ہیں۔ جو عالم الغیب متکلم سے پڑھ کر آئے ہیں۔ جن کی روحانیت ملائکہ سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جن کو اجمال میں کل تفصیل نظر آتی ہے "کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ" کی تفصیل انہی نفوس کے واسطے ہے۔ جو قرآن کو اپنے علم لدنی اور وحی و الہام کی روشنی کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ نہ کہ الفاظ کے قالب اور لباس میں اور ان کے افعال و اقوال کے اتباع بغیر نجات محال ہے۔ بغیر ان کے نور کی ضیا پاش شعاعوں کی اعانت کے نور قرآنی کا مشاہدہ ناممکن ہے۔

انکار اتباعِ حدیث پیغمبری اور شبہاتِ ثلاثہ

جو حضرات محض اتباع قرآنی کے قائل ہیں اور اتباع حدیث نبوی سے انکار کرتے ہیں۔ اصولاً ان کے انکار کی تین وجہیں ہیں۔

اول یہ کہ احادیث میں اختلاف ہے۔ سنیوں میں کچھ ہیں۔ شیعوں میں کچھ ہیں۔ ایک کتاب میں اور ہیں اور دوسری میں اور۔

دوم ۔ یہ کہ بعض احادیث میں تناقض ہے۔ ایک حدیث دوسرے کی منافی ہے۔

سوم ۔ یہ کہ روایت حدیث و سلسلۂ اسنادِ حدیث۔ ناقص موضوع۔ مجہول۔ اور ضعیف ہے۔ اور ضعیف مجہول و موضوع حدیثیں بے شمار ہیں۔ اور انہی حدیثوں کی وجہ سے فرق اہل اسلام میں اختلاف ہے۔ اگر یہ احادیث ترک کر دی جائیں اور صرف کتاب اللہ کو دستور العمل بنایا جائے۔ تو یہ اختلاف رفع ہو جائے۔ اور اسی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ "اہل القرآن" میں اختلاف محال ہے۔ جس کی حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں۔

اگر ناظرین وسعت نظر سے کام لیں اور تاریخ عالم پر نظر ڈالیں۔ تو انہیں صاف واضح ہو جائیگا۔ اور آئینہ کی طرح صاف نظر آئیگا کہ دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک وہ جو قانون آسمانی کے تسلیم کرنے والے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ جو ان کے ضد مقابل ہیں یعنی اتباع شریعت و قانون الٰہی سے انکار کرنے والے۔ اور ان تمام منکرین کے انکار کی یہی وجوہات اور یہی شبہات ہوتے ہیں۔ جن کا برابر وہ اظہار کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ منکرین قرآن بھی ہمیشہ یہی شبہات پیش کرتے تھے اور اب بھی برابر کرتے رہتے ہیں۔ اور معاذ اللہ اسی وجہ سے منکرین ومخالفین قرآن کو کلام خدا نہیں مانتے ہیں۔ صاف کہتے ہیں کہ قرآن میں اختلاف ہے۔ تناقض ہے اور اس کی روایت وسند ضعیف اور مختلف فیہ ہے۔ اور وہ اپنے زعم باطل کے ثبوت میں آیات پیش کرتے ہیں۔ اور روایت قرآن کی روایات لکھتے ہیں۔ اس وقت میں سب سے زیادہ اور بڑے دشمن اسلام حضرات سماجی ہیں۔ ان کی تحریرات انہی شبہات سے پُر ہیں۔ "تفسیر القان" میں بھی ایک باب میں اس تعارض کا ذکر کیا گیا ہے۔

پس اگر یہ شبہات کوئی اصل رکھتے ہیں۔ اور صحیح ہیں۔ اور ان کی بنا پر احادیث نبوی لازماً متروک العمل قرار پاتی ہیں۔ جیسا کہ مدعیان اتباع قرآن کا دعویٰ اور عقیدہ ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ منکرین اسلام کے یہی شبہات صحیح نہ مانے جائیں اور وہ اس انکار قرآن ورسولؐ میں حق بجانب نہ سمجھے جائیں۔ جب کہ وہ ان شبہوں کا ثبوت بھی پیش کرتے ہیں۔

تناقض آیات

وہ کہتے ہیں کہ آیات قرآنی میں صریح تناقض موجود ہے۔ مثلاً ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ وَقَالُوْاءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ـ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ سجدہ پ ۲۱ ع ۱)

اور ان منکرین معاد نے کہا کہ کیا ہم زمین میں ناپید ہو جائیں گے۔ تو پھر نئے سرے سے جنم لیں گے؟ یعنی قیامت کے منکر ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہ صرف قیامت سے بلکہ اپنے پروردگار کے پاس حضوری سے انکار کرتے ہیں۔ کہدو۔ کہ تمہاری روحوں کو وہ ملک الموت قبض کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے موکل کیا گیا ہے اور اس موت کے بعد تم پھر اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

لآیات لقوم یتفکرون (زمر پ ۲۴ ع ۵) اللہ تعالیٰ نفوس انسانی کو قبض کرتا ہے ان کے مرنے کے وقت اور جو نہیں مرتے ہیں ان کو سونے کے وقت پس ان میں سے جن پر موت کا حکم ہو جاتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی کو اجل معین تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک سوچنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

تیسری جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سورہ نساء پ ۵ ع ۱۴) بے شک جن کی روحوں کو فرشتوں نے اس وقت قبض کیا جب کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی گنہگار تھے) تو فرشتوں نے ان سے کہا کہ تم کس حالت میں رہے (کہ ہدایت نہ پا سکے) وہ کہنے لگے کہ ہم تو زمین ضعیف اور مظلوم تھے۔ تو انہوں نے کہا۔ کیا زمین خدا وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی بازگشت جہنم کی طرف ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

پہلی آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ارواح و نفوس کو قبض کرنے والا اور جان لینے والا ایک خاص فرشتہ ہے۔ جس کو ملک الموت کہتے ہیں اور اس کا نام "عزرائیل" ہے وہ ہی "قابض الارواح" ہے

دوسری آیت میں یہ تعلیم ہے کہ اللہ خود "قابض الارواح" ہے وہ ہی روحوں کو قبض کرتا ہے۔ موت کے وقت بھی اور سونے کی حالت میں بھی۔

تیسری آیت یہ تعلیم دیتی ہے کہ "قابض الارواح" بہت سے فرشتے ہیں۔ اور ان تینوں میں بظاہر صریح تناقض ہے۔

ایضاً فرماتا ہے۔ "الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ" الر۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تمام آیتیں خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے محکم اور پھر مفصل ہیں۔

دوسری جگہ فرماتا ہے اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (زمر پ ۲۳ ع ۲۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے بہترین کلام کو کتاب متشابہ مثانی کی صورت میں نازل فرمایا ہے جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور پھر ان کے دل ذکر خدا کی طرف نرم ہو جاتے ہیں (وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ یہ ہے تذکر و تذکیر۔ اور یہ ہے تیسر قرآن۔ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ؟)

تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ

مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران ۱۶) وہ ہی خدا ہے جس نے تجھ پر اس کتاب کو نازل فرمایا ہے کہ اس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے اور سینے نفاق سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ انہی آیات کی پیروی کرتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ وہ فساد برپا کریں۔ اختلاف ڈلوائیں اور ان کی من مانی تاویلیں گھڑلیں۔ حالانکہ ان کا اصلی مطلب سوائے خدا کے اور ان "راسخین فے العلم" کے سوا جو کہتے ہیں کہ ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں سب محکم اور متشابہ ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور کوئی نہیں جانتا۔

پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب اللہ کی تمام آیتیں محکم اور مفصل ہیں۔

دوسری آیت بتلاتی ہے کہ کل کتاب متشابہ ہے۔

تیسری آیت کا مطلب ہے کہ بعض آیتیں محکم ہیں اور وہ ہی "ام الکتاب" اور مرجع الکتاب ہیں۔ اور بعض متشابہ ہیں اور متشابہات کی تاویل سوائے خدا اور "راسخین فے العلم" کے اور کوئی نہیں جانتا اور منافق ایسی آیتوں سے من مانی تاویلیں کر کے اپنا "الو" سیدھا کرتے ہیں اور دین میں نئے رخنے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور ان تینوں میں کھلم کھلا تناقض معلوم ہوتا ہے۔

ایضاً وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ۱۴) اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے اپنی مرضی کے موافق دو دو۔ تین تین۔ چار چار بیویاں کرلو۔ اور اگر یہ خطرہ ہو کہ ان کئی بیویوں میں عدل و انصاف سے برتاؤ نہ کر سکو گے تو بس ایک ہی پر اکتفا کرو اور یہ بات بے انصافی نہ کرنے کے لئے قرین قیاس ہے (نہ زیادہ ہونگی اور نہ عدل و انصاف کا فرض عائد ہوگا)

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء ۱۸۰) اور تم ہرگز یہ استطاعت و طاقت نہیں رکھتے ہو کہ عورتوں میں عدل کر سکو۔ تو پھر تم ایک ہی کی طرف بالکل مائل نہ ہو جایا کرو تاکہ دوسری کو ادھیڑ بن لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کی۔ اور اگر صلح کرلو اور خدا سے ڈرو تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ تمہیں معاف کر دیگا اور تم پر رحم فرمائیگا۔

پہلی آیت میں بیویوں میں عدل کا حکم دیا ہے۔ اور حکم دلیل ہے اس بات کی کہ یہ ممکن ہے ورنہ

فرض نہ ہوتا۔

دوسری آیت دلالت کرتی ہے کہ بیویوں میں عدل کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ وہ اس کی استطاعت ہی نہیں رکھتا۔ پس بیویوں میں عدل کرنا محال ہے۔ اور یہ دونوں باتیں بالصراحتہ متناقص ہیں۔

اور اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بن جائے گا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ منکرین اسلام رسولؐ اور وصی رسولؐ کے پاس آکر ایسے ہی تناقص آیات سے پیش کرتے تھے۔ اور یہی وجہ انکار کی بتلاتے تھے۔ تو کیا اس بنار پر کتاب اللہ قابل عمل نہیں؟ پھر "حسبنا کتاب اللہ" کا دعوےٰ کیسا؟ حدیث نبوی کے ساتھ اس کی اس کتاب کو بھی رخصت کیجئے اور آزاد ہو جائیے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ دراصل ان آیات میں تناقص نہیں ہے۔ اپنے اپنے اعتبارات مختلفہ سے سب درست ہیں۔ اور ایک دوسرے کے موافق ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔ تو پھر یہی بات ہم حدیث کی بابت بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہرگز دو صحیح حدیثوں میں جو زبان پیغمبری سے نکلی ہوں۔ کوئی تناقص نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ معترض کی غلط فہمی ہے۔ اور جس طرح ایسے ادعائے تناقص و تنافی سے کتاب اللہ متروک العمل نہیں ہو سکتی۔

اختلاف الفاظ کتاب اللہ

یہاں اگر لفظ اختلاف کی تشریح کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ کیونکہ اختلافِ قرأت۔ اختلافِ الفاظ۔ بزیادِ الفاظ اختلاف الفاظ۔ بنقصان الفاظ۔ اختلاف الفاظ تبدیل الفاظ۔ اختلاف ترکیب سورہ اختلاف ترتیب آیات۔ اختلاف جمع و تالیف۔ وغیر ذالک۔ مکمل مفصل ابواب ہیں۔ اور انشاء اللہ آگے چلکر لکھیں گے یہاں صرف شق اول بطور مشتی نمونہ از خروار پیش کرتے ہیں۔

جامع الاصول۔ ابن اثیر۔ اور کتاب فتح الباری شرح بخاری کے بیان اور تصدیق کے موافق اس قسم کے اختلاف غیر محدود ہیں۔

اول بسم اللہ سے لیکر آخر والناس تک شاید ہی کوئی آیت ایسی ہوگی جو حسب روایات محدثین و علمائے اسلام و صحابۂ کرام اختلاف سے پاک و صاف ہو۔ بلکہ یوں کہئے کہ بسم اللہ ہی غلط ہے۔ کیونکہ اول خود بسم اللہ ہی میں اختلاف عظیم ہے کہ یہ قرآن کی آیت اور سورت کا جزو ہے یا نہیں؟ اب الحمد شروع ہوتی ہے جملہ "مالک یوم الدین" میں مالک ملک۔ مٰلک اور ملاک قرأت مختلفہ ہیں۔

"وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفَاسِقِیْنَ" میں فَاسِقِیْنَ کے بجائے بعض قاریوں نے فَاسِقُوْنَ پڑھا ہے۔ "تُرْجَعُوْنَ" کو "تَرْجِعُوْنَ" پڑھا ہے۔

"اَوفُوا بِعَهدِي اُوفِ بِعَهدِكُم" میں "اُوفِ" کے بجائے "اُوَفِّ" بالتشدید پڑھا ہے۔

"وَلَا تُقبَلُ مِنهَا شَفَاعَةٌ وَلَا یُؤخَذُ مِنهَا عَدلٌ" میں "لا تقبل" کو ابن کثیر اور ابو عمر نے "لَا تُقبَلُ" پڑھا ہے۔

"وَاِن یَّاتُوکُم اُسَارٰی تُفَادُوهُم" میں "اسارٰی" کے بجائے "حمزہ" نے "اَسرٰی" پڑھا ہے۔ ابن کثیر، ابو عمر اور حمزہ نے "تفادو" کو "تفدوا" پڑھا ہے۔

"وَیَومَ القِیَامَةِ یُرَدُّونَ اِلٰی اَشَدِّ العَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ" میں "عاصم" نے "یردون" کی بجائے "تردون" اور ابن کثیر او عاصم نے "تعملون" کے بجائے "یعملون" قرأت کیا ہے۔

سورہ آل عمران میں "الٓمّٓ اللّٰہ" سے اختلاف شروع ہوجاتا ہے "یَقتُلُونَ الَّذِینَ" کو "یُقَاتِلُونَ الَّذِینَ" اور "اِلَّا اَن تَتَّقُوا مِنهُم تُقَاةً" کو بعضوں نے "تَقِیَّةً" پڑھا ہے۔

"وَمَا عَمِلَت مِن سُوءٍ تَوَدُّ لَو اَنَّ" الخ میں "تود" کے بجائے "وَدَّت" قرأت کیا ہے۔

"وَاللّٰهُ اَعلَمُ بِمَا وَضَعَت" کے بجائے "وضعتِ" بصیغہ واحد مؤنث حاضر پڑھا گیا ہے۔

"وَبِمَا کُنتُم تُعَلِّمُونَ الکِتَابَ وَبِمَا کُنتُم تَدرُسُونَ" میں "تعلمون" کو "تَعلَمُونَ" اور "تَدرُسُونَ" کو ابن کثیر، نافع، ابو عمر اور یعقوب نے "تُدَرِّسُونَ" و "تَدَّرِسُونَ" پڑھا ہے۔

"وَاِذ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ النَّبِیِّینَ لَمَا اٰتَیتُکُم" الآیہ میں "لِمَا"، "لَمَّا" اور مرکب از "لِمَن مَا" وغیرہ مختلف قراءات ہیں۔

"اَفَغَیرَ دِینِ اللّٰهِ یَبغُونَ" میں "ابن عمر" اور "عاصم" کے سوا باقی قراء نے "تَبغُونَ" پڑھا ہے۔

"وَاِن یُّقَاتِلُوکُم یُوَلُّوکُمُ الاَدبَارَ ثُمَّ لَا یُنصَرُونَ" میں بعض نے "لَا یُنصَرُوا" پڑھا ہے۔

"وما یفعلوا من خیر فلن تکفروہ" میں "حفص"۔ "حمزہ" اور "کسائی" نے "فلن یکفروہ" پڑھا ہے۔ وقس علیٰ ذالک۔

بخاری "باب مناقب عمار و حذیفہ" میں — "واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی" کو "واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی" روایت کیا ہے۔ (دیکھئے!)

ابن اثیر نے جامع الاصول میں "لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَبتَغُوا فَضلًا مِن رَّبِّکُم"

آن تبتغوا فضلا من ربکم فی مراسم الحج"، اور ان تبتغوا فی مراسم الحج فضلا من ربکم" روایت کیا ہے۔

مَا اُوْتِیْتُم مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" کو "وَمَا اُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" روایت کیا ہے۔

سورہ کہف کی آیت "وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا" کو بروایت بخاری "وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ كَانَ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا" اور "اَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ الآية" کو "سعد بن جبیر" نے "اَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ" پڑھا ہے۔ نیز حسب روایت بخاری "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطًا مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" اور "وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" پڑھا ہے وعلی ھذا القیاس۔

سورہ فرقان پ ۱۹ ستتر (۷۷) آیتوں کا سورہ ہے۔ اور اختلافات قرأت سورہ مبارکہ میں اکیتیس (۳۱) تک تو تحریر میں آچکی ہیں۔ اور علماء کے نزدیک اور بھی ممکن ہیں جو ترک کر دیئے گئے ہیں مثلاً "تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا" (پہلی آیت) میں نَزَّلَ کے بجائے "اَنْزَلَ" اور عَبْدِهٖ کے بجائے "عبادہ" اور "لِيَكُوْنَ" کے بجائے "لتکون" بصیغہ مخاطب قرأت کیا گیا ہے وقس علی ذالک۔

اِكْتَتَبَهَا کے بجائے اُكْتُتِبَهَا: "او تکون لہ فیہ" میں "او یکون۔" "یاکل" کے بجائے "ناکل (بالنون)" "یوم یحشرھم" میں "تحشرھم (بالتاء)"

مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" میں "ما یعبدون من دوننا" "بِمَا تَقُوْلُوْنَ" کے بجائے "بمَا يَقُوْلُوْنَ"

"يَسْتَطِيْعُوْنَ" کے بجائے "تَسْتَطِيْعُوْنَ"۔ "نُذِقْهُ" کے بجائے "يُذِقْهُ"۔ "نثبت" کے بجائے "یثبت"، "فدمرنھم" کے بجائے "فَدَمِّرَانِّهِمْ" (بصیغہ تثنیہ)

عَنْ اٰلِهَتِنَا کے بجائے "عَنْ عِبَادَةِ اٰلِهَتِنَا" "يَعْقِلُوْنَ" کے بجائے "يُبْصِرُوْنَ"۔

"هُوَ الَّذِيْنَ اَرْسَلَ" کے بجائے "هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ"

"سِرَاجًا" کے بجائے "سُرُجًا" (بصیغہ جمع) ہے

یجزون الغرفۃ" کے بجائے "يُجْزَوْنَ الْجَنَّةَ"۔ "فسوف یکون لزاما" میں "فسوف تَكُوْنُ لِزَامًا"۔ "یمشی" کے بجائے "يُمْشِيْ"۔

فَمَا يستطيعون صرفا" میں "صرفا لکم"، "وَمَنْ يظلم منکم" میں "مَنْ يُكَذِّبْ منکم"

"ومن یکذب منکم" عتوا کبیرا" کے بجائے عتیا کبیرا" "یوم یرون الملائکۃ" کو یوم ترون الملائکۃ" "علی القریۃ" کو "علی القریات" اور "علی القُرَیۃ" (بالتصغیر) پڑھا گیا ہے۔

"ھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ" کے بجائے "خلفہ" "لایقبلون" کے بجائے "لایُقبَلُون" اور "قرۃ اعین" کے بجائے "قرۃ عین" مروی ہے۔

"واجعلنا للمتقین اماما" کو "واجعل لنا من المتقین اماما" اور "یلق اثاما" کو یلقی "یلق" "اثاما" اور آثاما" (بصیغہ جمع) پڑھا ہے اور اسی طرح "یجزون" کو "یجازون" "الغرفۃ" کو "الغرفات" اور "جنۃ" کو "جنات" پڑھا گیا ہے۔

یعنی اگر ان تمام روایات علمائے اہلسنت کو صحیح مانا جائے تو "سورۂ مبارکہ موجودہ بین الدفتین میں اس وقت اکیس و تمیس (۱۳) غلطیاں ہیں جن میں سے بعض ایسی ہیں جن سے معانی میں چنداں اختلاف نہیں پڑتا۔ اور بعض ایسی ہیں جن سے معانی میں زمین و آسمان کا فرق پڑتا ہے۔ اور بہت سے الفاظ کم و بیش ہیں۔

شیخ ابوالقاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز اللخمی نے "جامع اکبر" و "بحر ازخر" میں۔ از کلمات صحابہ و تابعین و تبع تابعین۔ اس قسم کے سات سو (۷۰۰) اختلافات جمع کیے ہیں۔ جن کا کچھ انتخاب صاحب "فتح الباری" نے نقل فرمایا ہے۔ بعض اصارات کے مطابق کل آیات قرآن بین الدفتین زیادہ سے زیادہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) ہیں۔ اور کم سے کم چھ ہزار دو سو بارہ (۶۲۱۲)۔ اور ان میں سات ہزار (۷۰۰۰) اختلاف قرأت حالانکہ بہت سے جزوی اختلاف ترک کر دیئے گئے ہیں (ان نہ ہم) اور "نزل القرآن علی سبعۃ احرف" کے اختلاف کی تفصیل ابھی آئندہ آنیوالی ہے۔ کیا اس شدید اختلاف کی بنا پر قرآن کے متعلق حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ صحیح اور احادیث جن کے اختلاف کی یہ شان نہیں ہے متروک العمل سمجھی جائیں یا اس اختلاف کی بنا پر قرآن متروک العمل قرار پا سکتا ہے؟

اگر اس اختلاف کا رفع ممکن ہے اور باوجود اس اختلاف کے بھی قرآن واجب العمل ہے اور ضرور ہے تو اختلاف احادیث بھی رفع ہو سکتا ہے۔ اور احادیث واجب العمل ہو سکتی ہیں۔ اور ہیں۔ اور علماء سلف و خلف اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔

اختلاف روایات جمع القرآن

الصحیح البخاری۔ قتادہ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے "انس بن مالک" سے دریافت

ملہ فتح الباری الجزء التاسع صہ ۲۸ تا ۳۱۔

گیا کہ عہد نبیؐ میں کس کس نے قرآن جمع کیا تھا۔ اُنؓ نے فرمایا۔ صرف چار شخصوں نے اور چاروں انصار میں سے ہیں۔ اُبی ابن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت اور ابوزید۔

ثمامہ روایت کرتا ہے کہ انس نے فرمایا کہ نبیؐ نے انتقال فرمایا۔ درانحالیکہ چار شخصوں کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا۔ ابوالدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت اور ابوزید (اس روایت میں اُبی ابن کعب نہیں ہے) اور کہا کہ ہم اس کے وارث ہوئے۔ یعنی ان سے ہمیں پہنچا۔

ایک روایت میں یہ ہے۔ پانچ نے قرآن جمع کیا تھا۔ معاذ بن جبل۔ عبادہ بن الصامت۔ اُبی ابن کعب۔ ابوایوب الانصاری۔ ابوالدرداء۔ البیہقی نے چھ لکھے ہیں۔ اُبی بن کعب۔ زید بن ثابت معاذ بن جبل۔ ابوالدرداء۔ سعد بن عبید۔ ابوزید۔ بعض نے سولہ (۱۶) مہاجرین اور پانچ انصار بتلائے ہیں۔ (الاتقان)

سعد بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا۔ عَلِیٌّ اَقْضَانَا وَاُبَیٌّ اَقْرَاُنَا یعنی علی ہم سب سے بڑھکر قاضی تھے اور اُبی ابن کعب ہم سب سے بڑھکر قاری۔ اور ہم اُبی کی غلط قرأت کو ترک کر دیتے تھے اور "اُبی" کہتا ہے کہ میں نے اس قرأت کو رسول اللہ کے دہن مبارک سے لیا ہے۔ اور ان سے سُنا ہے۔ پس میں کسی طرح بھی انکو ترک نہ کرونگا۔

"قَالَ اللّٰہُ مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا"

اور "باب القرآن" میں عبید اللہ بن عمرو کی یہ روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قرآن چار شخصوں سے لو۔ عبداللہ بن مسعود۔ سالم۔ معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گویا یہ چار شخص آنحضرت کے وقت میں قاری قرآن اور حافظِ قرآن تھے)

زید بن ثابت کہتے ہیں کہ قتل اہل یمامہ کے موقع پر ابوبکر نے مجھے بلایا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو عمر بن الخطاب کو ان کے پاس موجود پایا اور حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا کہ عمر میرے پاس آیا۔ اور مجھے یہ کہا کہ "یمامہ" کی جنگ میں شدید نقصان واقع ہوا ہے۔ بہت سے قاری قرآن مارے گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر مواقع جنگ و مواطن قتال میں یہی حالت رہی اور قاری قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا (جب خدا محافظ ہے تو کیوں جائے گا) اور میری یہ رائے ہے کہ قرآن کے جمع کرنیکا حکم جاری کرو۔ میں نے عمر سے کہا کہ ہم وہ بات کیسے کریں جو رسول اللہ نے نہ کی۔ (یہ بدعت ہے) عمر نے کہا کہ خدا کی قسم یہ اچھا کام ہے (کارِ خیر اگر بدعت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں) پس عمر برابر مجھ سے اس باب میں گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ اور میری راہ نمائی کی

کہ میری بھی وہ ہی رائے ہوگئی جو عمر کی تھی۔ پس تو (زید بن ثابت) ایک جوان ذی عقل آدمی ہے۔ اور تجھ کو ہم کسی امر کی تہمت نہیں لگا سکتے۔ اور تو رسول اللہ کی وحی کی کتابت بھی کیا کرتا تھا۔ پس تو قرآن کو تلاش کر اور اس کو جمع کر۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑ اٹھانے کی تکلیف دیتے تو مجھے اس جمع قرآن کے بارے گراں نہ معلوم ہوتا۔ (بڑا بھاری بوجھ مجھ پر ڈال دیا)

میں نے کہا تم لوگ وہ کام کیسے کرتے ہو جس کو خود رسول اللہ نے نہیں کیا۔ کہا اس لئے کہ یہ اچھا کام ہے (بدعت حسنہ ہے) پس ابوبکر برابر مجھ سے اس باب میں ردوبدل کرتے رہے۔ تا اینکہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے ابوبکر اور عمر کا سینہ کھولا تھا۔ پس میں نے قرآن کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ میں اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھجور کے پٹھوں پر سے۔ ہڈیوں پر سے۔ پتھروں پر سے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا تھا۔ تا اینکہ میں نے سورہ توبہ کی آخری آیتیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ابو خزیمہ انصاری کے پاس پائیں اور کسی کے پاس نہ تھیں۔ یعنی لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ [1]۔

ان روایات کے نتائج

اوّل۔ جنگ یمامہ کے موقع پر جمع قرآن کا خیال جناب عمر بن الخطاب کے دل میں پیدا ہوا۔ جنگ یمامہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں واقع ہوئی ہے۔ جس میں مسلمہ کذاب (مدعی نبوۃ) مارا گیا ہے۔ اس کو مقتل اہل یمامہ اور مقتل بنی حنیفہ بھی کہتے ہیں۔

دوم۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسول اللہ میں قرآن جمع نہ ہوا تھا ورنہ ہر ایک صحابی اسپر معترض نہ ہوتا۔ اور اس کو بدعت خیال نہ کرتا۔ اور پھر بدعت حسنہ سے اس کی تاویل نہ کرنی پڑتی۔

سوم۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر نے جمع قرآن اور اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔ کہ اگر جمع نہ ہوا تو ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ مگر خود جناب رسالت مآب کو یہ خیال نہ آیا اور اس کو محسوس نہ کیا اور یوں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ اور نہ خداوند عالم نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ قرآن جمع کرا لو۔ ورنہ ضائع ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ پروردگار عالمین کو بھی یہ خیال نہ آیا ہو کہ لڑائیوں میں اس طرح قاری مارے جائیں گے اور رفتہ رفتہ قرآن بہت کچھ ضائع ہو جائے گا۔ حالانکہ اس کا ذمہ خود لے چکا ہے۔ اور اسی کلام پاک میں فرماتا ہے "إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ

---

[1] ۔ البخاری مطبوعہ احمدی پریس میرٹھ ۱۲۸۲ (ب) باب فضائل القرآن صفحہ ۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸ ابن سعد۔ احمد ترمذی۔ نسائی۔ ابن جریر۔ ابن ابی داؤد۔ ابن حبان۔ ابن المنذر۔ الطبرانی۔ البیہقی۔ (در منثور صفحہ ۲۹۷ جلد ۳) (الاتقان) (فتح الباری الجز التاسع صفحہ ۹)+

عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" بے شک ہمارے ہی ذمہ اس کا جمع کرنا ہے اور ہمارے ہی اوپر اس کی تلاوت پس جب ہم پڑھ دیں اور قرأت کردیں تو اسی طرح تو قرأت کر۔ پھر ہمارے ہی ذمہ اس کا بیان ہے۔ اور اس کے معانی کی تفسیر وتبیین ہے۔ اچھا وعدہ اور اچھی ذمہ واری ہے۔ نہ خود حکم دیا اور نہ آپ کے رسولؐ نے جمع کیا۔ اور خلافت الٰہیہ کی طرح اس کے جمع کا مسئلہ اعراب کی توجہ کا محتاج چھوڑ دیا گیا۔

چہارم۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب ثلاثہ۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور زید بن ثابت میں سے کوئی صاحب بھی عالم وحافظ قرآن نہ تھے۔ ورنہ زید کو یہ کام پہاڑ سے زیادہ گراں معلوم نہ ہوتا۔ اوّل تو خود حضرت ابوبکر یہ کہدیتے کہ کوئی فکر کی بات نہیں مجھے یاد ہے۔ میں اس کے نسخے لکھوائے دیتا ہوں اور اگر زید بن ثابت ہی کے سینے میں پہلے ہی سے موجود ومحفوظ ہوتا یا ان کے پاس مصحف کی صورت میں جمع ہوتا تو وہ یہ حکم خلیفۃ المسلمین سے سن کر اس قدر دست پاچہ اور پریشان نہ ہوتے اور اتنی ردوبدل نہ کرتے۔ فرماتے کہ میرے پاس عہد رسول اللہ کا جمع کردہ قرآن موجود ہے۔ یا میں حافظ قرآن ہوں۔ ابھی لکھوائے دیتا ہوں کوئی فکر کا مقام نہیں ہے۔ حالانکہ "قتادہ" اور "ثمامہ" کی روایات سے جو اوپر نقل ہوئیں یہ ثابت ہے کہ زید بن ثابت ان اصحاب اربعہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانۂ رسولؐ میں قرآن جمع کیا تھا۔ عجیب وغریب بات ہے۔ کہ جو شخص خود زمانہ رسول اللہ میں قرآن جمع کرچکا ہے وہ جمع قرآن میں اتنا پریشان ہے کہ ادہر اُدہر سے ڈہونڈتا پھرتا ہے۔ ہڈیوں پر سے۔ لکڑیوں پر سے پتھروں پر سے تلاش کرتا ہے۔ لوگوں سے پوچھتا ہے۔ پھر ایک آیت کا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ تو "ابی خزیمہ" انصاری کے پاس ملتی ہے۔ حالانکہ ابھی رسول اللہ کی آنکھیں بند ہوئے ایک سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گذرا ہے۔ اتنی جلد بھول جانے کا بھی احتمال محال ہے۔

اچھا اگر ان کو یاد نہیں رہا تھا تو اصحاب ثلاثہ۔ ابی بن کعب (یا عبد اللہ بن مسعود) معاذ بن جبل اور ابوزید موجود تھے۔ ان کے پاس قرآن جمع شدہ تھا۔ لیکر نقل کرلیتے بلکہ زید کہدیتے کہ فلاں فلاں صحابی کے پاس قرآن موجود ہے۔ اس سے استنساخ کرالیا جائے۔

پرلطف بات یہ ہے کہ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ جنگ یمامہ میں سات سو قاری قرآن مسلمان شہید ہوگئے اور ابھی بہت سے زندہ بھی تھے۔ جن کے قتل ہوجانے کا حضرت عمر کو خطرہ محسوس ہوا تھا۔ (حاشیہ بخاری۔ از لمعات) انتقال رسولؐ کے بعد قاری قرآن اور حفاظ اسلام میں موجود تھے۔ اور زید بن ثابت ہڈیوں اور لکڑیوں اور سنگریزوں پر کتاب کو ڈہونڈتے پھرتے تھے۔

تفسیر اتقان میں۔ بحوالہ مرقاۃ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسولؐ کے جامعین قرآن کو چار میں منحصر

سمجھنا غلط ہے۔ حالانکہ مسلم نے یہ روایت کی ہے کہ عہد رسول اللہ میں صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے قرآن جمع کیا تھا اور جنگ یمامہ میں ستر جامعین قرآن قتل ہوئے۔ اور یہ لڑائی آنحضرتؐ کی وفات سے بالکل قریب واقع ہوئی ہے۔ اور حدیث ثمامہ اور قتادہ میں جہاں چار جامعین قرآن میں حصر کیا گیا ہے۔ وہاں خلفاء راشدین اربعہ کا بھی ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات بہت بعید ہے کہ انہوں نے قرآن عہد رسول اللہ میں جمع نہ کیا ہو۔

علامہ جلال الدین السیوطی نے اس حدیث کی بہت سی توجیہات کی ہیں مگر کسی میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ چاروں جامعین قرآن نہ تھے (یعنی زید بن ثابت وغیرہ)۔

بنا بریں اس روایت جمع قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس صورت سے اس وقت قرآن جمع کرانے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی؟ رشد الراشدین کی کہانی دلچسپ ہے مگر مسکت نہیں بلکہ مقنع بھی نہیں۔

پنجم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زید بن ثابت یا حضرات شیخین کو وہ اصلی مسودہ قرآن پاک کا نہیں ملا جس کو خود جناب رسول اللہ وحی کے ساتھ ساتھ لکھواتے جاتے تھے اور کاتبانِ وحی لکھتے تھے۔ اور ان میں سے ایک زید بن ثابت بھی تھے۔

اگر قاریوں کے قتل ہو جانے سے جمع قرآن کی ضرورت لاحق ہوئی تھی تو وہ اصل مسودہ قرآن پاک لیتے اور اس سے مصاحف نقل کرا لیتے۔ ہڈیاں تلاش نہ کرتے پھرتے۔ مگر اس اصل مسودۂ قرآن کا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ آخر وہ کہاں گیا۔ حالانکہ اس کی اشد ضرورت تھی کیونکہ رسول اللہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب اگر قرآن کے نسخ و مصاحف کی تصحیح ہو سکتی ہے تو اس اصل مسودہ کی مطابقت سے ہو سکتی تھی ورنہ غیر معصوم انسان جو سہو و نسیاں کا پتلا ہے۔ اس کی بابت کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ جو قرآن اس نے جمع کیا۔ یہ بالکل درست ہے بالکل مطابق اصل ہے۔ کوئی کمی وبیشی نہیں ہے۔ احتمال مطابقت ہو سکتا ہے۔ یقین نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان صحابہ کے لئے وحی اور الہام کا دعویٰ نہ کیا جائے اور دراصل اسی کا نتیجہ وہ اختلاف قرأت و الفاظ و آیات و ترتیب آیات و ترتیب سورہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا اور کیا جائے گا (کہ اصل مسودہ نہیں ملا یا نہیں لیا گیا)۔

جمع و قرات قرآن کا خدا نے وعدہ کیا ہے "وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اصلی مسودہ کسی دست خدا ہی میں رہا ہو گا۔ اور اس کے حقیقی محافظ اور وارثوں کو پہنچ گیا ہو۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا اپنے ان بندوں

کو جن کو ہم نے چنا اور مصطفےٰ بنایا ہے۔ یہ مصطفیٰ اور مرتضیٰ اور مجتبیٰ ہی جیسے نفوس قدسیہ کے پاس ہوگا۔

احتمال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ شاید حضرت حفصہ اور عائشہ کو ملا ہو۔ پھر تو قرآن جمع شدہ گھر میں تھا۔ فوراً نکلوا کر نقل کرا لیتے اور زید بن ثابت کو یہ زحمت نہ دیتے۔ معلوم ہوتا ہے وہ اصل ان کے پاس بھی نہ تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بہت سی آیتیں یا سورتیں یاد ہوں لیکن کل کے یاد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

یہ احتمال بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے پاس تھا۔ مگر انھوں نے اپنے پدر بزرگوار کو نہ دیا۔ نہ حضرت عائشہ نے اور نہ حفصہ نے۔ امہات المومنین کی نسبت یہ خیال کیونکر کیا جا سکتا ہے اور بالفرض اگر ان کے پاس تھا اور انہوں نے چھپا لیا تو امت پر بڑا ظلم کیا۔ اور اگر انھوں نے وہ اصل مسودہ شیخین کے حوالے کر دیا مگر شیخین نے اس کو غائب کر دیا۔ یہ بھی بعید از قیاس ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو بڑا غضب ہے۔ گھر میں اصل مسودہ قرآن موجود۔ اور وہ زید کو قرآن کی ہڈیاں جمع کرانے کو مجبور کرتے ہیں۔ وہ جمع کر کے لاتی ہیں۔ یہ کچھ عجیب وغریب اسرار ہیں اگر یہ منکشف ہو جائیں تو بہت کچھ علم حاصل ہو۔

یہ بھی غور کرنے کی بات ہے۔ کہ خدا نے قرآن پاک کی نسبت تین باتوں کا ذمہ لیا ہے۔ قرأت قرآن جمع قرآن اور بیان قرآن۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ قرأت تو خود کر دے اور رسول اللہ کو پڑھا دے۔ اور جمع کے لئے اصحاب رسولؐ کو انتخاب کرے اور بیان کے نسبت آج کل کے "ابن القرآن" کو؟

دراصل یوں کہنا چاہئے کہ قرأت بھی خدا نے نہیں کی وہ کسی نہ کسی بندہ کے سپرد کر دی تھی اور وہ رسول اللہ کو پڑھا دیا کرتا تھا۔ کہنا چاہئے۔ اِکۡتَتَبَهَا فَهِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡهِ بُكۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا

ششم اس روایت جمع قرآن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زید کو جمع قرآن کے وقت کوئی ایسا شخص نہیں ملا۔ جس کو کل قرآن یاد ہوگا۔ چنانچہ مسودہ تو کجا۔ یہ آخری آیت کسی کو بھی یاد نہ تھی۔ ابوخزیمہ انصاری کو یاد تھی اور ممکن ہے کہ اس کو اور بہت سی یاد نہ ہوں۔

ہفتم۔ علیؑ یا کسی دوسرے فرد اہلبیت سے اس بارے میں کوئی مشورہ نہیں کیا گیا حالانکہ "اھل البیت ابصر بما فی البیت" اہلبیت ہی خانہ نبوت کے زیادہ واقف کار ہو سکتے ہیں۔

اہمیت جمع قرآن ضرور اس کو مقتضی ہے کہ کم سے کم "علیؑ" کو بلا کر ان سے اس باب میں مشورہ کیا جاتا یا کم سے کم یہ دریافت کیا جاتا کہ وہ اصل مسودہ قرآن کہاں ہے۔ جو رسول اللہ اپنے عہد مبارک میں لکھوایا کرتے تھے۔ بلکہ دلدادگان اسلام کو رسول اللہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی اس خدا کی امانت کو پہلے تلاش کرنا چاہئے تھا۔ اور قرآن کے اوراق فوراً محفوظ کر لینا چاہیئے تھے۔ مگر اس وقت اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی خصوصاً جبکہ بعض روایات تصریح کرتے ہیں کہ اول جامعین قرآن علی ابن ابیطالب

ہیں تو ان سے اس باب میں امداد قرین قیاس تھی۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد اول فضائل علیؑ میں لکھتے ہیں کہ اتفق الکل علی انہ کان یحفظ القرآن علی عہد رسول اللہ ولم یکن غیرہ یحفظ ثم ھو اول من جمعہ نقلوا کلھم انہ تاخر عن بیعۃ ابی بکر فاھل الحدیث لا یقولون ما تقولوا الشیعۃ من انہ تاخر مخالفۃ للبیعۃ بل یقولون انہ تشاغل بجمع القرآن فھذا اتدل علی انہ اول من جمع القرآن ولانہ لو کان مجموعا فی حیوۃ النبی لما احتاج الی ان یتشاغل بجمعہ بعد وفاتہ واذا رجعت الی کتب القراءت وجدت آئمۃ القراء کلھم یرجعون الیہ کابی عمر بن العلاء وعاصم بن ابی النجود وغیرھما لانھم یرجعون الی ابی عبدالرحمن السلمی ابو عبد الرحمن تلمیذہ" وعنہ اخذ القرآن فقد صار ھذا الفن من الفنون التی تنتھی الیہ ایضا مثل کثیر مما سبق انتھی موضع الحاجۃ یعنی فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ علیؑ عہد رسول اللہؐ میں قرآن حفظ کرتے تھے۔ اور اس وقت ان کے سوا اور کوئی حفظ نہیں کرتا تھا۔ پھر وہ ہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بعد رسول اللہ قرآن کو جمع کیا۔ کیونکہ سب اس کو نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیعت ابوبکر سے تخلف و تاخر کیا۔ اور علمائے حدیث اس کے قائل نہیں ہیں جو شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اس لئے تخلف کیا کہ وہ بیعت ابوبکر کے مخالف تھے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ جمع قرآن میں مشغول تھے اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ علیؑ سب سے پہلے قرآن جمع کرنے والے ہیں۔ ابھی ابوبکر خلیفۃ المسلمین منتخب بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ علیؑ جمع قرآن میں مشغول ہو گئے تھے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر قرآن "حیوۃ النبی" میں جمع شدہ ہوتا تو بعد وفات رسول علیؑ کو جمع کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور اگر کتب علم قراءت کی طرف رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ کل قاریوں کا مرجع و مآب آپ (علیؑ) ہی کی ذات ہے جیسے ابی عمر بن العلاء اور عاصم وغیرہ۔ یہ سب ابو عبد الرحمن کے شاگرد ہیں۔ اور ابو عبد الرحمن علیؑ کا شاگرد اور اس نے علیؑ ہی سے قرآن لیا اور سیکھا ہے۔

اس فاضل کے نزدیک زمانہ رسول اللہؐ میں کل قرآن کا حافظ علیؑ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اور سب سے پہلے جامع قرآن علیؑ ہی ہیں۔ ضروری تھا کہ ان سے اس موقع پر امداد لی جاتی۔ بلکہ اسی قرآن سے مصاحف نقل کرائے جاتے۔ مگر روایت جمع قرآن در عہد ابی بکر اس کے منافی ہے۔ (باقی واقعات آئندہ آئینگے)

نیز اس فاضل کے نزدیک علیؑ ہی اول المومنین ہیں۔ چنانچہ اسی جلد اول شرح میں اس کی تصریح

موجود ہے۔ فَقَالَ ذَهَبَ اَكْثَرُ اَهْلُ الْحَدِيْثِ اِلٰى اِنَّهٗ عليه السلام اَوَّلُ النَّاسِ اِتِّبَاعًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَاِيْمَانًا بِهٖ وَلَمْ يُخَالِفُ فِيْ ذَالِكَ اِلَّا الْاَقَلُّوْنَ۔ وَقَدْ قَالَ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامِ اَنَا الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَوَّلُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اِسْلَامِهِمْ وَصَلَّيْتُ قَبْلَ صَلٰوتِهِمْ وَمَنْ وَقَفَ عَلٰى كُتُبِ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ يُحَقِّقُ ذَالِكَ وَعَلِمَهٗ وَاضِحًا۔ یعنی اکثر اہل الحدیث اس طرف گئے ہیں کہ علی علیہ السلام سب سے پہلے رسول اللہ کی اطاعت و متابعت کرنے اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور اس میں بہت کم اہل الحدیث نے اختلاف کیا ہے اور وہ جناب خود فرماتے ہیں۔ کہ میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ میں ہی فاروق اول ہوں۔ میں ان لوگوں کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا اور ان کی نماز پڑھنے سے پہلے میں نے نماز پڑھی۔

شیخ سلیمان قندوزی نے بھی کتاب "ینابیع المودۃ" میں یہی لکھا ہے "اَلْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ الْكُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ كَانَ يَحْفَظُ الْقُرْآنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَكُنْ غَيْرُهٗ يَحْفَظُهٗ ثُمَّ اَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَهٗ" اور اسی طرح "اول الایمان" ہوں۔

جلال الدین السیوطی نے "اتقان" یہ روایت بھی لکھی ہے۔ قال: ابن سرین قَالَ عَلِيٌّ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ آلَيْتُ اَنْ لَا آخُذَ عَلٰى رِدَائِيْ اِلَّا لِصَلٰوةِ جُمُعَةٍ حَتّٰى اَجْمَعَ الْقُرْآنَ فَجَمَعَهٗ" اور تاریخ الخلفاء کے الفاظ یہ ہیں "اِنَّ عَلِيًّا اَحَدُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَعَرَضَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ" یعنی علیؑ وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن جمع کیا اور رسول اللہ کو سنایا۔ اور عکرمہ سے یہ روایت ہے "لَمَّا كَانَ بَيْعَةُ اَبِيْ بَكْرٍ تَعُدُّ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فِيْ بَيْتِهٖ فَقِيْلَ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَدْ كَرِهَ بَيْعَتَكَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَكَرِهْتَ بَيْعَتِيْ قَالَ لَا وَاللّٰهِ قَالَ مَا اَقْعَدَكَ عَنِّيْ قَالَ رَاَيْتُ كِتَابَ اللّٰهِ يُزَادُ فِيْهِ فَحَدَّثَ نَفْسِيْ اَنْ لَا اَلْبَسَ رِدَائِيْ اِلَّا لِصَلٰوةٍ حَتّٰى اَجْمَعَهٗ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ نِعْمَ مَا رَاَيْتَ" ان دونوں روایتوں کا خلاصہ مدعا یہی ہے کہ علیؑ نے بعد وفات رسول اللہ قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گا چادر نہ اوڑھونگا اور آپ نے قرآن جمع کرلیا۔ اور یہ بھی کہ آپ کو خطرہ تھا کہ مبادا قرآن میں زیادتی کردی جائے۔ حضرت ابوبکر نے ان کی اس رائے کی تصویب کی۔ اور علیؑ نے قرآن سب سے پہلے جمع کیا۔ [۱]

بہرکیف اول المومنین۔ اول المسلمین۔ اول المحافظین۔ اول الجامعین للقران۔ سے جمع و ترتیب قرآن میں حسب روایت کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ اور کوئی امداد نہیں لی گئی۔

[۱] ینابیع المودۃ جزو اول باب ۱۵ صفحہ ۱۵۰۔ جزو دوم صفحہ ۱۷ خوارزمی۔ ابوداؤد۔

"تفسیر اتقان" کی اٹھارویں نوع - جمع و ترتیب کے ضمن میں زید بن ثابت ہی سے یہ روایت درج ہے۔

"قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَمْ یَکُنِ الْقُرْآنُ جُمِعَ فِیْ شَیْئٍ" اور الخطابی اسی جگہ یہ فرماتے ہیں اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَجْمَعِ الْقُرْآنَ فِی الْمُصْحَفِ لِمَا کَانَ یَتَرَقَّبُہٗ مِنْ وُرُوْدِ نَاسِخٍ بِبَعْضِ اَحْکَامِہٖ اَوْ تِلَاوَتِہٖ فَلَمَّا انْقَضٰی نُزُوْلُہٗ بِوَفَاتِہٖ اَلْھَمَ اللّٰہُ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ ذٰلِکَ" یعنی عہد رسول اللہ میں قرآن بالکل جمع نہیں کیا گیا۔ اور رسول اللہ نے نسخ کے انتظار میں جمع نہیں کرایا۔ پھر اللہ نے خلفاء راشدین کو اس کا الہام کیا۔ اور یہ کام بھی انہی کے ہاتھوں خلافت کی طرح تمام ہوا مگر یہی صاحب اس "اتقان" میں قرآن کا اول مرتبہ عہد رسول میں جمع ہونا بیان کرتے ہیں۔ کیسا شدید تناقض ہے؟

ہشتم۔ یہ روایت بخاری اور یہ دیگر روایات مذکورہ ان دو روایتوں کے صریح متناقض اور منافی ہیں۔ جن میں چار شخص عہد رسول اللہ کے جامعین بتلائے گئے ہیں۔ یا ان سے زیادہ سینکڑوں تک۔

نہم۔ آخیر روایت جمع قرآن میں یہ ہے۔ یہ صحف تا حیاۃ حضرت ابوبکر کے پاس اور بعد وفات حضرت عمر کے پاس رہے۔ اور ان کے بعد ان کی بیٹی حفصہ کے پاس۔

دہم۔ اس روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے۔ کہ جمع قرآن کا کام صرف زید بن ثابت کے سپرد ہوا اور انہوں نے ہڈیوں۔ لکڑیوں۔ پتھروں پر سے تلاش کرکے اور کچھ لوگوں سے پوچھ پوچھ کے جن کو کچھ یاد تھا جمع کیا مگر تفسیر درمنثور میں ابن ابی داؤد سے عروہ کی یہ روایت درج ہے۔

اِسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ یَوْمَئِذٍ فَرِقَ اَبُوْبَکْرٍ عَلَی الْقُرْآنِ اَنْ یَّضِیْعَ فَقَالَ لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ وَلِزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اُقْعُدَا عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَاءَکُمَا بِشَاھِدَیْنِ عَلٰی شَیْئٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاکْتُبَاہُ الخ۔ یعنی جس وقت جنگ یمامہ کے موقع پر بہت سے قرار مارے گئے تو حضرت ابوبکر کو قرآن پر رحم آیا کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے تو انہوں نے حضرت عمر اور زید بن ثابت کو حکم دیا کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ پس جو شخص آیت قرآن کے متعلق دو گواہیاں پیش کردے اسی کو لکھ لو "رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ مَعَ انْقِطَاعِہٖ۔ اتقان" اور یحیٰی بن عبدالرحمن بن حاطب سے یہ روایت ہے۔ قَالَ اَرَادَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَنْ یَّجْمَعَ الْقُرْآنَ فَقَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ مَنْ کَانَ یَسْمَعُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ فَلْیَاْتِنَا بِہٖ الرِّوَایَۃُ [1]

---

[1] درمنثور جلد سوم تفسیر سورہ توبہ ورق صفحہ ۲۹۸۔

ان دونوں روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ حرث بن خزیمہ آیا اور اس نے کہا کہ تم لوگوں نے دو آیتیں چھوڑ دیں کہا وہ کون سی ہیں۔ اس نے آخر سورۂ توبہ کی دونوں آیتیں "قَدْ جَآءَ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ" پڑھیں اور کہا کہ میں نے خود رسول اللہ سے ان کو لیا اور آنجناب ہی سے لکھا ہے۔

اس پر عمر نے کہا دوسرا تیرے ساتھ اور کون ہے (شاہد) کہا میں نہیں جانتا مگر میں نے رسول اللہ سے سنا ہے اور مجھے خوب یاد ہے۔ کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے اس کو سنا ہے اور پھر وہ سورۂ توبہ کے آخر میں ملا دی گئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ خزیمہ بن ثابت نے یہ کہا کہ دو آیتیں تم نے ترک کر دیں تو عثمان بن عفان نے کہا۔ کون سی اس نے پڑھیں اور انہوں نے شہادت دی کہ میں نے بھی رسول اللہ سے اس کو سنا ہے۔ اور اس سے بالکل واضح ہے کہ دو گواہوں کی گواہی پر آیات جمع کر لی جاتی تھیں۔ للہٰذا صاحب اتقان کی یہ تاویل کہ شاہدین سے مراد کتابت اور حفظ ہے۔ غلط محض ہے۔ خود ہی یہ روایتیں نقل کی ہیں اور خود ہی یہ تاویل گھڑی ہے۔ "وَاِنَّ فِیْ ذَالِكَ لَذِكْرٰی لِلذَّاكِرِیْنَ"

تین دفعہ قرآن جمع کیا گیا۔ قَالَ الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ جُمِعَ الْقُرْاٰنُ ثَلٰثَةَ مَرَّاتٍ اَحَدُهَا بِحَضْرَةِ النَّبِیِّ۔ اور زید بن ثابت سے بھی علیٰ شرط شیخین روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ نُجَمِّعُ الْقُرْاٰنَ فِی الرِّقَاعِ الْحَدِیْث" یعنی عہد رسول اللہ میں ہم حضرت کے پاس قرآن رقعوں میں جمع کیا کرتے تھے۔

مرتبہ دوم۔ حضرت ابوبکر کے زمانے میں جس کا ذکر آچکا ہے۔ اس لئے ان کو اول جامعین کہا گیا ہے اور کبھی ابوحذیفہ کے غلام سالم "کو وَنَفَسَ عَلٰی ذَالِكَ۔

مرتبہ سوم۔ حضرت عثمان کے زمانے میں جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ حذیفہ بن یمان۔ عثمان بن عفان کے پاس آئے جس زمانے میں کہ وہ اہل عراق کے ساتھ۔ اہل ارمنیہ سے جہاد کر رہے تھے اور کہا۔ اے امیر المومنین قبل اس کے کہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرے۔ اس کی خبر لیجئے پس عثمان نے حفصہ کے پاس قاصد بھیجا اور ان سے قرآن منگائے۔ انہوں نے بھیج دیئے۔ تو انہوں نے زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعد بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو مقرر کیا اور انہوں

لہ بنا بر ایک روایت قرآن کا جمع ہونا حضرت عمر کے زمانے میں بھی ثابت ہوتا ہے۔ جس کی طرف فتح الباری میں اشارہ ہے۔ اس صورت میں یہ مرتبہ چہارم ہوا۔ اور اگر حجاج بن یوسف والی روایات کو لیا جائے تو پھر یہ موجودہ ترتیب مرتبۂ پنجم کا ترتیب دیا ہوا ہوگا واللہ اعلم۔

نے نقلیں کرلیں۔ اور حضرت عثمان نے ان لوگوں سے یہہ کہدیا کہ جہاں تم میں اختلاف ہو تو قریش کے لغت کے موافق کرلو۔ کیونکہ انہیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور قرآن مصاحف کی صورت میں نقل کر لئے گئے۔

حفصہ کے صحیفوں کو واپس کر دیا اور ہر ایک ملک میں ان میں سے ایک ایک مصحف بھیجدیا۔ وَاَمَرَ بِمَا سِوَاہُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ۔ اور حکم دیا کہ اس کے سوا جو اور قرآن کسی صحیفے یا مصحف میں ہیں سب جلا دیئے جائیں[1]۔

اس طرح سے قرآن تیسری دفعہ جمع کیا گیا۔ زید بن ثابت تینوں میں شریک ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تصنیف و تالیف قرآن میں خاص ملکہ تھا۔ اور ہر دفعہ کی تصنیف و تالیف میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیتے تھے۔ مگر اس دفعہ کوئی خاص بات بھی تھی جس کی وجہ سے اس تصنیف کے ماقبل کے جتنے تالیف شدہ مصحف تھے سب جلوا دیئے گئے۔ محمد بن سیرین نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے بارہ[12] قریش اور انصار کو جمع کر کے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ حضرت عمر کی حویلی میں جمع ہوئے اور حضرت عثمان ان کے نگران تھے۔

باب تالیف القرآن (البخاری) میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک عراقی آیا اور اس نے کہا کہ اے ام المومنین کونسا کفن اچھا ہے۔ کہا کوئی کفن ہو تیرا کیا حرج ہے۔ اس نے عرض کیا آپ ذرا اپنا قرآن تو دکھائیں۔ کہا۔ کیوں؟ عرض کیا شاید میں بھی اسی طرح قرآن تالیف کرلوں کیونکہ میرا قرآن اور طرح پڑھا جاتا ہے۔ کہا اس میں تیرا کیا ہرج ہے۔ کوئی جزو یا سورہ پہلے پڑھ لیا یا بعد میں۔

حاشیہ بخاری پر مجمع البحار سے منقول ہے۔ یہ عراقی عبداللہ بن مسعود کے قرآن کی ترتیب کے موافق پڑھتا تھا اور وہ مصحف عثمانی کے بالکل خلاف تھی۔ اس لئے اس عراقی نے یہ چاہا کہ وہ عائشہ کی تالیف و ترتیب کو معلوم کرے اگر یہاں سے یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ حضرت عائشہ کے پاس کونسی تالیف تھی اور کونسا نسخہ تھا۔ اول یا دوم یا سوم۔ کیونکہ تینوں بلا شک و شبہ جدا جدا تھے ورنہ بار بار جمع کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اھ۔

موجودہ قرآن جو بین الدفتین آج کل مسلمانوں میں رائج اور شائع اور معمول بہ ہے یہ ہی آخری یعنی تیسرا ایڈیشن ہے۔ اس کے اور ان مصاحف کے سوا جو حضرت حفصہ سے منگائے تھے باقی کل نسخے

---

[1] البخاری ص۷۴۶ باب جمع القرآن۔ الاتقان۔

جو ممالک اسلامی میں تھے جلا دیئے گئے۔ اور وہ "عبد اللہ بن مسعود" اور "ابی ابن کعب" اور "معاذ بن جبل" وغیرہم کے جمع کردہ اور ترتیب دادہ تھے۔

شارح بخاری علیہ نے "فتح الباری" میں فقرہ "اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُحْرَقَ" کی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر روایتوں میں "اَنْ يُحْرَقَ" کے بجائے۔ "اَنْ يُخَرَّقَ" ہے یعنی پھاڑ ڈالیں جائیں۔ الاصیلی نے دونوں قراتیں درست رکھی ہیں۔ اور آخری کو ترجیح دی ہے الاسماعیلی نے "يُمْحَا اَوْ يُحْرَقَ" مٹا دیئے جائیں یا جلا دیئے جائیں روایت کیا ہے۔

ابن ابی داؤد الطبرانی وغیرہما نے یوں روایت کیا ہے "وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُحْرِقُوْا كُلَّ مُصْحَفٍ يُخَالِفُ الْمُصْحَفَ الَّذِي اَرْسَلَ بِهِ قَالَ. وَذَالِكَ زَمَانٌ حُرِقَتِ الْمَصَاحِفُ بِالنَّارِ" یعنی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہر ایک مصحف جو اس کے سوا ہے جو یہاں سے بھیجا گیا ہے جلا دیں۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جبکہ قرآن آگ میں جلائے گئے۔

اور بجر بن الاشج کی روایت میں یوں مروی ہے "فَاَمَرَ بِجَمْعِ الْمَصَاحِفِ فَاَحْرَقَهَا" یعنی عثمان بن عفان نے تمام مصاحف کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ جمع کئے گئے اور ان سب کو انہوں نے (یعنی عثمان نے) جلا دیا۔ مصعب بن سعد کا بیان یہ ہے کہ جس وقت عثمان نے قرآن جلائے تو میں نے اس موقع پر بکثرت لوگوں کو جمع پایا۔ پس انہیں یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ یا کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور اس کو برا نہ مانا۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ محو کرنے یا جلانے کا حکم تھا۔ یعنی دھو دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ "وَاَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ صَرِيْحَةٌ فِي التَّحْرِيقِ فَهُوَ الَّذِي وَقَعَ وَيُحْتَمَلُ وُقُوْعُ كُلٍّ مِنْهُمَا بِحَسْبِ مَا رَاٰى كُلُّ مَنْ بِيَدِهٖ شَيْئٌ" اکثر روایات جلانے پر بالصراحۃ دال ہیں اور یہی بات واقعی ہے۔ یعنی جلائے ہی گئے "وَقَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ الرِّوَايَةُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ اَصَحُّ وَهٰذَا الْحُكْمُ هُوَ الَّذِي وَقَعَ فِي ذَالِكَ الزَّمَانِ اَمَّا الْاٰنَ فَالْغَسْلُ اَوْلٰى" یعنی جلانے والی روایت ہی سب سے صحیح تر روایت ہے اور اس وقت یہی حکم واقع ہوا اور ضرور قرآن جلائے گئے۔ مگر اب اس زمانے میں جلانے سے دھونا بہتر ہے۔

اور "اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ" میں "مَا سِوٰى" سے مراد "مَا سِوَى الْمُصْحَفِ الَّذِي اسْتَكْتَبَهُ وَالْمَصَاحِفِ الَّتِي نُقِلَتْ مِنْهُ وَسِوَى الْمُصْحَفِ الَّذِي كَانَتْ عِنْدَ حَفْصَةَ. وَلِهٰذَا اسْتَدْرَكَ مَرْوَانُ الْاَمْرَ بَعْدَهَا وَاَعْدَمَهَا اَيْضًا خَشْيَةَ اَنْ يَقَعَ لِاَحَدٍ مِنْهَا تَوَهُّمُ اَنَّ فِيْهَا مَا

علیہ۔ فتح الباری ص۱۲ جز تاسع۔

يُخَالِفُ الْمُصْحَفَ الَّذِي اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْأَمْرُ لَمَا تَقَدَّمَ" یعنی ماسوا سے مراد ہے کہ اس قرآن کے سوا جو عثمان نے لکھوایا اور ان مصاحف کے سوا جو اس سے نقل کیے گئے اور ان کے سوا جو حفصہ کے پاس تھے باقی کل عثمان نے جلا دیئے یا جلوا دیئے اور اسی واسطے کہ حفصہ والے قرآن باقی رہ گئے۔ "مروان" نے اس کی تلافی کی اور کمی کو پورا کیا اور ان کے معدوم کرنے کا حکم دیا اور ان کو معدوم کر دیا۔ تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ ان میں مصحف عثمان کے سوا کچھ اور ہے۔ واقعی دونوں نے بڑا کام کیا سچ ہے ع "وزیرے چنیں شہریارے چناں"

مصحف حضرت حفصہ کی نسبت ہم انشاءاللہ آگے بھی ذکر کرینگے (اس کے پانچ یا سات نسخے (حسب اختلاف روایات لکھے گئے۔ مکہ معظمہ۔ شام۔ یمن۔ بحرین۔ بصرہ اور کوفہ میں بھیجے گئے اور ایک "مدینہ منورہ" میں رکھا گیا)

بعض صحابہ کرام کو یہ بات ناپسند اور ناگوار تھی اور منجملہ ان کے عبداللہ بن مسعود ہیں۔ جو اس کو ناپسند کرتے تھے کہ خواہ مخواہ زید کی قرارت کو ترجیح دی جائے۔ اور اسی واسطے وہ اپنے قرآن کو ہمیشہ چھپاتے تھے تاکہ یہ بھی معدوم نہ کر دیا جائے (افسوس ہے کہ آج وہ بھی معدوم ہے)

فتح الباری میں ان کی شکایت یوں مذکور ہے يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أُعْزَلُ عَنْ نَسْخِ كِتَابَةِ الْمَصَاحِفِ وَيَتَوَلَّاهَا رَجُلٌ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَسْلَمْتُ وَاِنَّهُ فِي صُلْبِ رَجُلٍ كَافِرٍ يُرِيدُ زيد بن ثابت" یعنی اے مسلمانو! میں تو تحریر کتاب اللہ سے علیحدہ کر دیا جاؤں اور وہ مرد کہ اس کام کو انجام دے جو ابھی کافر باپ کی پشت میں تھا کہ میں مسلمان ہو چکا تھا۔ یعنی زید بن ثابت جو بالکل نوخیز لڑکا تھا۔ نیز یہ کہ میں نے رسول اللہ سے ستر سورتیں یاد کر لی تھیں جب کہ زید بن ثابت ابھی بچہ ہی تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ قرآن رسول اللہ پر ہر سال ایک مرتبہ جبرئیل پیش کرتے اور سناتے تھے اور سن وفات میں دو دفعہ سنایا تھا۔ اور ابن مسعود کی قرأت آخری قرأت کے مطابق تھی۔ ابن مسعود نے آخر عمر تک اپنا قرآن نہ دیا اور آخرکار اس کو بارگاہ خلافت سے سزا دی گئی اور خوب پیٹا۔ علامہ قوشجی نے تصریح کی ہے کہ ابن مسعود کے قرآن میں بہت کچھ کمی و بیشی تھی اس لئے وہ نہ دیتا تھا اور وہ اس کو بالکل صحیح جانتا تھا (یہ واقعہ تحریق قرآن ۲۵ھ کا ہے

سبع احرف یا سبع قراءات

مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ کہتے سنا کہ میں نے

ملہ اس سے ثابت ہے کہ زید کی بعد تصنیف ہوئی ہے بلکہ بہت بعد۔ اور یہ تصریح ہے کہ وہ بعد ہجرت اسلام لائے (فتح الباری)

ھشام بن حکیم کو حیات رسول اللہ میں سورہ فرقان پڑھتے سنا تو میں نے غور کیا کہ وہ اس کو بہت مختلف الفاظ وحروف پر پڑھ رہا ہے جو ہمکو رسول اللہ نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں اس پر حملہ کروں مگر میں نے صبر کیا تا وقتیکہ اس نے سلام پھیرا تو میں نے اس کی ردا پکڑ کر کھینچی اور کہا یہ صورت جو تو اس طرح پڑھتا ہے۔ کس نے تجھ کو پڑھائی ہے۔ اس نے کہا رسول اللہ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹا ہے۔ آنحضرتؐ نے مجھکو اس کے خلاف پڑھائی ہے۔ میں اس کو رسول اللہ کے پاس گھسیٹتا لیگیا۔ اور کہا یا رسولؐ اللہ سورہ فرقان اس طرح پڑھتا ہے کہ آپ نے ہمیں اس طرح نہیں پڑھائی ہے۔ فرمایا۔ اسکو چھوڑدو کہ پڑھکر سنائے۔ اس نے پڑھی پھر مجھ سے کہا تو میں نے سنائی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ "اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ" بے شک یہ قرآن ساتؔ طرح نازل ہوا ہے پس جس طرح ممکن ہو پڑھو سب صحیح ہے۔ [1]

ان سبعہ حروف (سات حرف) کی تفسیر میں علماء و محدثین میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ حاتم بن حبان نے پینتیس ۳۵ احتمالات جمع کئے ہیں یعنی۔ بعض کا خیال ہے کہ ان سے مراد سبع لغات ہیں (عرب کی سات لغتوں میں قرآن نازل ہوا ہے) بعض کا خیال ہے کہ سات احکام مراد ہیں۔ اور بعض کا قول ہے۔ کہ سات قرأت مراد ہیں وعلی ہذا القیاس (حاشیہ [2] بخاری۔ از فتح الباری۔ کرمانی۔ مجمع البحار)

فتح الباری میں اس فقرہ کی شرح میں "قَدْ حَمَلَ اِبْنُ قُتَيْبَةَ وَغَيْرُهُ الْعَدَدَ الْمَذْكُوْرَ عَلٰی وُجُوْهٍ الَّتِیْ يَقَعُ بِهَا التَّغَايُرُ فِیْ سَبْعَةِ اَشْيَاءٍ" الحدیث یعنی وہ فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ وغیرہ نے اس سات کے عدد سے ایسی سات وجوہات مراد لی ہیں جن سے سات باتوں میں قرآن میں تغیر واقع ہوتا ہے۔

اوّل یہ کہ حرکات میں اختلاف ہو اور معانی نہ بدلیں جیسے لا یضار کاتب میں "لا یضارُ" بالفتح اور بالرفع "لا یضارُ"

دوم فعل میں اختلاف بَعِدْ بَيْنَ اسفارنا۔ بَاعَدَ بَيْنَ اسفارنا

سوم۔ لفظوں میں اختلاف سے لفظ بدل جائے جیسے نُنْشِزُهَا وَنُنْشِرُهَا (ر) (ز) کا فرق۔

چہارم حروف قریب المخرج میں تبدیلی ہو جیسے طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وطَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ۔

پنجم۔ تقدیم و تاخیر الفاظ جیسے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ وَجَاءَ سَكْرَةُ الْحَقِّ

---

[1] البخاری صہ ۴۳۶ صہ ۴۵۷ صہ ۷۴۶۔ الاتقان۔ فتح الباری جزء تاسع)

[2] بخاری صہ ۴۳۶ صہ ۴۵۷ صہ ۷۴۶۔ اتقان۔ فتح الباری جزء)

یا الموت۔

ششم۔ زیادتی و کمی سے اختلاف ہو جیسے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ اور وَالذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ بغیر مَا خَلَقَ" یا جیسے " وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" اور وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔ دونوں آیتوں میں ایک ایک جملہ کی کمی بیشی ہے۔

ہفتم۔ آپس میں دو مترادف لفظوں کا اختلاف جیسے " كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ" اور قرآن ابن مسعود اور سعید ابن جبیر میں كَالصُّوفِ الْمَنفُوشِ"

ابو الفضل الرازی نے ابن قتیبہ کے قول کا اس طرح خلاصہ کیا ہے۔ اوّل اختلاف اسماء۔ بلحاظ افراد تثنیہ۔ جمع و تذکیر و تانیث وغیرہ۔ دوم اختلاف تصریف افعال ماضی۔ مضارع۔ امر۔ نہی وغیرہ سوم اعراب کا اختلاف چہارم کمی و زیادتی الفاظ پنجم تقدیم و تاخیر الفاظ ششم تبدیل الفاظ ہفتم۔ اختلاف لغات اور تلفظ۔ یعنی ان سات صورتوں سے قرآن میں اختلاف ہے اور یہ پروردگار عالمین کی طرف سے ہے اور قرآن اس اختلاف کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ (سبحان اللہ)

مطالب روایات

اوّل۔ حذیفہ یمانی کی تحریک سے حضرت عثمان نے قرآن پھر جمع کرا لیا۔

دوم۔ اس کے پانچ یا سات نسخے نقل کیے گئے اور ہر ایک صوبے یا مرکزی مقام میں ایک ایک بھیجا گیا۔

سوم۔ ان نسخوں اور صحف حضرت حفصہ کے سوا باقی کل قرآن جمع کرا کر (غالباً مدینہ اور قریب مدینہ کے) حضرت عثمان نے جلا دیئے۔ اور باقی کے متعلق احکام جاری ہوئے کہ جلا دیئے جائیں وہ بھی سب جلا دیئے گئے۔

چہارم۔ اس قرآن سوز تماشے میں اہل اسلام کا ایک کثیر مجمع تھا۔ اکثر متعجب تھے۔ مگر معترض کوئی نہ تھا۔

پنجم۔ قول اصح اور امر واقعی حسب تحقیق بعض علماء و محدثین یہی ہے کہ اس وقت قرآن جلائے ہی گئے۔ پھاڑے یا دھوئے نہیں گئے۔ اور یہ زمانہ قرآن سوزی کے لئے مشہور ہے غالباً ۲۵ھ۔ اسی دن سے قرآن کے جلائے جانیکے جواز کا مسئلہ جاری ہے۔ لیکن فتویٰ یہ ہے کہ اب دھو دینا مناسب ہے جلا دینا اچھا نہیں۔

ششم یہ تصریح اور تشریح کی گئی ہے کہ وہ قرآن جو ان جدید تالیف شدہ نسخوں اور حضرت حفصہ

کے صحف کے سوا تمام ممالک اسلام میں رائج۔ معمول بہا اور موجود تھے وہ جلائے گئے۔ یہ جو بعض احمق ملا کہدیتے ہیں کہ قرآن نہیں جلائے گئے۔ بلکہ قرآن میں جو زائد باتیں بطور نوٹ۔ لوگوں نے لکھ دی تھیں وہ جلائی گئیں۔ محض لغو و باطل ہے۔ بلکہ علماء و محدثین کی صریح تکذیب و تحمیق ہے۔ جہال و دعوام میں یہ فریب کاری کام آسکتی ہے۔ مگر اہل علم اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

ہفتم۔ عبداللہ بن مسعود نے اپنا قرآن نہیں دیا۔ حالانکہ اس جرم میں ان کو قرار واقعی سزا دی گئی کیونکہ ان کو خطرہ تھا۔ جس کی تصریح موجود ہے کہ اگر وہ اپنا قرآن دیدیں گے تو وہ بھی جلا دیا اور معدوم کر دیا جائے گا۔

ہشتم۔ زید بن ثابت جو خاص مؤلفین و جامعین قرآن سے ہے۔ ایک نوخیز لڑکا تھا۔ اس کے انتخاب میں کوئی خاص مصلحت اور علت ضرور ہوگی۔

"رموز سلطنت خویش خسرواں دانند"

نہم۔ حضرت عثمان کے وزیر "مروان" نے وہ صحیفے بھی معدوم کر دئے اور مٹا دئے جو حضرت حفصہ کے پاس تھے۔ اور اس طرح سے ان صحف اور نسخ قرآنی کا نام مٹ گیا۔ جو اس سے پہلے کل اہل اسلام اور صحابہ کرام میں رائج اور معمول بہا تھے۔ خواہ جلا کر۔ یا دھو کر۔ یا پھاڑ کر۔ جس طرح بھی ممکن ہوا مٹا دیئے گئے۔

دھم۔ حضرت رسول اللہ کے زمانے میں قرأت قرآنی میں اس قدر اختلاف تھا کہ صحابی آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے تھے۔ اور حضرت عثمان کے زمانے میں استاد اور لڑکے بھڑ جاتے تھے۔

یازدہم۔ قرآن سات لغات میں نازل ہوا ہے اور سات طریق اختلاف سے اور وہ سب اختلافات منزل من اللہ ہیں۔ اسی واسطے رسول اللہ نے ان کو جاری رکھا مگر موجودہ قرآن ایک قرأت پر ہے

دوازدہم۔ سورۂ فرقان کا اختلاف جو مذکور ہوا اور جس کی مثال دی گئی۔ وہ رسول اللہ کے زمانے ہی سے چلا آرہا ہے۔ اور رسول اللہ نے اس کو درست فرمایا ہے۔ صحابی اس پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے اس میں جو ایک سو تیس ۱۳۰ اختلافات ہیں گویا سب درست اور صحیح تھے۔ ان روایات کی رو سے جس کا جس طرح دل چاہے پڑھے جیسا کہ حضرت عمر کی روایت میں رسول کی تصدیق دال ہے۔ اب ان کا قرآن میں پتہ نہیں۔

سیزدہم۔ حضرت عثمان نے اختلاف کی صورت میں لغت قریش پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور اسی پر جمع ہوا۔

چہاردہم۔ حضرت عائشہ کے پاس جو قرآن تھا وہ حسب تصریح بخاری۔ فتح الباری وغیرہما۔ ابن مسعود کے قرآن سے مختلف تھا اور ابن مسعود کا حضرت عثمان کے قرآن سے مختلف تھا۔ اور اس میں بہت کچھ کمی بیشی تھی اور اتقان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ بھی ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے عہد رسول اللہ میں قرآن جمع یا حفظ کیا تھا۔ اور حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ بھی۔ اس لئے احتمال ہے کہ یہ نسخہ ان کا اپنا خاص ہی ہوگا۔

شانزدہم۔ ان روایات اور روایات سابقہ سے یہ قطعی فیصلہ کسی طرح نہیں کیا جاسکتا کہ زمانہ رسولؐ اور عہد رسولؐ میں کسی نے قرآن جمع ہی نہیں کیا تھا۔ اور لوگ حضور انور کی وفات کا انتظار کر رہے تھے جیسا کہ "رسالۃ الراشدین" کے مصنف کا ارشاد ہے۔ درآنحالیکہ محدثین اور شارحین بخاری اور جلال الدین سیوطی یہ تصریح کر رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں سینکڑوں حفاظ اور قراء قتل ہوئے جن میں ستر (۷۰) جامعین قرآن بھی تھے۔

اس باب میں سخت تناقض روایات ہے جہاں یہ ہے کہ عہد رسول اللہ میں سینکڑوں جامعین قرآن ثابت ہوتے ہیں۔ وہاں "اتقان" میں یہ بھی ہے اَخْرَجَ ابْنُ اَشْتَہ فِی الْمَصَاحِفِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ مَاتَ اَبُوْبَکْرٍ وَلَمْ یُجْمَعِ الْقُرْاٰنُ وَمَاتَ عُمَرُ وَلَمْ یُجْمَعِ الْقُرْاٰنُ "یعنی ابن اشتہ نے بسند صحیح محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے انتقال کیا درآنحالیکہ قرآن جمع نہ ہوا تھا یا نہ کیا تھا اور حضرت عمر نے انتقال کیا درآنحالیکہ قرآن جمع نہ ہوا تھا یا نہ کیا تھا اور ساتھ ہی اتقان" میں یہ بھی درج ہے کہ قَالَ الْبَیْھَقِیُّ فِی الْمَدْخَلِ کَانَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ مُرَتَّبًا سُوَرُہٗ وَاٰیَاتُہٗ عَلٰی ھٰذَا التَّرْتِیْبِ اِلَّا الْاَنْفَالَ وَبَرَاءَۃَ "یعنی عہد رسول اللہ میں قرآن بالکل اسی طرح مرتب تھا۔ اس کی آیتیں بھی اور سورتیں بھی سوائے سورۂ انفال اور براءۃ کے (کیونکہ ان دونوں کا بھید کھل گیا ہے)

اور اسی منافات اور تناقض کی وجہ سے بعض روایات کی تاویلیں کرنی پڑی ہیں۔

ہمارا مدعا یہاں ان تمام اختلافات کو جمع کرنا نہیں ہے۔ اس کو آگے چلکر اور لکھیں گے۔ یہاں تو صرف یہ مدعا ہے کہ آیات قرآن میں تناقض بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ الفاظ روایات میں اختلاف شدید حسب روایات اہلسنت پایا جاتا ہے۔ جمع قرآن کی روایات نہایت درجہ متناقض اور مختلف فیہ اور مضطر ہیں اور ہر ایک درجہ شبہ انگیز وحیرت خیز۔ اور یہ اختلاف واضطراب وتناقض احادیث اور ان کی روایات سے کم نہیں ہے۔ پس اگر ایسے تناقض اور اختلافات کی بنا پر احادیث کلیتہً ترک کی جاسکتی

ہیں تو قرآن بھی رخصت کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اختلاف اس درجہ ہے۔ کہ کتاب اللہ پنچائیتی کتاب بن گئی ہے۔

جناب امیرؑ کے حضرت ابوبکر کی بیعت سے تخلف اور جمع قرآن کا ذکر کرتے ہوئے صاحب "اتقان" محمد بن سیرین کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ اس نے عکرمہ سے کہا کہ کیا لوگوں نے قرآن اسی طرح مرتب کر لیا ہے۔ جس طرح خدا نے نازل فرمایا ہے۔ کہا۔ لَوِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یُؤَلِّفُوْہُ عَلٰی ذٰلِکَ التَّالِیْفِ مَا اسْتَطَاعُوْا "اگر سارے جن و انس جمع ہو کر یہ چاہتے کہ قرآن کو اسی ترتیب نزولی پر جمع کر لیں تو قادر نہ ہوتے۔ پھر یہ صحابہ کیسے اس ترتیب پر جمع کر سکتے ہیں۔ مگر اسی کتاب میں "الطیبی" یہ فرماتے ہیں کہ اول قرآن ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے آسمان اول پر نازل ہوا۔ پھر حسب ضرورت و مصلحت متفرق طور پر یہاں دنیا میں نازل ہوتا رہا۔ ثُمَّ اُثْبِتَ فِی الْمَصَاحِفِ عَلَی التَّالِیْفِ وَالتَّنْظِیْمِ الْمُثْبَتِ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ "یعنی پھر اسی نظم و ترتیب کے مطابق جو لوح محفوظ میں ہے ان مصاحف (موجودہ) میں جمع کیا گیا یا کر دیا گیا" انتہی۔ جس بات کو کل جن و انس مل کر نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک لڑکے (یعنی زید بن ثابت) کی مدد سے انجام کو پہنچ گیا۔ گویا یہ اور اس کے ساتھی لوح محفوظ پڑھتے جاتے تھے۔ اور اس کے مطابق لکھتے جاتے تھے۔ اسی واسطے وہ جلوائے ہونگے جو لوح محفوظ کے مطابق نہ لکھے گئے تھے اور ان کے جامع لوح محفوظ کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے والے نہ تھے۔ مگر لطف یہ کہ لوح محفوظ کی مطابقت کے بعد بھی اختلاف الفاظ و اعراب و آیات میں اب تک موجود ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

اسی کتاب میں الحارثی المحاسبی سے یہ قول منقول ہے کہ کتابت قرآن کوئی نئی بات نہیں ہے جو ابوبکر نے کی۔ رسول اللہ خود اپنے عہد میں قرآن لکھواتے جاتے تھے اور وہ متفرق رقعوں ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ ایسی ہڈیوں وغیرہ سے ابوبکر نے نقل کرا لیا اور یہ بمنزلہ ان اوراق قرآن کے تھے جو رسول اللہ کے گھر میں پائے گئے تھے اور ان میں قرآن منتشر تھا۔ پھر کسی جمع کرنے والے نے ان کے جمع کر لیا تھا اور ایک دھاگے میں باندھ دیا تھا تاکہ کچھ ضائع نہ ہو جائے (مگر یہاں اسی راوی نے یہ نہیں تبلایا کہ وہ خانہ رسول اللہ کے تحریر شدہ منتشر اوراق کس بزرگ کے ہاتھ آئے اور وہ جامع کون تھا جس نے ان کو جمع کیا تھا؟ شاید مصلحتہً نام چھپایا گیا ہے۔ بہرحال ایسی قسم کی ہڈیوں سے حضرت صدیق نے بھی قرآن نقل کرا لیا جس کی تصدیق خود زید کے بیان سے ہوتی ہے۔ یا دو گواہیوں پر اکٹھا کیا گیا۔ مگر وہ رسول اللہ کے لکھوائے ہوئے اوراق نہ ملے یا انہیں نہ لیا گیا یا ان سے قرآن نقل نہ کیا گیا

نہایت افسوس ہے؟)
بعض روایات میں یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت حفصہ نے اپنا قرآن نہیں دیا تو پھر لوگوں نے اجماع سے قرآن بنایا غالباً اسی بنا پر "مروان" نے حضرت حفصہ سے قرآن چھین کر جلوادئے۔ شاید یہی بات صحیح ہو ورنہ اگر حضرت حفصہ کے قرآن سے قرآن نقل کئے گئے تھے اور بالکل اس کے مطابق تھے۔ تو اس کے جلوانے کی کوئی وجہ نہ تھی اور یہ خیال کسی طرح بھی نہ ہو سکتا کہ شاید حضرت حفصہ کا قرآن ان قرآنوں کے خلاف اور ان سے مختلف ہو۔
جن پر حضرت عثمان نے قابو پایا انہوں نے وہ جلوادیئے اور جن پر مروان صاحب نے قابو پایا انہوں نے مٹادیئے۔ عبداللہ بن مسعود اسی حسرت میں مر گئے کہ اگر ان کو اقتدار حاصل ہوتا تو وہ بھی حضرت عثمان والے قرآنوں کے ساتھ وہی عمل کرتے جو حضرت عثمان نے کیا (بقول راغب اصفہانی) (خدا کا شکر ہے کہ ان کو یہ موقع نہ ملا)
یہاں سے ناظرین یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ "حسبنا کتاب اللہ" کے دلدادہ قرآن پاک کی کیسی تعظیم کرتے تھے اور اس کی کس قدر حرمت ان کے دلوں میں تھی؟

پنچایتی قرآن

جمع و ترتیب قرآن میں حسب روایات محدثین۔ مفسرین و مورخین اہل اس قدر مختلف ہیں کہ ان سے قرآن کی شخصیت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اپنی شخصیت میں اجماع و پنچایت کی نظر عنایت کا محتاج ثابت ہوتا ہے۔
چنانچہ صاحب رشد الراشدین نے جو اس سلسلہ جمع قرآن میں فضیلت حضرات صحابہ کرام کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ایک دلچسپ اور پر لطف ناولانہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اس سے صاف کتاب اللہ پنچائتی کتاب ثابت ہوتی ہے۔
پہلے اس بات کا اظہار کرنے کے بعد کہ حیات رسول اللہ میں قرآن کا جمع ہونا محال تھا۔ کیوں کہ دم واپسین ناسخ کے ورود کا انتظار تھا اور اس لئے یہ خدمت قدرت کی طرف سے صحابہ ہی کو سپرد ہوئی پھر واقعات تاریخی سے قطع ایک عجیب و غریب تھیوری ترتیب دی ہے اور ماضی شکیبہ کے کل صیغے اس خیالی افسانہ میں صرف کردیئے ہیں مثلاً ارشاد ہوتا ہے

"اس پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سورتوں کے اندر آیات کی ترتیب حکم ربانی سے ہوئی ہے۔ (مگر آپ کی روایات اس کے خلاف دلالت کرتی ہیں۔) اور اس ترتیب کو بدلنا جائز نہیں۔ بیشک جائز نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس ترتیب کو بدلا گیا اور آپ کی روایات اس پر صاف دال ہیں۔ وہ دو

آیتیں جو ابی خزیمہ انصاری کے پاس سے ہاتھ لگیں وہ کہاں درج ہوئیں اور کس نے لکھیں۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک اور ہوتی تو میں علیحدہ سورہ بنا دیتا۔ فاعتبروا)۔ مگر تحریریں جو دستیاب ہو سکتی تھیں۔ اکثر چھوٹے چھوٹے پرچوں پر تھیں جن پر بڑی سورتیں یکجا سما نہیں سکتیں۔ ان پرچوں کو یکے بعد دیگرے ترتیب دینے میں حافظہ سے کام لینا پڑتا ہوگا "اور کبھی کبھی تذبذب پیدا ہو جاتا ہوگا۔ تو ایک دوسرے سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہوگی۔ یا جو جو آیتیں لکھنے والوں کے اپنے حافظہ سے باہر دوسروں کے یاد دلانے سے خیال میں آئیں ساتھ ہی ان کی ترتیب کا سوال بھی پیش آتا ہوگا اور اس کے متعلق مزید شہادت یعنی اور غور کرنا پڑتا ہوگا اور چونکہ روایات کی تلاش اور اسباب نزول اور دیگر قرائن کی تحقیق میں صحابہ کرام کو ایک دوسرے سے دریافت اور تجسس کرنے کی سعی کرنی پڑی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ترتیب (سورہ) صحابہ کرام کے اجتہاد سے ہوتی ہے الی آخرہ۔

پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ اچھا جب نقل و تحریر کا کام شروع کیا گیا ہوگا "تو اس کا اکثر و بیشتر حصہ بلا اختلاف ضبط تحریر میں" آسکا ہوگا "(جب سات ہزار اختلافات موجود ہوں تو اکثر نہیں شاید بہت ہی کمتر حصہ بلا اختلاف ضبط تحریر میں آسکا ہوگا) کیونکہ جو حصے تمام یا اکثر مسلمانوں کو یاد تھے اور نماز وغیرہ میں پڑھے جاتے تھے اور آنحضرتؐ کی زبان سے بکثرت سنے جاتے تھے۔ انکی تحریر میں کوئی اختلاف رونما نہ ہوا ہوگا" (زمانہ رسول اللہ میں اسی قدر اختلاف سے سورتیں پڑھی جاتی تھیں کہ ایک صحابی دوسرے کے پیٹنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ سورہ فرقان والی روایت یاد کیجئے) ایسی مشق و مہارت کی وجہ سے بہت سا کام نہایت آسانی سے طے "پا یا ہوگا" پھر بھی تلاش تھی ان جواہر ریزوں کی جو حضرت کے زمانہ رحلت کے قریب نازل ہوئے (کوئی مرض الموت کی نازل شدہ آیت جو ان ہڈیوں پر لکھی ہو جو ان حضرات نے تلاش کیں پیش کی جاتی تو سند ہو جاتی)

پھر ان روایات کی رد میں جن میں زمانہ رسول اللہ میں قرآن جمع ہونا مذکور ہے۔ اپنی خوش عقیدتی کا اظہار فرماتے ہوئے اور ایک مومن محقق کے خیالات کی جو روایات اہلسنت کا خلاصہ ہیں غلطی ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس بیان میں یہ تو غلط ہے کہ حضرتؐ کے زمانہ میں بہت سے کامل قرآن جمع ہو گئے تھے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ (خیالی ذکر) کہ قرآن کا جمع کرنا ان حالات میں کس قدر دشوار تھا اور جمع کرنیوالے معدودے چند سے زیادہ ثابت نہیں ہوتے۔ (سینکڑوں کی تعداد آپ کی روایات میں مذکور ہے) اور جنہوں نے حیات رسول اللہ میں قرآن جمع کیا ان کے قرآن مکمل قرآن ہو ہی نہیں سکتے تھے

(کیوں ہوتے؟ کیونکہ ان میں بہت سی باتیں۔ عاشقان "حسبنا کتاب اللہ" کے خلاف ہوتیں اور ان سے یاروں کا مدعا حاصل نہ ہوتا۔ پھر ان پر تصدیق نبوت ہوتی۔ مہر اجماع کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے۔ وہ رسول اللہ کے مصدقہ کلام اللہ کہلاتے۔ پنچائتی کتاب نہ ہوتے۔ مکمل کیسے ہو سکتے تھے۔ سچ ہے "حب الشیئی یعمی ویصم") اس جستجو کی وہ شکل تھی جس پر ہمارے مہربان آتے جاتے چلتے پھرتے مسلمانوں سے آیت آیت لیکر جمع کرنے کا اعتراض کرتے ہیں۔ آج کا زمانہ ہوتا تو سرکاری گزٹ میں اعلان کیا جاتا۔ اخباروں میں منتشر کیا جاتا۔ دیواروں پر نوٹس لگتے الخ انتہیٰ"

(واقعاً اس قرآن ساز جماعت کی جانفشانی اور تلاش صد آفرین ہے۔ واللہ بڑا کام کیا قیامت تک دیندار دنیا یاد کرے گی اور اس خدمت دین پر آٹھ آٹھ آنسو روئے گی)

یہ سب کچھ ہوا اور سارے صیغے شکیات کے ختم ہو گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آخر یہ مصیبت ان بیچاروں پر کس نے ڈالی اور کیوں؟

یہاں چند سوال خود بخود پیدا ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ رسول اللہ کے مرض الموت میں کتنی اور کون کون سی آیتیں نازل ہوئیں اور کتنے نواسخ وارد ہوئے؟

دوم واقعہ یوم الخمیس۔ قصۂ قرطاس۔ اور تاریخ "حسبنا کتاب اللہ" کے بعد کتنی آیتیں نازل ہوئیں۔ ہوگا۔ ہوگی ہو گئی۔ ہونگی سے کام نہ چلے گا یہ بتلایا جائے کہ واقعہ کیا ہوا؟

سوم رسول اللہ نے اس کی بابت کچھ فرمایا یا نہیں؟

چہارم آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ کب آئی۔ حضرت کے آخری سانس پر یا اس سے کچھ پہلے۔

پنجم رسول اللہ کے ہوش و حواس کی حالت میں یا ہذیان اور ہجر کے عالم میں؟ اگر ایسے عالم میں نازل ہوئی تو کیا وہ قابل عمل ہے؟ یا وصیت رسولؐ کی طرح قابل رد؟ کیونکہ عالم ہذیان کی ہے اگر پہلے نازل ہو چکی تھی تو کیا رسول اللہ نے اس کو بھی مثل دیگر آیات فوراً لکھوا دیا تھا یا نہیں۔ اصحاب کی عنایت کا محتاج چھوڑ رکھا تھا؟ اگر لکھوا دیا تھا تو پہلے کم سے کم ایک یا چند نسخے ضرور حیات رسول اللہ میں مکمل جمع تھے۔ پھر یہ کیونکر صحیح ہوگا کہ حیات رسول اللہ میں قرآن کا مکمل جمع ہونا محال یا دشوار تھا؟ اگر یاد نہیں تو یہاں بھی مثل سابق کوئی ماضی شکیہ کا صیغہ استعمال کر دیا جائے اور کہدیجئے کہ رسول اللہ نے یہ خیال کر لیا ہوگا، کہ صحابہ کرام آپ ہی خود ضبط کر لیں گے مجھے اس خواہ مخواہ کی زحمت کی کیا

ضرورت ہے یا اصحاب نے فرمایا ہوگا "کہ حضور زحمت نہ فرمائیں ہم آپ ہی انتظام کر لیں گے۔
ششم کیا آیۂ اکمال دین کے بعد بھی قرآن نازل ہوا ہے۔ اگر ہوا ہے تو اس تکمیل کے کیا معنی ہیں۔ اگر نہیں تو پھر مرض الموت میں کس بات کا انتظار تھا۔ دین (قرآن) آپ کی حیات اور زمانہ صحت میں مکمل نازل ہو چکا تھا۔

ہفتم۔ وہ نسخہ جو رسول اللہ نے لکھوایا تھا اس کو ان اصحاب نے دیکھا بھی یا نہیں۔ اگر دیکھا ہی نہیں تو یہ کیسے خیال کر لیا گیا کہ وہ مکمل نہ تھا اور جو پنچایت نے بنایا اور ترتیب دیا وہ مکمل ہوا؟ اور اگر دیکھا تھا تو اس کے ہوتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے کس لئے قرآن کی ہڈیاں ٹٹولنی پڑیں۔ اس کی صداقت یا صحت میں کیوں شبہ ہوا؟

ہشتم۔ کیا آخری وقت میں ان صحابہ میں سے کسی عاشق دین اور مستِ مئے اسلام نے رسول اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ حضور کتاب اللہ کا وہ مسودہ کہاں ہے جو حضور نے لکھوایا ہے؟ عقل تو اسی بات کو چاہتی ہے کہ جس وقت رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ قلم و دوات لاؤ تاکہ میں وصیت لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اس وقت "حسبنا کتاب اللہ" کے قائلین کا فرض اولین یہی تھا کہ وہ عرض کرتے کہ ہمیں کتاب اللہ کا مسودہ عنایت کر دیجئے۔ وہ ہی ہمیں کافی ہے۔ مگر کوئی تاریخ اس کی شہادت نہیں دیتی "حسبنا کتاب اللہ" تو حیات رسولؐ میں کہدیا گیا مگر کتابِ اللہ اجماع صحابہ اور ان کی پنچایت کی دست نگر رہی اور بعد رسول کے بعد بڑی ردّ و بدل اور تحریق و تخریق و محو و اثبات کے بعد جمع ہوئی یا بقول صاحب رشد الراشدین مکمل صورت اختیار کی لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّکِرٍ؟ دین "رائے"، "قیاس" اور "ہوگا" "ہوگی" "ہو سکتا ہے" "ہو سکتا ہوگا" سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا خیالی قیاس اور عقلی ڈھکوسلے کتاب اللہ کے لئے تراشے جاتے ہیں؟ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (نحل ۵)

یہاں مدعیان قرآن فہمی یا اہل القرآن کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک کے اختلاف کے متعلق جو کچھ لکھا گیا۔ یہ سب جھوٹی روایات کی بدولت ہے اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر احادیث و روایات کو ترک کر دیا جائے تو سب اختلافات رفع ہو جائیں۔ ہم اس کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں مگر پھر اہل القرآن یہ بتلائیں کہ آخر ان کو یہ قرآن جو آج ان کے پاس ہے کیسے ملا۔ کس طرح پہنچا۔ کس سے پہنچا؟ اور اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ وہ ہی حقیقت ہے جو اب سے تیرہ سو برس قبل قلب محمد عربی پر نازل ہوئی تھی۔ کیا

اس قرآن کے قرآن منزل من اللہ ہونے کا ثبوت سوائے تواتر احادیث و روایات کچھ اور بھی ہے؟ ہرگز
نہیں صرف سلسلہ تواتر ہی سے قرآن پہنچا ہے۔ اسی سلسلہ سے پہنچا ہے جس سے احادیث نبوی پہنچی ہیں
جس سے بعثت نبیؐ کی خبر پہنچی ہے۔ اگر یہ سلسلہ قابل اعتماد نہیں ہے تو اس کی کیسے تصدیق ہوگی کہ یہ قرآن
وہی ہے اور قابل عمل ہے؟ یہ روایت ہے کہ قرآن اپنی صداقت کی آپ ہی دلیل ہے۔ یعنی جو قرآن ہو
وہ ضرور کلام خدا ہے معجزہ ہے۔ لیکن پہلے اس کی دلیل چاہئے کہ یہ کلام خدا ہے قرآن منزل علے
رسولؐ اللہ ہے؟ اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ کیونکہ ایسا کوئی نہیں بنا سکتا اس لئے معلوم ہوا کہ یہ کلام خدا
ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس کا امتحان کیا جا چکا ہے کیا ہر ایک آیت اس کی اس امتحان کے بعد تسلیم کیگئی
ہے؛ اچھا یہ بھی مسلم کہ یہ جو کچھ ہے کلام اللہ ہے۔ اس کی ہر ایک آیت دنیا کے علماء عربی پر پیش کی جاچکی
ہے اور جب کوئی اس کا جواب نہ لکھ سکا تو اس کو معجزہ تسلیم کر کے مان لیا گیا کہ یہ بے شک، قرآن ہے
لیکن حجم قرآن کی نسبت کیا کہا جائے گا؟ یہ جو کچھ ہے قرآن ہے ممکن ہے کہ اور بھی ہو مسلمانوں کو نہ ملا ہو
نہ پہنچا ہو؟ یہاں یہی کہنا پڑے گا کہ تواتر اہل اسلام نے ثابت کر دیا ہے کہ بس یہی قرآن ہے اور نہ تھا بغیر
تسلیم تواتر اس کے قرآن ہونے اور اسی قدر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے او۔ اسی واسطے ہم نے ان
اختلافات روایات جمع قرآن کو الزاماً پیش کیا ہے کہ اگر احادیث کو بوجہ ضعفِ سند یا اختلاف و تناقض
ترک کیا جائے گا تو جمع و ترتیب قرآن کی روایات بھی [illegible] اور اسی سلسلہ سے قرآن پہنچا ہے وہ
بھی متروک العمل ماننا پڑے گا۔ فتفکر و فیہ۔

مدرک اختلاف و افتراق

ہمارے ان استدلالات سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اختلاف و افتراق امت اسلامیہ کا سبب اختلاف احادیث
نہیں ہے اور یہ کہ اگر ان شبہات ثلاثہ کی بنا پر اول قابل تقلید نہیں تو ثانی بھی اسی اختلاف اور انہی
شبہات کی بنا پر لائق اتباع نہیں۔ لہٰذا جہاں حدیث نبوی کو ترک کیا جاتا ہے وہاں کتاب الٰہی کو
بھی چھوڑ دیا جائے۔ یہ غلط ہے کہ احادیث میں اختلاف و تناقض و ضعف اسناد کی وجہ سے امت محمدی
میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان فرقے فرقے ہو گئے۔ کیونکہ اول تو اختلاف ظاہری
مرض الموت میں یوم الخمیس ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور وہ احادیث نبوی کے اختلاف کی بنا پر نہ ہوا تھا بلکہ
صریح انکار حدیث نبوی و ردِ حکم و وصیت محمدی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور یہ اختلاف بھی اسی وقت پیدا
نہیں ہوا تھا بلکہ اس اختلاف اور اس تنازع اور اس شور و شغب کا موجب پہلے ہی موجود تھا اور اکثر قلوب
میں مذکور تھا اور اس کے ظہور پذیر ہونے کا یہ خاص موقع تھا۔ اگرچہ فدائیان اسلام اور صحابہ کرام کے دل

میں حقیقی اور واقعی عظمت و محبت رسول کی جاگزیں تھی اور اس کی صداقت و حقانیت ، "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" پر اذعان و ایقان کامل حاصل تھا تو منہ در منہ رد قول رسول کی جرأت کہاں سے پیدا ہوئی۔ کیا یہ اختلاف روایات مختلفہ کی بنا پر یا ضعف سند کی باعث تھا یا تناقض احادیث کے سبب سے پیدا ہوا تھا؟

دوسرے اس حادثہ جانکاہ اور حادثہ ہوش ربا کے بعد جو کچھ سقیفہ میں دھینگا مشتی کھینچا تانی ہوئی اور "منا امیر کم و منکم امیر" یا "منا امیر و منکم وزیر" کی صدائیں بلند ہوئیں اور یہ نوبت پہنچی کہ قریب تھا کہ بعض صحابی قتل ہو جائیں۔ کیا اختلاف روایات و احادیث کی بنا پر یہ اختلاف پیدا ہوا تھا؟ اور ضعف سند روایات سے یہ شور مچا تھا؟

تیسرے۔ کیا جنگ جمل حضرت امیرالمومنین امام المتقین قاتل الکفار و المشرکین و المنافقین اور بعض صحابہ عشرہ مبشرہ اور حضرت ام المومنین عائشہ کے درمیان اختلاف روایات و احادیث کی بنا پر ہوئی تھی یا جنگ علیؑ اور معاویہ کا سبب اختلافِ روایات تھا؟

چوتھے۔ جیسا اختلاف مثلاً احادیث میں ہے ایسا ہی علماء اسلام میں قرآن کے معانی میں ہے اور جو کتب تفاسیر کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تفاسیر میں جو اختلاف بوجہ ترک احادیث و تفاسیر نبوی ہوا ہے وہ بوجہ اخذِ احادیث نہیں ہوا ہے۔ تفاسیر میں سوائے شاذ و نادر بہت ہی کم کہیں قول رسول لیا جاتا ہے زیادہ تر اپنی قیل و قال سے کام چلایا جاتا ہے۔ پس یہ درست نہیں ہے کہ اختلاف اور افتراق امت مرحومہ کا اصل سبب اختلاف روایات و احادیث ہے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ احادیث و روایات میں کیوں اختلاف ہوا۔ کہاں سے ہوا اور کب سے ہوا؟ وہ ہی اصل اختلاف و افتراق امت کا سبب ہے اور اختلاف احادیث خود اس اختلاف کا اثر اور نتیجہ ہے اس کی تحقیق کرو۔ جو امر خانہ رسولؐ میں حیات رسولؐ میں نزاع و فساد اور چیخ و پکار کا موجب تھا اور وہی ترک وصیت پیغمبری اور قول "حسبنا کتاب اللہ" کا باعث ہوا اور اسی دن سے یہی مقولہ "حسبنا کتاب اللہ" دائمی اختلاف و افتراق کا سبب بنا۔ خانہ رسول اللہ میں شور و شغب کا مدعا یہی تھا کہ نقطۂ مرکزیت اسلام کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور معیار حق و باطل کو مشتبہ کر دیا جائے۔ رسالت اور نیابت رسالت کو ایک مرکز پر جمع نہ ہونے دیا جائے۔ دین کی باگ علماء ربانی اور معصوم ہستیوں کے ہاتھ میں نہ رہنے پائے۔ رسول اللہ نے اپنے بعد اپنے دو جانشین اور خلیفہ چھوڑے تھے۔ ایک کتاب خدا اور دوسرا آل عبا یعنی علم رسالت اور عالم علم رسالت۔ جیسا کہ علامہ طبرانی نے جامع کبیر میں روایت

کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْض"

اور "لَنْ یَّفْتَرِقَا" فرما کر رسول اللہ نے یہ دکھلا دیا تھا کہ دونوں چونکہ ایک دوسرے سے وابستہ اور لازم وملزوم ہیں، اس لئے مرکزیت اسلام ایک ہی نقطہ پر رہے گی دو جگہ منقسم نہ ہوگی۔ کتاب خدا اور آل عبا ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے اور نہ اختلاف پڑے گا۔ جب یہ دونوں جدا کر دیئے گئے اور "حسبنا کتاب اللہ" کا کلیہ یا نظریہ قرار دیکر علماء کتاب اللہ حفاظ کتاب اللہ کو کتاب اللہ سے علیحدہ اور جدا کر دیا گیا۔ اختلاف کا راستہ کھل گیا اور کتاب اللہ لے کر جس نے جو دل چاہا کہا۔

"وَتَقَطَّعُوْا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ"

اور مقدمہ سقیفہ اور تکمیل بیعت اجماعی، مقصد "حسبنا کتاب اللہ" اور افتراق کتاب اللہ و آل عبا کی تکمیل تھی اور اس تفرق امت وتحول مرکزیت اسلام سے۔ اختلاف احادیث کی بنیاد پڑ گئی اور رفتہ رفتہ حدیث سازی کے دفتر قائم ہونے لگے۔ سرکاری فرمان جاری ہوئے اور انعام دیئے گئے (کما سیجئی) واقعات عالم سے کیوں چشم پوشی کی جائے اصل کو چھوڑ کر فرع کو کیونکر پکڑا جائے تاریخ کو پڑھو اور خوب غور کرو کہ اختلاف، احادیث وروایات کے اسباب کیا ہیں؟

معیار اتحاد و اتفاق

اگرچہ اس عنوان سابق میں اس کا جواب اجمالی خود آگیا ہے۔ تاہم اس اجمال کی فی الجملہ تفصیل بھی کئے دیتے ہیں۔ یعنی فی الحقیقت مسلمانوں کے اس افتراق اختلاف اور اضمحلال اور زوال وفتنال کا باعث وہ ہی حکم رسول اللہ کا رد کرنا اور قبول وصیت سے انکار کرنا اور مرکزیت اسلام بدل دینا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میری اس وصیت پر عمل کروگے تو گمراہ نہ ہوگے۔ اس کا مفہوم مخالف صاف یہ تھا اگر عمل نہ کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ پیغمبر صادق کا قول صحیح ہوا۔ وصیت ترک کی گئی اور گمراہی اسی وقت سے شروع ہوگئی "اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ الآیۃ" اگر دلوں میں وہ بات نہ ہوتی جس نے "حسبنا کتاب اللہ" کہلوایا تھا اور وارثان علم الٰہی اور معصوم برگزیدگان خداوندی کی مرکزیت پر اتفاق کر لیتے تو یہ نتائج ہرگز مرتب نہ ہوتے۔ یہ سب معیار حق وباطل مسلم نہ رہتے اور مرکزیت ٹوٹ جاتی کے نتائج ہیں اگر ایسا ہوتا تو نہ احادیث میں اتنا اختلاف ہوتا نہ محمد بن اسمٰعیل بخاری کو چھ لاکھ احادیث میں سے کم وبیش چھ ہزار انتخاب کرنے کی جرأت گوارا کرنی پڑتی اور نہ مسلم بن حجاج کو بارہ لاکھ میں سے بارہ ہزار چھٹنے میں دقت پیش آتی اور نہ مسلمانوں کی طرح حدیثیں سنی شیعہ کہلاتیں۔ اور نہ معانی قرآن

اور مقاصد کلام اللہ اور تفسیر کتاب اللہ میں اختلاف ہوتا۔ اگر ہوا کرتا تو بھی اس معیار سے دفع ہو جایا کرتا جیسا کہ رسول اللہ کے زمانے میں اس جناب سے رفع ہوتا تھا۔ اگر ان سے قرآن کے معانی میں رجوع کیا جاتا جو دعویٰ رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس کی سند بھی کہ جتنی آیتیں قرآن میں نازل ہوئی ہیں میں سب کو جانتا ہوں کہ کس کے حق میں نازل ہوئیں۔ کس پر نازل ہوئیں۔ اور کہاں نازل ہوئیں اور خداوند عالم نے مجھے قلب عقول و مدرک اور لسان ناطق عطا کی ہے۔ یا فرماتے ہیں کہ مجھ سے کلام اللہ و کتاب اللہ کی بابت سوال کرو کہ اس کو میں خوب جانتا ہوں۔ ہر ایک آیت کی نسبت کہ رات میں نازل ہوئیں یا دن میں میدان میں نازل ہوئی یا کوہستان میں۔ اگر ان سے قرآن لیا جاتا تو اسکی تلاش میں دربدر نہ پھرنا پڑتا اور خجالت نہ ہوتی۔ قرآن پنچائتی کتاب نہ بنتی۔ ترتیب میں اجتہاد و صحابہ کی محتاج نہ ہوتی۔ " وَاْتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا "

احمد بن حنبل ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ان سے لوگوں نے پوچھا علیؑ کیسے شخص تھے تو آپ نے فرمایا " کَانَ مَا عَلِمْتُهُ حَکِیْمًا وَعِلْمًا وَبَأْسًا وَنَجْدَةً مَعَ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ "

ایضاً ابو حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اور اس سے ایک مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کو علیؑ سے پوچھ کہ وہ سب سے بڑھکر عالم ہے اس نے کہا کہ میں تجھ ہی سے پوچھنا پسند کرتا ہوں۔ کہا۔ کیا ایسے شخص سے سوال کرنے سے کراہیت کرتا ہے جس کو رسول اللہ بچپن سے علم سکھاتے اور اس کے پیمانہ کو بھرتے تھے اور جس کی شان میں فرمایا ہے " اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ " اور جب حضرت عمر کو کوئی مشکل پیش آتی تھی علیؑ سے حل کرتے تھے۔ انتہٰے

اور امام رازی " میں حضرت علیؑ کا یہ ارشاد ہے " عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ یَفْتَحُ مِنْ کُلِّ بَابٍ اَلْفُ بَابٍ "

ہم اگر یہاں چاہیں تو علم حضرت علیؑ کے باب میں ایک مکمل کتاب لکھ سکتے ہیں مگر علمائے اسلام سلفاً و خلفاً اس بارے میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ یہاں اشارات ہی کافی ہیں۔ کچھ حصہ اول میں بھی لکھا جا چکا تھا۔ اگر کسی کو قرآن کا علم بوراثت باطنیہ رسول اللہ سے پہنچتا ہے تو پہلا شخص اس کے علیؑ ہیں اور اگر علمائے اسلام کے نزدیک نبیؐ کے سوا کسی کو صاحب علم لدنی کہا جا سکتا ہے تو وہ آل محمد ہی ہیں جن میں سب سے اول علیؑ ہیں۔ اگر باب علم نبی دنیا میں کوئی ہے تو علیؑ اور اولاد علیؑ ہی ہیں۔

امام غزالی جیسے بزرگواروں نے حضرت خضر کی طرح حضرت علیؑ کے عالم علم لدنی ہونے کا اقرار

کیا ہے۔ اگر یہ صاحب علم لدنی نہ ہوتے تو وقت ولادت کیونکر کتاب اللہ کی تلاوت فرماسکتے اور کیونکر کتب سماوی کے عالم ہوتے (دیکھو حدیث، وسادہ۔ اربعین امام فخر الرازی وغیرہ) کیونکر نہوں؟ وہ "امام مبین" ہیں۔ "وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ "اَنَا وَاللّٰهِ الْاِمَامُ الْمُبِيْنُ اُبَيِّنُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ وَوَرِثْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ" "خدا کی قسم وہ امام مبین جس میں ہر شئے کا علم احصار کیا گیا ہے۔ میں ہی ہوں۔ میں حق کو باطل سے جدا کرتا ہوں اور میں ہی علم رسول اللہ کا وارث ہوا ہوں۔

رسول اللہ سے حضرات شیخین نے امام مبین کے معنی دریافت کئے اور کہا کیا اس سے مراد توریت ہے؟ فرمایا نہیں" عرض کیا۔ پھر کیا قرآن ہے؟ فرمایا "نہیں" اتنے میں علیؑ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ "امام مبین یہ علیؑ ہے"۔ "هُوَ هٰذَا اِنَّهُ الْاِمَامُ الَّذِيْ اَحْصَى اللّٰهُ فِيْهِ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ"۔

ایضاً آپ نے فرمایا ہے ہر ایک علم جو اللہ نے مجھ کو تعلیم دیا۔ میں نے علیؑ کو تعلیم دیدیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہر شئے کا علم میرے اندر احصا کیا اور میرے سینے میں ودیعت کیا۔ اور میں نے وہ سب اس امام المتقین "امام مبین میں احصار کردیا۔ جو کچھ بھی اللہ نے مجھکو پڑھایا میں نے اس کو بتادیا (الاحتجاج والصافی) یہی وجہ تھی کہ آپ کے سوا کوئی "سَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ الخ" کا دعوےٰ نہ کرسکا اور نہ کرسکتا تھا جیسا کہ سعید المسیب اور ابو عمر نے کہا ہے "لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِ الرَّسُوْلِ يَقُوْلُ "سَلُوْنِيْ" اِلَّا عَلِيًّا"۔ "مَا كَانَ اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَقُوْلُ سَلُوْنِيْ غَيْرَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ" (احمد بن حنبل والبغوی) یہ دعوےٰ صرف وہ ہی امام مبین کرسکتا ہے جو علم حقائق عالم و علم حقائق کتاب اللہ تعلیم الٰہی و بوراثت محمدی اپنے سینے میں رکھتا ہے۔ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ وَلَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اَعْلَمُ كِتَابَ اللّٰهِ وَفِيْهِ بَدْءُ الْخَلْقِ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَفِيْهِ خَبَرُ السَّمَاءِ وَخَبَرُ الْاَرْضِ وَخَبَرُ الْجَنَّةِ وَخَبَرُ النَّارِ وَخَبَرُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَاَنَا اَعْلَمُ ذٰلِكَ كُلَّهُ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَيَقُوْلُ تَعَالٰى ثُمَّ اَوْرَثْنَا هٰذَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا وَنَحْنُ الَّذِيْنَ اصْطَفَانَا اللّٰهُ جَلَّ شَانُهُ وَاَوْرَثَنَا هٰذَا الْكِتَابَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ"

ایضاً آپ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اَوْضَحَ بِاَئِمَّةِ الْهُدٰى مِنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ دِيْنَهُ وَاَبْلَجَ بِهِمْ بَاطِنَ يَنَابِيْعِ عِلْمِهٖ فَمَنْ عَرَفَ مِنَ الْاُمَّةِ وَاجِبَ حَقِّ اِمَامِهٖ وَجَدَ حَلَاوَةَ اِيْمَانِهٖ وَعَلِمَ فَضْلَ طَلَاوَةِ اِسْلَامِهٖ لِاَنَّ اللّٰهَ نَصَبَ الْاِمَامَ

عِلْمًا لِخَلْقِهِ وَحُجَّةً عَلَى اَهْلِ اَرْضِهِ اَلْبَسَهُ تَاجَ الْوَقَارِ وَغَشَاوَةَ الْجَبَّارِ يَمُدُّهُ بِسَبَبٍ مِنَ السَّمَاءِ لَا يَنْقَطِعُ مَوَادُّهُ وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِجِهَةِ اَسْبَابِهِ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مَعْرِفَةَ الْعِبَادِ اِلَّا بِمَعْرِفَتِهِ الْاِمَامِ فَهُوَ عَالِمٌ بِمَا يَرِدُ عَلَيْهِ مِنْ مُلْتَبِسَاتِ الْوَحْيِ وَمُعَمَّيَاتِ السُّنَنِ وَمُشْتَبِهَاتِ الْفِتَنِ فَلَمْ يَزَلِ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَخْتَارُهُمْ لِخَلْقِهِ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ مِنْ عَقَبِ كُلِّ اِمَامٍ يَصْطَفِيهِمْ لِذٰلِكَ وَكُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ اِمَامٌ نَصَبَ اللّٰهُ لِخَلْقِهِ مِنْ عَقَبِهِ اِمَامًا عَلَمًا بَيِّنًا وَمَنَارًا نَيِّرًا اَئِمَّةٌ مِنَ اللّٰهِ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ وَخِيَرَةً مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَنُوْحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَصَفْوَةً مِنْ عِتْرَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِصْطَنَعَهُمُ اللّٰهُ فِي عَالَمِ الذَّرِّ قَبْلَ خَلْقِ جِسْمِهِمْ عَنْ يَمِيْنِ عَرْشِهٖ مَحْبُوًّا بِالْحِكْمَةِ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ عِنْدَهٗ وَجَعَلَهُمُ اللّٰهُ حَيَاةَ الْاَنَامِ وَدَعَائِمَ الْاِسْلَامِ (ینابیع المودۃ ص۲۲ تا ۲۳ - بحار الانوار وغیرہما)

اس میں حرف بحرف وہی بیان ہے جو کچھ ہم ثابت کر چکے ہیں اور گویا یہ آیہ مجیدہ "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوْحًا وَّآلَ اِبْرَاهِيْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" اور آیہ مبارکہ "وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ" (سورہ انبیاء) کی تشریح اور توضیح ہے وَهُوَ الْحَقُّ۔ امام مبین کی یہی شان ہے۔ کتاب مبین اسی کے سامنے روشن ہوتی ہے۔ اور وحی کی روشنی میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت باقر علیہ السلام فرماتے ہیں "ہم ہی وہ امام ہیں اور ہم کو ہر ایک فعل خیر کی وحی کی گئی ہے" (برہان۔ بحار۔ وغیرہما)

"وَتَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ" وَعَنِ الصَّادِقِ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا اَعْطَاهُ مِنَ الْعِلْمِ بَعْضَهٗ مَا خَلَا النَّبِيَّ فَاِنَّهٗ اَعْطَاهُ مِنَ الْعِلْمِ كُلَّهٗ فَقَالَ نَبِيًّا فَالِكُلِّ شَيْئٍ وَقَالَ كَتَبْنَا لِمُوْسٰى فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ وَقَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ وَلَمْ يُخْبِرْ اَنَّ عِنْدَهٗ عِلْمَ الْكِتَابِ "وَمَنْ لَا يَقَعُ مِنَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمِيْعِ وَقَالَ لِمُحَمَّدٍ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ وَهٰذَا الْكُلُّ وَنَحْنُ الْمُصْطَفَوْنَ الخ۔ وَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا طَلْحَةُ اَنَّ كُلَّ آيَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عِنْدِيْ بِاِمْلَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَطِّيْ بِيَدِيْ بِتَاوِيْلِ كُلِّ آيَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَكُلِّ حَرَامٍ وَحَلَالٍ اَوْ حَدٍّ وَحُكْمٍ اَوْ شَيْئٍ تَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْاُمَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ عِنْدِيْ مَكْتُوْبٌ بِاِمْلَاءِ

وَصِیٌّ بِیَدِیْ عَلٰی اَرْضِ اَحَدٍ ... قَالَ صَحِیْحَۃٌ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ اَوْ خَاصٍّ اَوْ عَامٍّ
اَوْ کَانَ اَوْ یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَھُوَ مَکْتُوْبٌ عِنْدَکَ قَالَ نَعَمْ وَسِوٰی ذٰلِکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَسَرَّ اِلَیَّ فِیْ مَرَضِہٖ مِفْتَاحَ اَلْفِ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ یَفْتَحُ کُلُّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ - وَلَوْ اَنَّ الْاُمَّۃَ
بَعْدَ قَبْضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِتَّبَعُوْنِیْ وَاَطَاعُوْنِیْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ اِلٰی آخِرِہٖ

(ساطع بحار ۔ تاسع بحار)

خلاصہ یہ کہ ہر ایک نبیؑ کو حسب ضرورت زمان ومکان واقتضاء مصلحت الٰہی علم جزی دیا گیا اور ہمارے پیغمبر کو علم کلی (اور مقام ختم اسی کو مقتضی تھا) اور وہ علم کل بوراثت ظاہری وباطنی علیؑ اور اولاد علیؑ کو عطا ہوا۔ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا" اسی واسطے حضرت علیؑ طلحہ سے فرماتے ہیں اے طلحہ ہر ایک آیت جو رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی وہ میرے پاس ہے رسولؐ اللہ کی لکھائی ہوئی اور اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ہر ایک آیت کی تاویل اور ہر ایک حکم حرام وحلال اور حدود اور ہر ایک شے جس کی امتِ محمدی کو قیامت تک ضرورت ہے سب میرے پاس ہیں۔ رسولؐ اللہ کی لکھائی ہوئی اور اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی۔ یہاں تک تاوان خدشہ تک طلحہ نے کہا۔ کیا ہر ایک بات چھوٹی ہو یا بڑی عام ہو یا خاص گذشتہ کی ہو یا آئیندہ کی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ بلکہ کچھ اس سے بھی سوا۔ کیونکہ رسولؐ اللہ نے مرض الموت میں وہ ہزار مفاتیحِ علم سری طور پر عطا فرمائیں جن میں سے ہر ایک مفتاح علم سے ہزار ہزار باب علم منکشف ہوتے ہیں۔ اور اگر امتِ محمدی بعد رسولؐ اللہ میری پیروی اور میری اطاعت کرتی تو نعمت ظاہری وباطنی سے مالامال ہوتی۔

ایسی روایات کتب فضائل ومناقب فریقین میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جو صاف دلالت کرتی ہیں کہ کتاب اللہ کا علم حقیقی ان ہیاکل توحید ومظاہر علم وحکمت وقدرت الٰہی کے پاس ہی ہے

اور اس سے خوب واضح ہے کہ اختلاف وافتراق امت مرحومہ کا سبب ثانی ثقلین اور تالی کتاب اللہ کا ترک اور "حسبنا کتاب اللہ" کا بے معنی راگ ہے۔ ورنہ یہ صورت ہرگز دیکھنی نصیب نہ ہوتی جو صورت اسلام یوں مسخ شدہ نظر آتی کہ کفار ہنستیں اور اغیار منہ چڑھیں "یوم الخمیس وما یوم الخمیس" الرزیۃ کل الرزیۃ یَوْمَ حَالُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ وَصِیَّتِہٖ"

"لِیَبْکِ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا"

کتاب اللہ موجود ہے "حسبنا کتاب اللہ" کے قائل بھی موجود ہیں بلکہ بڑھ رہے ہیں۔ پھر اختلاف کیوں ہے۔ توحید میں اختلاف۔ نبوت میں اختلاف۔ امامت میں اختلاف۔ حقائق قیامت میں اختلاف

اصول میں اختلاف۔ فروع میں اختلاف۔ نماز میں اختلاف۔ روزے میں اختلاف۔ زکوٰۃ میں اختلاف خمس میں اختلاف۔ حج میں اختلاف۔ جہاد میں اختلاف۔ فدے میں اختلاف۔ انفال میں اختلاف احادیث میں اختلاف۔ روایات میں اختلاف۔ تواریخ میں اختلاف۔ تفاسیر میں اختلاف۔ لغت میں اختلاف۔ قواعد زبان میں اختلاف۔ الفاظوں میں اختلاف ان کے اعراب میں اختلاف۔ کھانے پینے میں اختلاف۔ اُٹھنے بیٹھنے میں اختلاف۔ رفتار گفتار میں اختلاف۔ کلام وسلام میں اختلاف۔ کوئی اصل اسلام بتلا دی جائے جس میں کوئی دو فرق اسلامی اختلاف نہ رکھتے ہوں یہ سب اختلاف اسی اختلاف ونفاق اوّلی کی شاخیں ہیں جو حیات رسولؐ خصوصاً مرض الموت رسولؐ میں رونما ہوا اور جو کچھ ظروف قلوب میں تھا وہ چھلک پڑا بلکہ صاف ٹپک پڑا۔

"وَكُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ"

ورنہ اگر بعض فضائل ومناقب میں جزوی اختلاف بھی ہوتا۔ تو عبادات ومعاملات کی تو یہ بُری گت نہ ہوتی۔

پردار نماز آج تیرہ سو برس کے بعد تحقیق رکعات صلوٰۃ میں دماغی بلند پروازی سے یہ پر پرواز عطا نہ کیے جاتے۔ کہ "لَهُمْ اَجْنِحَةٌ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" فرشتے دو دو پر کے بھی ہیں اور تین تین پر کے اور چار چار کے بھی اور فرشتے خدا کے مقرب بندے ہیں اور صلوٰۃ ہمارے تقرب کا موجب ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس کے بھی دو دو۔ تین تین اور چار چار پر (رکعات) ہی ہوتے ہیں" تو کتاب اللہ سے رکعات نماز کا ثبوت ہو گیا"

ہو گیا اور ضرور ہو گیا۔ مگر صرف ایک کمی رہ گئی اتنا اور اضافہ ہونا چاہیے۔ کہ نماز بہشت میں حوروں کے ملنے کا ذریعہ ہے اور "اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ" مشہور حدیث ہے جو یہاں بو وُ گے وہ ہی وہاں کاٹو گے اور دنیا کی حوروں کی بابت اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" جو عورتیں پسند آئیں دو۔ دو۔ تین۔ تین۔ چار۔ چار کر لو۔ اس اضافہ سے استدلال رکعات صلوٰۃ بالکل مکمل ہو جاتا ہے اور پھر کسی کو شبہ کی گنجائش رہ ہی نہیں سکتی خصوصاً جب کہ احادیث میں تصریح ہے کہ وہاں حوریں بھی ملیں گی اور بیویاں بھی تو پھر "حسبنا کتاب اللہ" والوں کی پردار نماز کی صحت میں کس کو چوں وچرا کی گنجائش رہ سکتی ہے۔ استدلال اس کا نام اور قرآن فہمی اس کو کہتے ہیں۔ یہ حضرات ایک بات شاید اور بھول گئے کہ صلوٰۃ کی طرح اخت الصلوٰۃ یعنی زکوٰۃ اور اسی طرح صیام اور حج وجہاد بھی تو موجب تقرب الٰہی ہیں بلکہ "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" بلکہ

جہاد اور اس میں ثابت قدم رہنا۔ معیار صدق ایمان ہے: "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ"۔ اور روزہ بہترین وسیلہ حصول تقویٰ ہے، "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" اور جنت خاص متقیوں کا حق ہے: "اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ" اور قبولیت اعمال تقویٰ پر موقوف ہے "وَاِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ"، اور اس کی جزا خود خدا ہے۔ اس کی قبولیت سے صرف جنت ونعمات جنت نہیں بلکہ خدا مل جاتا ہے۔ فَقَالَ فِي حَدِيْثِهِ الْقُدْسِيِّ الصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجْزٰى عَلَيْهِ" روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں تو ان عبادات کے لئے بھی دو دو۔ تین تین۔ چار چار پر ثابت کرنے چاہئیں تھے۔ یہ قربات ومقربات بغیر پروں کے کیوں رہ گئیں؟ ورنہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ ہر ایک مُقرِّب کے دو دو۔ تین تین۔ چار چار ہی پر پرواز ہوں۔ اور اتنی بھی عقل نہیں کہ فرشتے مقرَّب (بصیغہ اسم المفعول) ہیں یا مقرِّب (بصیغہ اسم الفاعل) ہیں۔ مقربین کو قدرت نے پر عنایت کئے ہیں تو کیا قربات ومقربات بھی پر پرواز کی محتاج ہیں۔ بغیر اس کے نہیں اُڑ سکتی ہیں؟ واللہ کیا پرواز ہے؟ بہت دُور کی سُوجھی "حسبنا کتاب اللہ" کے مدعی ایسے ہونے چاہئیں۔ علم الٰہی کہیں سے سیکھا ہوتا تو کلام الٰہی کو سمجھتے۔ علماء ربانی کی پیروی کی ہوتی تو کتاب ربانی پر مطلع ہوتے۔

کیا واقعی لفظ "اَلصَّلٰوةَ" اپنی حقیقت سمجھانے میں تفصیلات وتفسیرات کا محتاج ہے کیا جو شخص حقیقت لفظ انسان سے واقف ہے اور اس کا صحیح علم رکھتا ہے وہ اس کے سمجھنے یا سمجھانے میں شہادات اور دوسری تفسیرات کا محتاج ہے؟ کہ کس دلیل سے اس کا نطق ثابت کیا جائے کس سے اس کا احساس کس سے اس کا ادراک کلیات کس سے اس کے سماعت کس سے بصارت اور کس سے رفتار اور کس سے گفتار؟ یا جو شخص اس لفظ کی حقیقت کا علم رکھتا ہے اس کے سنتے ہی اسکے ذہن میں اس کی تمام صفات کلیہ وجزئیہ آجاتی ہیں؟ یقیناً ایسا ہی ہے۔

اسی طرح جو شخص لفظ اللہ کی حقیقت سے کما حقہ واقف ہے۔ اسکے سنتے ہی اس کا ذہن جملہ صفات کمالیہ جلالیہ وجمالیہ کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ اللہ کی حقیقت جاننے والے کے ذہن میں ہرگز یہ خیال نہ گزریگا کہ کیا اللہ واجب الوجود بھی ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ کیا اللہ قدیم بھی ہوتا ہے؟ مدرک بھی ہوتا ہے؟ قادر بھی ہوتا ہے۔ ازلی بھی ہوتا ہے؟ ابدی وسرمدی بھی ہوتا ہے؟ یہ تمام خود لفظ اللہ کی حقیقت میں شامل ہیں اور اللہ ایسی ہی ذات کا نام ہے۔ اسی طرح حقیقت "الصلوٰۃ" کا جاننے والا سنتے ہی اس کی تمام صفات پر مطلع ہو جاتا ہے۔ تمام احکام یا صفات صلوٰۃ تکبیر وقیام وقعود ورکوع وسجود وغیرہ سب اسکی

حقیقت میں داخل ہیں اور تفصیلات کے محتاج نہیں ہیں۔ جو اس کی حقیقت کو جانتا ہے وہ اس لفظ کے ساتھ ہی سب کچھ سمجھ جاتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ کسی طرح بھی بغیر اس کے عالم وعارف کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتا لفظ صلوٰۃ ہی قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود و رکعات سب موجود ہیں مگر یہ حقائق شرعیہ ہیں اور ان کی حقیقت کو شارع اور صاحب شرع ہی جانتا ہے۔ اور وہ ہی بتلا سکتا ہے کہ صلوٰۃ کے کیا معنی ہیں اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ زکوٰۃ کس کو کہتے ہیں۔ حج سے کیا مراد ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول تیئیس ۲۳ سال تک یعنی تا نزول آخر آیت قرآن۔ حقیقت نماز کو معلوم نہ کر سکتا اور اس وقت تک نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ نہیں وہ جانتا تھا اور اس نے پڑھکر دکھادی اور کہدیا "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" ورنہ کسی کی مجال نہ تھی جو لفظ "الصلوٰۃ" سے یہ عبادت خاصہ مستنبط کر سکتا کیونکہ یہ اس کے لغوی معنی نہیں ہیں۔ اور نہ عرب میں اس کی کیفیت خاصہ کی کوئی عبادت تھی جس کو وہ صلوٰۃ کہتے ہوں یہ حقیقت شرعیہ ہے اور شارع نے مقرر کی ہے شارع جانتا ہے یا وہ جانتے ہیں "جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ" ان سے پوچھو سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور ہرگز اختلاف نہ ہوگا۔ ان سے کتاب اللہ کے معانی حل ہوتے ہیں۔ ان سے جنت کا سیدھا راستہ ملتا ہے۔ علم زمین ملتا ہے۔ علم آسمان ملتا ہے۔ علم معاد ملتا ہے۔ علم معاش ملتا ہے۔ علم مخلوقات ملتا ہے۔ علم خالق کائنات ملتا ہے بلکہ ؎

ان سے جو مانگئے اس سے بھی سوا ملتا ہے
ایسے بندوں ہی کے ملنے سے خدا ملتا ہے

اہل حق میں اختلاف کیوں ہے

کہنے والے کہہ سکتے ہیں بلکہ کہتے ہیں اگر یہ بات ہے کہ حق اہلبیت رسالت ہی کے ساتھ ہے تو پھر ان کے ماننے والوں میں کیوں اختلاف ہے؟ اس کا جواب پہلے آچکا ہے یعنی اختلاف کے ہوتے ہوئے اتفاق واتحاد کیسے ممکن ہے اگر کل اہل اسلام بالاتفاق ائمہ حق کو مان لیتے تب اختلاف باقی نہ رہتا۔ لیکن چونکہ سب نے ائمہ حق کو نہیں مانا بلکہ اکثر نے ائمہ ضلال کی پیروی کرلی "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ" اس لئے اختلاف باقی رہا یعنی اہل حق اسی جماعت مسلمین میں تھے۔ انہی میں سے تھے کہیں جدا دوسرے ملک میں نہ رہتے تھے۔ جہاں اسباب اختلاف موجود تھے۔ اگر تمام اہل اسلام ائمہ حق کو صحیح معنی میں تسلیم کر لیتے اور پھر بھی اختلاف باقی رہتا یا پیدا ہوتا تب یہ اعتراض درست ہوتا اور جب رافع اختلاف پر اتفاق نہ ہوا تو اختلاف ضروری ہوا۔

حق باطل کے ساتھ مشتبہ اور ملتبس تھا اور اسی گروہ مسلمین میں ایک جماعت منافقین بھی موجود تھی جو ہمیشہ تخریب اسلام کے لئے رخنہ اندازی کرتی اور جھوٹی خبریں اور حدیثیں بیان کرتی اور اڑاتی رہتی تھی اور ان کی پیشانی پر ایسا کوئی امتیازی نشان نہ تھا جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں کہ یہ منافق ہیں ان سے نہ ملو اور ان کی حدیث نہ سنو۔ ان سے میل نہ رکھو ان کی بات پر کان نہ دھرو۔

اول تو اہل حق میں اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جزئیات و فروعات میں جزوی اختلاف ہے اور وہ دوسروں کی بدولت ہے۔ منافقین کی عنایت ہے۔ عامۂ مسلمین لوگوں کے میل جول کی بدولت ہے۔ جب اہل حق و اہل باطل جدا جدا ہو جائیں گے اس وقت دنیا سے اختلاف بھی اٹھ جائے گا اور حق ہی حق نظر آئے گا۔ تمام روئے زمین پر اسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ مشرق سے مغرب تک ایک دین و مذہب ہوگا۔ اِنَّھُمْ یَرَوْنَہٗ بَعِیْدًا وَّ نَرٰہُ قَرِیْبًا۔

دوسرے۔ اس اختلاف کی حقیقت کو امام برحق نے خود صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی نے جناب امیر سے عرض کیا کہ میں نے "سلمان" "مقداد" اور "ابوذر انصاری" رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ تفسیرات قرآن اور احادیث رسول اللہ ایسی سنی ہیں جو لوگوں کے پاس نہیں ہیں (یا اس کے خلاف ہیں) اور پھر میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ ان تفسیرات اور احادیث کی تصدیق فرماتے ہیں اور میں نے بہت کچھ تفسیر قرآن اور احادیث ایسی دیکھی ہیں جن کی آپ لوگ تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب جھوٹی اور باطل ہیں۔ کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ لوگ رسول اللہ پر عمداً افترا کرتے تھے اور قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے تھے (تفسیر بالرائے حرام ہے) حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے پوچھا ہے تو جواب سن۔ بے شک لوگوں کے پاس حق بھی ہے باطل بھی ہے صدق بھی ہے۔ کذب بھی ہے۔ ناسخ بھی ہے منسوخ بھی ہے۔ عام بھی ہے خاص بھی ہے۔ محکم بھی ہے متشابہ بھی ہے۔ حفظ بھی ہے اور وہم بھی ہے۔ مخطوطات ذہنی بھی ہیں اور متوہمات بھی ہیں۔ اور رسول اللہ پر خود آپ کے زمانے میں ہی جھوٹ بولا گیا اور افترا کیا گیا حتیٰ کہ حضرت ایک دن کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا "اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ الْکِذَابَۃُ فَمَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ" (یہ حدیث مشہور و معروف ہے اگر یہ صحیح ہے تو بھی تصدیق ہے کہ آپ پر جھوٹ بولا گیا اور اگر یہ حدیث جھوٹی ہے تو بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ پر جھوٹ بولا گیا اور اس حدیث کی تہمت لگائی گئی مقصود ہر صورت میں حاصل ہے) پھر آپ کے انتقال کے بعد بھی آپ پر جھوٹ بولا گیا (اور لاکھوں جھوٹی حدیثیں افتراع اور اختراع کر کے آپ کے نام نامی کے ساتھ منسوب کر کے امت مرحومہ کو

تباہ کر دیا) اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارے پاس حدیثیں بس چار شخصوں سے آئی ہیں۔ یا تو کسی منافق سے جو ایمان کا اظہار کرتا تھا اور ظاہری ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور بوجہ منافقت رسول اللہ پر جھوٹ بولنے اور افتراء کرنے سے نہ ڈرتا تھا اور اس کو گناہ نہ جانتا تھا اور اگر لوگ جانتے کہ یہ منافق ہے جھوٹا ہے تو ہرگز اس کی بات قبول نہ کرتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ یہ آخر صحابی رسولؐ ہے۔ اس نے رسولؐ کو دیکھا ہے۔ اس کی حدیث سنی ہے۔ اس لیئے اس سے حدیثیں لے لیں درآنحالیکہ وہ اس کے حال باطنی سے واقف نہ تھے اور اللہ تعالےٰ نے منافقین کی خبر دی ہے اور ان کے بعض اوصاف بیان کیئے ہیں جہاں فرماتا ہے اِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ الآیہ جب اے ہمارے رسول تو ان منافقین کو دیکھ لیگا تو یہ تجھکو بھلے معلوم ہونگے۔ پیشانی پر سجدے کے نشان ہونگے وضع قطع اسلامی ہوگی اور اگر وہ کچھ کہیں گے۔ تو ان کی بات سُنے گا "الآیہ۔ یہ لوگ بعد رسولؐ اللہ باقی رہے اور انہوں نے اپنے کذب و افتراء اور تہمت و بہتان سے ائمہ ضلال اور حکام جور کے پاس تقرب حاصل کر لیا انہوں نے ان کو والی و حاکم بنا دیا اور لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیا اور ان کے ذریعہ دنیا کو کمایا اور کمایا عام لوگ دنیا اور شاہان دنیا کے ساتھ ہو جاتے ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ بچائے اور توفیق نیک عطا کرے ایک قسم کی روایت کرنیوالے تو یہ ہیں جن سے لوگوں نے بہت کچھ لیا ہے۔

دوسرے بعض وہ راوی ہیں جنہوں نے رسول اللہ سے سنا کچھ انہیں یاد رہا کچھ بھول گئے اور انہوں نے رسولؐ اللہ پر عمداً جھوٹ نہیں بولا۔ پس جو کچھ ان کے پاس تھا اور ان کو یاد تھا اسی پر عمل کرتے اور وہ ہی روایت کرتے اور کہتے کہ ہم نے رسول اللہ سے یہ سنا ہے اور اگر مسلمان جانتے کہ یہ اس راوی کا وہم ہے یا بھول گیا ہے یا اس سے غلطی ہوئی ہے تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ اور اگر ایسے راوی خود ہی یہ جانتے کہ وہ غلطی پر ہیں یہ رسولؐ اللہ سے نہیں سنا بلکہ ان کو وہم ہو گیا ہے یا سہو ہے تو خود اس کو ترک کر دیتے۔

تیسرے۔ وہ راوی جس نے رسول اللہ سے ایک حکم سنا پھر رسول اللہ نے اسکی نہی فرما دی اور منسوخ کر دیا یا ایک نہی کی پھر اس کو منسوخ فرما کر حکم دیدیا پس اس نے منسوخ کو سنا اور ناسخ کے سننے کا اس کو اتفاق نہ ہوا (کیونکہ ہر آن رسولؐ اللہ کے ساتھ نہ رہتا تھا) پس اگر وہ جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا لوگ جانتے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے جو اس نے سنی ہے تو ضرور اس کو ترک کر دیتے۔ مگر چونکہ ناسخ و منسوخ کے عالم نہ تھے قبول کر بیٹھے۔

چوتھے وہ راوی ہیں جنہوں نے رسول اللہ پر جھوٹ نہیں بولا ہے کیونکہ وہ خوفِ خدا
اور تعظیم رسولؐ کی وجہ سے رسول پر جھوٹ بولنے کو بہت بُرا جانتے تھے اور وہ بھولے بھی نہیں بلکہ جو سُنا
ویسا ہی محفوظ رکھا۔ پس جیسا سنا تھا بلا کم و کاست ویسا ہی سنا دیا اور وہ ناسخ و منسوخ کا بھی علم رکھتے
تھے پس انہوں نے ناسخ پر عمل کیا اور منسوخ کو ترک کر دیا۔ کیونکہ حدیث رسولؐ بھی کتاب اللہ اور کلام
خدا کی طرح ناسخ و منسوخ ہوتی ہے۔ خاص و عام بھی ہوتی ہے محکم و متشابہ بھی ہوتی ہے۔ اور کبھی
رسول اللہ کا کلام کلام اللہ کی طرح ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس کی دو صورتیں ہوتی تھیں ایک عام دوسری
خاص اور خدا نے فرمایا ہے "مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" پس جو
حقیقت کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کا عارف و واقف نہیں ہے وہ نہیں سمجھ سکتا کہ خدا و رسولؐ
نے اس کلام سے کیا مراد لی ہے اور کل اصحاب رسول اللہ ایسے نہ تھے کہ جو کچھ پوچھتے تھے وہ
سمجھ بھی جاتے تھے۔ بعض ایسے تھے کہ پوچھتے تھے اور سمجھ نہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ منتظر رہتے تھے
کہ کوئی بدوی آئے اور وہ رسول اللہ سے کچھ پوچھے تا کہ یہ بھی سمجھ لیں اور میں روزانہ رات اور دن میں
ایک ایک دفعہ ضرور رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جن میں وہ مجھ سے تخلیہ فرماتے تھے۔ اور میں
ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور اصحاب رسولؐ جانتے ہیں کہ یہ بات میرے ہی لئے مخصوص تھی۔ اور
کسی سے ایسی خلوت نہ تھی اور اکثر آپ میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لے آتے تھے۔ اور جب میں
آپکے کسی گھر میں داخل ہوتا تو آپ تخلیہ کرا دیتے اور مستورات کو ہٹا دیتے تھے کہ میرے سوا کوئی نہ رہتا
تھا اور میرے گھر میں آپ تخلیہ فرماتے تو فاطمہ کو نہ اٹھاتے تھے وہ ہمارے ساتھ رہتی تھیں اور میرا
کوئی بچہ علیحدہ نہ کیا جاتا تھا۔ یہ پنجتن سب جمع رہتے تھے اور جب میں کوئی بات پوچھتا تو مجھے جواب دیتے
اور جب میں خاموش ہو جاتا یا سوالات ختم ہو جاتے تو آپ خود ابتدا فرماتے۔ پس جو آیت قرآن
رسولؐ اللہ پر نازل ہوتی وہ ضرور مجھے سنائی۔ پڑھائی۔ لکھوائی جاتی میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی اور
مجھے اس کی تاویل۔ تفسیر اور ناسخ و منسوخ۔ محکم و متشابہ۔ عام و خاص سب تعلیم دیا اور آنجناب نے
اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے حفظ و فہم عطا فرمائے۔ پس جب سے رسولؐ اللہ نے یہ دعا کی ہے میں کوئی
آیت بھولا اور نہ اس کی تفسیر و تاویل جو بتلائی تھی اور جو کچھ حلال و حرام۔ امر و نہی اور گذشتہ و آئندہ
کی جو بات نازل ہوئی وہ سب آنحضرت نے مجھے تعلیم دی اور میں نے اس کو محفوظ رکھا اور ایک حرف
بھی نہیں بھولا۔ پھر رسولؐ اللہ نے میرے ہی سینے پر ہاتھ رکھکر دعا کی اللہ اس کو علم و فہم و حفظ اور نور سے پُر
کر دے میں عرض کیا یا رسول اللہ میں اس وقت تک کسی بات کو نہیں بھولا۔ اور کوئی بات مجھ سے

فوت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد تو نسیان کا خوف نہیں ہے؟ فرمایا نہیں اور نہ جہل کا خوف ہے اس روایت سے واضح ہے کہ اہل اسلام میں روایتی خلافت کن کن وجوہات سے پیدا ہوا اور یہ کہ اسکو وہ ہی رفع کر سکتا ہے جو قرآن اور حدیث کا حقیقی اور صحیح علم رکھتا ہو۔ اور محکم و متشابہ۔ عام و خاص اور ناسخ و منسوخ کو جانتا ہو۔ صدق و کذب میں تمیز کر سکتا ہو۔ سہو و نسیان سے بری ہو۔ اور جس کو رسول اللہ نے اپنا رازدان بنایا ہو اور اپنا علم سپرد کیا ہو وہ ہی جانتا ہے کہ فلاں مقام پر فلاں آیت سے کیا مراد ہے۔ اور کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی غیر صحیح۔ کون سی حق ہے کون سی باطل وہ ہی معیار حق و صدق ہے اور یہ خصلت فی الحقیقت معصوم امام مبین ہی میں پائی جا سکتی ہے۔ اور اسی لئے ضروری ہے کہ ایسا امام جو اس طرح معیار صدق و کذب و حق و باطل اور عالم حقیقی کلام اللہ و کلام رسول ہو دنیا میں موجود ہو ورنہ حجت خدا تمام نہیں ہو سکتی۔ اس کے چھوڑنے اور حسبنا کتاب اللہ" کو معمول بہ بنانے سے یہ سب اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ ہوالحق ؂

اہل القرآن کی ستم ظریفی اور قرآن ناطق پر تیغ ظلم

دنیا عالم فنا، زوال اور تغیر ہے۔ یہاں نہ خوشی کو بقا نہ رنج دالم کو دوام جس کی ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ضرور ہے۔ مگر تجربہ بتلاتا ہے کہ شیفتہ گان جمہوریت کا ظلم اور محمد و آل محمد کی مظلومیت ایسی چیزیں ہیں جن کی حد ہے نہ انتہا۔ جو کچھ کربلا میں ہو گذرا اس کو دیکھ کر اور پڑھ کر یہ کہا جا سکتا تھا کہ بس ظلم و ستم کا کربلا میں خاتمہ ہو گیا۔ مگر نہیں اس کے بعد شہید کربلا کے فدائیوں۔ شہید کربلا کے زائروں اور شہید کربلا کی خاک و تربت پر ظلم و ستم کی بجلیاں گرتی رہیں اور جب قبر سے بھی بدلا لیا جا چکا اور نہ یہ انہدام بلکہ تہیہ محو آثار قبر تک نوبت پہنچ چکی تو یقین کیا جا سکتا کہ اب آزار و اذیت محمد و آل محمد کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر نہیں یہ وہ چیز نہیں جو انتہا پذیری کی احسان مند ہو۔ اور ازمنہ کے ساتھ ساتھ برابر حسین اور حسینیوں پر تیغ ظلم و ستم کھچتی رہی ہے۔ اگر زمانہ نے تیغ زنی کے جوہر سلب کر لئے ہیں تو تیغ زبان اور سنان قلم سے حسینی ماتمیوں اور آل محمد کے سوگواروں کے قلب و جگر زخمی ہوتے رہتے ہیں۔ کون سا مجمع ہے جو اس سے بری ہو۔ کون سا اخبار ہے۔ یا رسالہ یا کتاب ہے جو اس ستم ظریفی سے خالی ہو۔ مسلمانوں میں تبلیغ ہوتی ہے تو اس کی ابتدا اسی طرح سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی مذہب تصنیف ہوتا ہے تو اس کی داغ بیل بھی اسی سے ڈالی جاتی ہے۔ اگر کسی انجمن کی تاسیس ہوتی ہے تو اس کے اصول و ضوابط بھی اسی اساس پر قائم ہوتے ہیں۔ اہل الحدیث ہوں یا اہل القرآن ہوں سب کے نغمۂ تبلیغ و ہدایت کی تان

حسینؑ اور حسینیوں کے ظلم پر جاکر ٹوٹتی ہے "حسبنا کتاب اللہ" کے حصہ اول میں مدعیان قرآن فہمی و اہلبیت قرآن کو سوائے "مصحف ناطق" کی اصطلاح کے کوئی کانٹا نہیں کھٹکا۔ اسی پر شرارا گلا جس کا قلع قمع ہم متعدد جگہ کر چکے ہیں۔ اب سنا جاتا ہے یہ شور مچایا جاتا ہے کہ شہادت حسینؑ کو قرآن سے ثابت کردو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ کہاں تک ہے "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ"۔ "لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ" "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ" خود کلام اللہ کا بیان ہے۔ خدا کا دعویٰ ہے اگر نفیاً یا اثباتاً شہادت حسینؑ کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں تو پھر معاذ اللہ قرآن کا دعویٰ غلط ٹھیرتا ہے۔ اور اگر باوجود وقوع واقعہ نفی ثابت ہوتی ہے تو قرآن کی صداقت کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اگر آج اہل القرآن قرآن سے یہ ثابت کردیں کہ "حسینؑ" نام دنیا میں کوئی شخص گذرا اور نہ اس کی شہادت کا ارض نینوا اور زمین کرب و بلا میں کوئی واقعہ ہوا ہے۔ نہ کوئی یزید تھا اور نہ ابن زیاد تھا نہ عمر تھا اور نہ شمر۔ نہ کوئی لڑائی ہوئی اور نہ کوئی مارا گیا۔ تو تمام دنیا کے غیر مسلمین عقلاء قرآن کے جھوٹے ہونے پر اتفاق کریں گے بلکہ کل تعلیم یافتہ عقلاء اسلام بھی یہی عقیدہ پیدا کرینگے۔ کوئی مرد میدان ہے تو آئے اور یہ ثابت کر دکھائے اگر نہیں تو پھر ہم سے کیا ثابت کرایا جاتا ہے۔ اہل حق اس کے قائل ہیں کہ کتاب اللہ میں ہر ایک شے کا بیان ہے ہر خشک و تر کا ذکر ہے مگر یہ صرف ان کی رائے یا ان کا مذہب ہی نہیں ہے۔ یہ تو خدا کا دعویٰ اور قرآن کا بیان ہے۔ اہل القرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بلا استمداد و استعانت قول مبلغ اسلام و مبین و معلم قرآن۔ ہر ایک شے کو قرآن سے سمجھ لیتے ہیں۔ اور قرآن فہمی میں نہ کسی معلم کی ضرورت ہے نہ مفسر کی نہ قول معصوم کی نہ حدیث پیغمبر کی۔ اور اہل حق میں سے کوئی اس کا دعویدار نہیں کہ وہ ہر ایک بات قرآن سے سمجھ سکتے اور ہر ایک امر گذشتہ و آئندہ اور ارضی و سماوی کو خود استنباط کرسکتے ہیں۔ وہ اتباع ثقلین کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کل حقیقت قرآن پر مطلع ہونا خاصان خدا کا کام ہے اور ان کے نزدیک تفسیر بالرائے حرام ہے وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ قرآن کے حقیقی معلم ہیں۔ جو وہ بیان کریں وہی حق ہے۔ جو وہ تفسیر کریں وہی صدق ہے اور وہ ہر ایک امر و نہی کو کتاب اللہ اور قول معصوم حجت خدا سے لیتے ہیں پھر یہ سوال ان پر کیونکر عائد ہوتا ہے یہ سوال تو ان پر عائد ہوسکتا ہے جو حدیث رسول اور قول معصوم کے منکر ہیں اور کامل عالم قرآن ہونے کے مدعی ہیں۔ اہل حق کہتے ہیں۔ کہ قرآن پاک "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" ہے لیکن "لَا لِكُلِّ أَحَدٍ" بَلْ لِأَهْلِهِ "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" الآیۃ۔ وہ کتاب خدا کو نور امام معصوم کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور اس لئے معاملہ بالعکس ہے۔

[1] دیکھو کتب مناقب و فضائل۔ مثل ینابیع المودۃ وغیرہ کہ اہل الذکر آل رسول ہی ہیں۔

ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اگر تم قرآن فہمی کے مدعی ہو۔ تو بتلاؤ کہ قرآن میں آنحضرتؐ کی بچپن سے لیکر تا آخر عمر سوانحِ عمری بالتفصیل کہاں درج ہے۔ سقیفہ کے تفصیلی واقعات کس آیت میں ہیں اوران کی حقانیت وصداقت کی کیا دلیل ہے اور اگر قرآن میں یہ حالات سقیفہ نہیں ہیں تو پھر یہ افسانہ کہاں سے تراشا گیا ہے اور اس اجماعی امامت کی حقانیت کا کیا ثبوت ہے۔ ان تمام شاہان اسلام کے حالات جنہوں نے مسندِ رسالت دبائی کہاں ہیں معاویہ اور یزید کے مناقب ومحامد کس آیت میں ہیں۔ مروان اور عبدالملک اور اس کی اولاد ولید وغیرہ کے فضائل ان کے اسمار ان کی خلافتِ رسالت کے بیانات کہاں ہیں؟ ہر ایک کا نام اور ہر ایک واقعہ صریح آیت قرآنی سے ثابت کیا جائے پھر انشاء اللہ ہم شہادت امام حسینؑ کو بھی مفصل قرآن سے ثابت کر دینگے۔ بلکہ ہر ایک سورۂ قرآنی سے حسینؑ اور شہادت حسینؑ کا تذکرہ دکھا دینگے یہ دعوی کہ آج تک اس بات کا جواب ہی نہیں دیا گیا۔ بے شرمی ہے۔ ایک بات جس کا تیرہ ۱۳۰۰ سو برس سے برابر جواب دیا جاتا رہا ہو۔ اب پھر دینا اور ہر مدعی کے جواب میں دینا خواہ اس میں سمجھنے کی اہلیت ہو یا نہ ہو۔ دانائی نہیں۔ عقلاء کا تو یہ مقولہ ہے ؎

إِذَا نَطَقَ السَّفِيهُ فَلَا تُجِبْهُ
فَخَيْرٌ مِنْ إِجَابَتِهِ السُّكُوتُ

"جواب جاہلاں باشد خموشی" مشہور کلیہ ہے۔ کتاب مقاتل میں اکثر یہ مضمون آتا ہے اور شہادت حسینؑ کی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ رسائل واخبارات میں یہ بحث لکھی جاتی ہے۔ رسالہ "حسینیہ قرآنیہ" مستقل اسی مقصد میں لکھا گیا ہے اور لاہور میں طبع ہوا ہے۔ "رسالہ البرہان" میں متعدد مضامین کتب سماوی سے شہادت حسینی کے ثبوت میں لکھے گئے ہیں۔ مگر جب دکھائی نہ دے یا چشم بصیرت ہی موجود نہ ہو تو علاج کیا ہے۔ ہر روز ایک لغو ومہمل بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔ ہم اکثر یہ اعلان طبع کرا چکے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک سے اس نماز کا صرف واجب ہونا ہی ثابت کر دے یا یہ کہ لفظ "صلوۃ" لغت ومحاورۂ اس عبارت خاصہ کے لئے عرب میں استعمال ہوتا تھا تو ہم سو روپیہ انعام دینگے۔ "البرہان" میں یہ اعلان کئی جگہ مل سکتا ہے آج تک کسی نے جواب نہ دیا اور انعام نہ لیا۔ اہل حق سے شہادت حسینؑ کا مطالبہ کیونکر درست ہے۔ جب کہ سابقہ تحریرات کا رد نہیں لکھا گیا۔ حسینیہ قرآنیہ لاجواب باقی ہے۔ خصوصاً اس بحث کے ضمن میں۔ حالانکہ اس بحث کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم اس قسم کے مناظرہ کی کتاب لکھ رہے ہیں اور نہ ہم مدعی ہیں کہ ہم جملہ حقائق قرآنیہ پر خود بخود احاطہ علمی رکھتے ہیں۔ اور بلا امداد حجت خدا ہم ہر ایک حکم کو سمجھتے ہیں اور نہ ہمارا روئے خطاب کسی خاص شخص سے ہے

ہم اب بھی اس حکم اور ارشاد برادران قرآنی کی تعمیل کے لئے تیار ہیں۔ لیکن پہلے ہمیں یہ بتلا دیا جائے کہ اس کا حکم کون ہوگا اور اس فیصلہ کا معیار کیا ہوگا۔ ہم ایک آیت پیش کرینگے کہ اس میں شہادت حسینؑ کا ذکر ہے۔ مخالف کہیں گے کہ نہیں۔ اس کی سند کیا ہوگی کہ جو وہ کہتے ہیں وہ حق ہے یا جو ہم کہتے ہیں وہ حق ہے؟ یا تو مدعیان قرآن فہمی پہلے یہ ثابت کردیں کہ وہ وحی و الہام کی تائید رکھتے ہیں اور اسلئے جو کچھ وہ کہتے ہیں اور جو قرآن کے معنی لیتے ہیں اس میں ان سے غلطی محال ہے۔ وہ جو کچھ بولتے ہیں۔ خدا کی طرف سے بولتے ہیں۔ جیسا کہ مرزائی صاحبان کا خیال ہے بلکہ اعتقاد ہے اور کہتے ہیں اور ہم سے بھی چند مرتبہ کہا ہے کہ مرزا صاحب کے بیان کردہ معانی قرآن اس لئے صحیح ہیں کہ وہ صاحب وحی ہیں۔

وَاِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ" (اور یہ بالکل جھوٹ ہے)

جب تک آپ صاحب وحی نبی یا امام ہونے کا معقول ثبوت نہ دیں کیونکر آپ کا قول کسی آیت کے معنی میں ہمارے خلاف سند ہو سکتا ہے۔ آپ جائز الخطا انسان ہیں خصوصاً جب کہ ہم بالمقابل اپنے بیان کردہ معانی پر قول معصوم کی سند رکھتے ہوں۔

جب تک آپ ہمارے معیار پر متفق نہ ہوں کہ ہم جو کچھ ثابت کرینگے اور معانی قرآن بیان کریں گے اس پر ہم حجت خدا معصوم کی سند پیش کرینگے۔ جیسا کہ ہمارا ہمیشہ مسلک ہے۔ ورنہ اگر ہم ہزار آیتیں بھی پیش کردیں تو آپ ایک "لا نسلّم"۔ سے انکار کردینگے۔ اور "ہم نہیں مانتے" کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اور نہ اس کا جواب کسی اور کے پاس ہے۔ پس جس وقت تک ایک معیار و میزان حق و باطل اور صدق و کذب ہمارے اور مخالف کے درمیان میں مسلم نہ ہو کیونکر کسی مسئلہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

پس یا مخالف اپنا صاحب وحی ہونا ثابت کرے یا صاحبان وحی کے قول کو سند مانے اور اتباع ثقلین کو معیار بنائے۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ حضرت علیؑ کی شان میں سنی اور شیعہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں اور اس کے ثبوت میں "آیات جلی" وغیرہ کتب مستقلاً لکھی گئی ہیں ہم نے "خلافت الٰہیہ" کے بعض حصص میں ایک ہزار سے زائد آیات آپ کی امامت و ولایت و خلافت کے ثبوت اور اس کی تائید میں پیش کی ہیں۔ نہ ماننے والے ان کو بھی نہیں مانتے۔ شہادت حسینؑ کی آیات کو کیونکر تسلیم کرینگے۔

ذکر امامت میں سیکڑوں آیات قرآن میں موجود ہیں مگر مخالفین کہتے ہیں کہ قرآن میں امامت ائمہ اہل بیت کا ذکر ہی نہیں ہے۔ یا صریح نہیں ہے۔

سینکڑوں آیات قرآنی اور نیز بیسوں احادیث نبوی شاہد ہیں کہ مسلمانوں میں منافقین بھی تھے۔

بلکہ اہل صحبت میں بھی تھے وہ بعد رسول اللہ بھی باقی تھے اور ان کا آخری انجام کتب صحاح مثل بخاری (حدیث حوض) اصابہ میں مذکور ہے مگر نہ ماننے والے نہیں مانتے اب تک الصحابۃ کلھم عدول " یا صحابی کالنجوم " "بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

"کل یعمل علی شاکلتہ" ہر قوم راست راہ سے دینے دقیانہ گاہے۔ پھر کس کیلئے آیات پیش کریں، ہم کہتے ہیں کہ آیات ذیل میں شہادت حسینؑ اور اصحاب حسینؑ اور کرب وبلا کا تذکرہ ہے۔ بعض میں من حیث العموم اور بعض میں من حیث الخصوص۔

۱) آیات یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (مائدہ ع۷) اے مسلمانو تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے (تو ہو جائے) عنقریب خدا ایسے لوگ بھیجے گا جن کو خدا دوست رکھتا ہوگا۔ اور جو خدا کو دوست رکھتے ہونگے۔ مومنین پر رؤف و رحیم اور نرم ہونگے اور کافروں پر سخت اور غالب وہ راہ خدا میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے اور یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے عطا کرے۔ وہ مومنین جو محبان خدا و محبوب خدا ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرنیوالے اور کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرنیوالے ان میں بلاشبہ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ من حیث العموم داخل ہیں اور یہ مصداق بلاشک وشبہ بدرجہ اولی ثابت حسینؑ اور اصحاب حسینؑ اگر کرب وبلا میں اپنی قربانیاں نہ دیتے تو مرتدین و منافقین دین اسلام کا نام مٹا چکے تھے اور خاص شان نزول وہ مومنین ہیں جو خون حسینؑ کا بدلا لیں گے اور کسی کی پرواہ نہ کرینگے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

(۲) ومن المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔" (احزاب ع۳) اور مومنین میں سے کچھ نفوس ہیں جنہوں نے اپنے اس عہد اور وعدے کو پورا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ بعض ان میں سے شہادت پا گئے اور بعض منتظر ہیں اور انہوں نے کسی امر اور حکم خدا میں تبدیلی نہیں کی اور جو کہا وہ کر دکھایا۔

عموم وخصوص دونوں حیثیت سے یقیناً امام حسینؑ اس کے مصداق صادق کامل اور اپنے سر سے وعدہ وفا کرنے والے ایک کے بجائے بہتر (۷۲) سر دینے والے ہیں۔ جب کوئی صحابی حسینؑ شہید ہوتا تھا۔ مظلوم اسی آیت کو بار بار تلاوت فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ چلو ہم بھی تمہارے پیچھے آتے ہیں

"یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود"

گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے ❊ سہل ہے عشق بشر عشق خدا مشکل ہے

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے ٭ وعدہ آسان ہے وعدہ کی وفا مشکل ہے

یہ فقط امر ہوا فاطمہؑ کے جانی سے

مشکلیں جتنی پڑیں کاٹیں سب آسانی سے

(۳) "وَلَنَجْزِيَنَّهُمُ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" البتہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے ہمارے راہ میں صبر کیا ان کا اجر ان کے اعمال سے بہتر اور بڑھ کر عطا کریں گے "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"

سید الصابرین وسلطان العارفین والعاشقین حسینؑ بن امیر المومنینؑ عموم مصداق آیہ مبارکہ میں اول درجہ رکھتے ہیں۔ جن کے صبر سے ملائکہ آسمان تعجب کرتے تھے اور آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے اگر صبر کے حقیقی معنی اگر کہیں صادق آسکتے ہیں تو حسینؑ کی ذات پاک ہے۔

(۴) "الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ" (توبہ) وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے گھروں کو چھوڑا اور جان ومال سے راہ خدا میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بڑا عظیم بدلا پانے والے ہیں اور یہی فائز اور کامیاب اور رستگار نفوس ہیں اور ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت خوشنودی اور جنت کی بشارت دیتا ہے جس میں ان کے لئے دائمی نعمات مہیا ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ بیشک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اس کے بھی مفہوم عام میں امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ درجہ اوّل پر ہیں۔ مدینہ چھوڑا مکہ چھوڑا کربوبلا کے میدان میں جان ومال بلکہ عزت وآبرو سب لٹا دی ؎

اُجاڑ ہو گیا گھر فاطمہؑ کا بعد حسینؑ

ستم اٹھا کے مکیں چل بسے مکان نہ رہا

"يَا لَيْتَنَا كُنَّا مَعَهُمْ فَنَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا"

(۵) "وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ" (البقرہ ۱۹) اور ہم ضرور

کچھ خوف کچھ بھوک اور جان و مال کے نقصان اور پھل و پھول کی تباہی اور کمی سے تمکو آزمائیں گے اور اے رسول بشارت دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑی تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ پڑھا۔ یہی وہ صابرین ہیں جن پر اللہ کی رحمت و برکت نازل ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

بلاشک حسینؑ کا مرتبہ اس امتحان سے بہت بالا ہے اور وہاں کچھ بھوک کا امتحان نہ تھا بلکہ انتہائی بھوک اور اس کے ساتھ انتہائی پیاس کا امتحان شدید تھا۔ کچھ جان و مال اور پھول و پھل کا نقصان نہ ہوا تھا بلکہ فاطمہؑ کا سارا باغ کا باغ مع پھل پھول کے اجڑ گیا تھا۔ چند سوکھے اور مرجھائے ہوئے پھولوں اور کملائی ہوئی کلیوں کا ایک گلدستہ ظالم کے ریسمان ظلم و ستم سے بندھا ہوا صحرائے کربلا کی جلتی ریت پر پڑا دکھائی دیتا تھا۔

رخوں پہ خاک نبی زادیاں لگائے تھیں
رسن میں ہاتھ تھے بالوں سے منہ چھپائے تھیں

حسین علیہ السلام عام شان نزول کے لحاظ سے اس میں شامل ہیں اور مرتبہ امتحان میں اس سے کہیں بالا ہیں اور خصوصیت سے وہ آخری فدائیان حسینؑ اس امتحان کا مصداق ہیں جو مصائب آخر الزمان کا شکار ہونگے۔ اوپر کی آیت کو پڑھو اور امتحان میں صبر حسینؑ اور بشارات الٰہی کو تطابق دو پھر دیکھو کہ یہ بشر بالجنۃ حقیقی معنی میں کون ثابت ہوتا ہے نہیں بلکہ اس آیت کے مصداق سے بھی ان کا مرتبہ کہیں بالا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (توبہ ۱۳) بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں لڑتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ میدان سے قدم باہر نہیں ہٹاتے ہیں۔ یہ توریت انجیل اور قرآن میں خدا کا پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اس پر لازم ہے اور خدا سے بڑھکر کون وعدہ کا وفا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ پس تم اپنی اس خرید و فروخت اور اس معاملہ پر خوشیاں مناؤ۔ جو تم نے خدا سے کیا ہے۔

اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ کون ہیں خدا کی طرف رجوع کرنے والے۔ سفر کرنے والے۔ راکعین و ساجدین
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرنے والے اور حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے اور حدود
الٰہی کی حفاظت کرنے والے۔ اور اے رسول ان مومنین کو نعمات ابدی کی بشارت سنا دو۔

دیکھو توریت و انجیل میں کس کی صفات مع شہادت درج ہیں اور ان سے اس بشارت قرآنی کو
مطابق کرو۔ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے حالات و واقعات پڑھو اور اس آیت کے حرف حرف سے مطابق
کرو تو ان بزرگواروں کو ان آیات کا آئینہ پاؤ گے۔ جو یہاں پڑھتے ہو وہ ان میں دیکھو گے حسینؑ کی
شان تو اعلیٰ ہے۔ اصحاب حسین میں یہ تمام حقیقت پاؤ گے اور وہ ہی اس کا حقیقی مصداق ثابت ہونگے
اور بلاشک ایسا ہی ہے ؎

لَوْ لَمْ یَکُنْ قَتْلُ الْبَنِیْنَ کَفیٰ بِہٖ * اَنْ فَاتَہٗ اَصْحَابُہُ الشُّرَفَاءُ
اَلصَّائِمُوْنَ الْقَائِمُوْنَ الْعَابِدُوْنَ * وَالسَّاجِدُوْنَ الرَّاکِعُ الْقُرَّاءُ
مَا اِنْ سَقَوْا کَاسَ الْحِمَامِ عِزَازَۃً * بَلْ تِلْکَ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ حَلْوَاءُ
زُفُّوْا اِلٰی دَارِ النَّعِیْمِ عَرَائِسًا * لٰکِنَّهُمْ بِدِمَائِهِمْ حِنَّاءُ

(۷) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ کُرْهًا وَّحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ
شَهْرًا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ
الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ
اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (احقاف) اور ہم نے اس انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان
کی وصیت کی ہے۔ اس کی مادر گرامی نے اس کے حمل کو بکراہت اٹھایا۔ اور جب جنی تو بھی رنج و الم
کے ساتھ اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا زمانہ کل تیس ماہ تھے (دو سال دودھ کے اور چھ ماہ حمل
کے) تا اینکہ جب وہ اپنے کمال کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے پروردگار
مجھ کو توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمات کا شکریہ ادا کرسکوں جو تو نے خاص مجھ کو اور میرے والدین
کو عطا کی ہیں اور میں ایک ایسا عمل صالح کرسکوں کہ تو خوش ہو جائے اور تو میری ذریت کو میری خاطر
صالح بنا۔ میں نے بس تیری طرف رجوع کیا اور بیشک میں مسلمین میں سے ہوں۔

ان سات باتوں پر حسین پر نشان ہے اہل بصیرت اور اہل انصاف غور کریں اور پھر دنیا خصوصاً
عالم اسلامی میں ان آیات کا مصداق تلاش کریں۔ سوائے ذات حسینؑ کے کوئی مصداق صحیح ان آیات
کا پیدا نہ کرسکینگے۔

اس کا شان نزول خاص حسینؑ کی ذات مبارک سے والبستہ ہے۔ حسینؑ وہ عمل کر گذرے جس سے خدا خوش ہو گیا حسینؑ کی ذریت صالح بنائی گئی اور تین چیزیں ہمیں عطا ہوئیں۔ الشفاء فی تربتہٖ واجابتہ الدعاء تحت قبتہٖ والامامۃ فی ذریتہٖ۔ صالح الجد صالح وطاہر الجد طاہر الی یوم القیامۃ۔

(۸) کھٰیٰعٓصٓ۔ بتصدیق معصوم ان حروف میں حضرت زکریا کو قصہ کربلا سنایا گیا ہے اور یہ بھی محض آپ ہی کی ذات سے مختص ہے۔ کربلا۔ ھلاکت عترت بحکم یزید عطش حسینی اور صبر حسینی۔ سب کچھ اس میں مذکور ہے۔

(۹) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔ (آل عمران ع ۱۹)
پس اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور کہا کہ ہم کسی مرد یا عورت کے نیک عمل کو ضائع نہیں کرتے کہ تم سب ایک ذات سے ہو۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے زبردستی نکالے گئے اور محض میری راہ میں ستائے گئے لڑے اور شہید ہو گئے۔ میں ان کی لغزشوں سے ضرور درگزر کروں گا اور ان کو ان بہشتوں میں جگہ دوں گا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ خدا کی طرف سے ان کے اعمال کا ثواب ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا بدلا ہے

(۱۰) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (سورہ صف) اے مسلمانو! کیوں ایسی بات منہ سے کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ یہ بات سخت ناراضگی خداوندی کا موجب ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان مومنین کو دوست اور محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح ڈٹ کر لڑتے ہیں کہ گویا ان کی صف میدان سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیوار ہے۔ وہیں کھیت رہتے ہیں مگر قدم نہیں ہٹاتے جنبش نہیں کھاتے۔ بلکہ مر کر بھی میدان نہیں چھوڑتے۔

(۱۱) أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (حج ۵) جن مومنین سے دشمنان دین لڑتے ہیں ان کو اجازت جہاد دے دیگئی ہے۔ کیونکہ وہ بہت ہی ستائے گئے تھے اور نہایت درجہ مظلوم تھے اور بے شک اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے یعنی ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے بلا کسی جرم و خطا کے نکالے گئے سوائے اسکے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب بس اللہ ہے" اور اگر اللہ بعض نفوس کے ذریعہ دوسرے لوگوں سے ظلم و ستم اور تکالیف کو دفع نہ کرتا

اور ایک کو دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو گرجا۔ مندر۔ گردوارے منڈوے اور مسجدیں جن میں ذکر خدا ہوا کرتا ہے سب منہدم ہو جاتے (بلکہ دین الٰہی کا نام و نشان باقی نہ رہتا)

اسلام کی بقا ہے شہ مشرقین سے ❊ سرسبز کشت دین ہے خون حسینؑ سے

(۱۲) وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا

(بنی اسرائیل ۴۴) اور جو مظلوم شہید کیا گیا ہے۔ بے شک ہم نے اُسکے "وَلِیُّ الدَّم" کو قدرت و سلطنت تامہ عنایت کر دی ہے پس وہ قتل کرنے اور انتقام لینے میں اسراف نہ کرے کہ بلا شبہ وہ مظفر و منصور ہے۔ مظلومیت تامہ کا صحیح اور حقیقی مصداق حسینؑ مظلوم خاص و عام کی زبان پر مشہور اور اسی نام سے معروف ہے اور اس کے ولی الدم کو بھی عارفین محققین اسلام جانتے ہیں کہ امام منصور ہے۔

یہ بعد و حضرات ائمہ اثنا عشر قرآن پاک سے شہادت امام حسینؑ اور اصحاب امام حسینؑ اور ان کے اوصاف خاصہ و عامہ کے ذکر میں بارہ اشارات ہیں جو پیش کئے گئے اور ان پر ارشادات و تصدیقات معصومینؑ کی مہر ثبت ہے۔ چونکہ یہ مقام اس کی بحث کا نہیں ہے اور نہ یہ ہمارا خاص موضوع ہے اس لئے صرف ترجمہ لکھا گیا ہے اور تقریب استدلال کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کیلئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے اگر ایک ایک آیت کی پوری تفسیر کی جائے اور مکمل بحث ہو تو ضخیم مجلدات تیار ہوں " والعاقل تکفیہ الاشارۃ"

کیا حسینؑ مظلوم لخت دل امیر المومنین دلبند سیدۃ نساء العالمین فرزند ارجمند رسول رب العالمین وہ مجاہد فی سبیل اللہ۔ فدائے دین رسول اللہ نہیں ہے جس کا محب خدا اور محبوب خدا ہونا اہل اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے کیا فدایان و جان نثاران مظلوم محبوب حسینؑ نہ تھے اور کیا محبوب کا محبوب محبوب نہیں ہوتا؟ کیا کیا ان ہی محبوبین خدا نے کرب و بلا کے میدان میں خون کے دریا میں غوطے کھا کر اسلام کے ڈوبتے ہوئے جہاز کو نہیں سنبھالا ع حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ۔

کیا وہ ذات حسینؑ ہی نہیں ہے۔ جس نے اقامہ دین میں کسی ملامت گر کی ملامت کو نہ سنا اور جس نے اس سفر سے روکا اور اس جہاد سے منع کیا اس کو زبان و حال و مقال سے صاف جواب دیا۔

سَاَمْضِيْ فَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتٰى ❊ اِذَا مَا نَوٰى حَقًّا وَّجَاهَدَ مُسْلِمًا
وَوَاسَى الرِّجَالَ الصَّالِحِيْنَ بِنَفْسِهٖ ❊ وَفَارَقَ مَثْبُوْرًا وَّخَالَفَ مُجْرِمًا
اُقَدِّمُ نَفْسِيْ لَا اُرِيْدُ بَقَاءَهَا ❊ لِتَلْقٰى خَمِيْسًا فِي الْهِيَاجِ عَرَمْرَمَا
فَاِنْ مُتُّ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ عِشْتُ لَمْ اُلَمْ ❊ كَفٰى بِكَ ذُلًّا اَنْ تَعِيْشَ فَتُرْغَمَا

کیا وہ ان صادقین کاملین میں سے نہیں ہے۔ جس نے ہر ایک وعدہ الٰہی کو بخوشی پورا کیا۔ کیا حسینؑ ان

صابرین کاملین ہیں سے تھیں ہیں جن نے اپنے صبر کا بہترین بدلا پایا اور حیات طیبہ حاصل کی۔ جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور راہِ خدا میں سب گھر بار لٹا دیا۔ بھوک و پیاس کے صدمے سہے۔ دھوپ اور سفر کی تکلیفیں اٹھائیں۔ جگر کے ٹکڑے قربان کیے۔ یار و انصار فدا کیے۔ سر کٹایا اور خون کے دریا میں نہائے گیا وہ شہید راہِ خدا انہیں ہیں جن کی شہادت کی ہر نبی خبر دیتا آیا ہے۔ جن کی شہادت اور بھوک پیاس کا تذکرہ صحفِ انبیاء میں لکھا ہے۔ حضرت یوحنا کو مکاشفہ میں دکھایا گیا ہے توریت و انجیل میں موجود ہے۔ قرآن میں بلاشبہ مذکور ہے۔ اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ مدینہ سے کون جبراً اس طرح نکالا گیا۔ کون رات میں قبرِ پیغمبر و دخترِ پیغمبر سے رو رو کر رخصت ہوا۔ کس نے آخرِ شب میں چھوٹے چھوٹے بچوں اور پردہ نشین عورتوں کو لیکر خالی گھر میں ایک مریضہ کو بسترِ علالت پر تڑپتا چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی طرح کوچ کیا اور وہ یہ آیت تلاوت کرتا نکلا وَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ وَقَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ کون تھا جس کو حرمِ خدا میں بھی پناہ نہ دی گئی اور ایسا تنگ کیا گیا کہ فریضۂ حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے عین حج کے موقع پر مکہ سے رحلت کرنے پر مجبور کیا گیا اور چلتے وقت فرماتا تھا لَا مَحِيصَ عَنْ يَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ رِضَا اللّٰهِ رِضَانَا أَهْلَ الْبَيْتِ نَصْبِرُ عَلٰى بَلَائِهٖ وَيُوَفِّينَا أُجُورَ الصَّابِرِينَ لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ لُحْمَتُهٗ وَهِيَ مَجْمُوعَةٌ لَهٗ فِي حَظِيرَةِ الْقُدُسِ تَقَرُّ بِهِمْ عَيْنُهٗ وَتَنْجِزُ لَهُمْ وَعْدَهٗ مَنْ كَانَ فِينَا بَاذِلًا مُهْجَتَهٗ مُوَطِّنًا عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ نَفْسَهٗ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا فَإِنِّي رَاحِلٌ مُصْبِحًا إِنْشَاءَ اللّٰهُ۔ بتلاؤ وہ کون ہے جو کربلا کا احرام باندھ کے صرف جان دینے اور دین بچانے چلا تھا۔ مالِ غنیمت کیلئے نہ چلا تھا۔ ملک گیری کے شوق میں کوچ نہ کیا تھا۔ فتح کی امید پر بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لیا تھا بلکہ اس سارے قافلہ کو راہِ خدا میں لٹانے چلا تھا۔ انجام سے واقف تھا بلکہ اسکے نتائج موجودہ اور آئندہ سب اس کے پیشِ نظر تھے اور وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کے جواب میں کہتا تھا۔ اماں جان خدا کی قسم میں اس کو خوب جانتا ہوں اور میں ضرور قتل ہونگا اور خدا کی قسم میں اسدن کو بھی جانتا ہوں جسدن میں قتل ہونگا اور اس جگہ کو بھی پہچانتا ہوں اور یہ کہ کون مجھے قتل کریگا۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کون کون میرے ساتھ شہید ہوگا۔ اگر تم چاہو تو میں وہ جگہ دکھا دوں دیکھو یہ میری قتل گاہ ہے یہاں ہمارے خیمے نصب ہونگے یہاں میں گھوڑے سے گروں گا یہاں دفن ہونگا۔ يَا أُمَّاهُ قَدْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرَانِي مَقْتُولًا مَذْبُوحًا ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَقَدْ شَاءَ أَنْ يَرٰى حَرَمِي وَرَهْطِي وَنِسَائِي مُشَرَّدِينَ وَأَطْفَالِي مَذْبُوحِينَ مَظْلُومِينَ مَأْسُورِينَ مُقَيَّدِينَ وَهُمْ يَسْتَغِيثُونَ وَلَا يَجِدُونَ نَاصِرًا وَلَا مُعِينًا (بحار) اے مادرِ گرامی مشیتِ الٰہی میں یہی لکھا ہے۔ کہ وہ ہم کو ظلم وستم سے ذبح ہوتا دیکھے اور میرے حرم میرے کنبے قبیلے اور عورتوں کو دربدر صحرا بہ صحرا پریشان و سرگردان پھرتا اور میرے بچوں کو ظلم وستم سے ذبح ہوا اور بقیہ کو قیدِ ستم میں گرفتار دیکھے کہ وہ فریاد کرتے ہونگے اور کوئی ناصر و مددگار نہ پائینگے۔

اور ایک کو دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو گرجا۔ مندر۔ گردوارے منڈوے اور مسجدیں جن میں ذکر خدا ہوا کرتا ہے سب منہدم ہو جاتے (بلکہ دین الٰہی کا نام ونشان باقی نہ رہتا)

اسلام کی بقا ہے شہ مشرقین سے ❊ سرسبز کشتِ دین ہے خون حسینؑ سے

(۱۲) وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بنی اسرائیل ۳۳) اور جو مظلوم شہید کیا گیا ہے۔ بے شک ہم نے اُسکے "وَلِيُّ الدَّم" کو قدرت وسلطنت تامہ عنایت کردی ہے پس وہ قتل کرنے اور انتقام لینے میں اسراف نہ کرے کہ بلاشبہ وہ مظفر ومنصور ہے مظلومیت تامہ کا صحیح اور حقیقی مصداق حسینؑ مظلوم خاص وعام کی زبان پر مشہور اور اسی نام سے معروف ہے اور اس کے ولی الدم کو بھی عارفین محققین اسلام جانتے ہیں کہ امام منصور ہے۔

یہ بعد و حضرات ائمہ اثنا عشر قرآن پاک سے شہادت امام حسینؑ اور اصحاب امام حسینؑ اور ان کے اوصاف خاصہ وعامہ کے ذکر میں بارہ اشارات ہیں جو پیش کئے گئے اور ان پر ارشادات وتصدیقات معصومینؑ کی مہر ثبت ہے۔ چونکہ یہ مقام اس کی بحث کا نہیں ہے اور نہ یہ ہمارا خاص موضوع ہے اس لئے صرف ترجمہ لکھا گیا ہے اور تقریب استدلال کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کیلئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے اگر ایک ایک آیت کی پوری تفسیر کی جائے اور مکمل بحث ہو تو ضخیم مجلدات تیار ہوں "والعاقل تکفیه الاشارۃ"

کیا حسینؑ مظلوم لختِ دل امیر المومنین دلبند سیدة نساء العالمین فرزند ارجمند رسول رب العالمین وہ مجاہد فی سبیل اللہ۔ فدائے دین رسول اللہ نہیں ہے؟ جس کا محب خدا اور محبوب خدا ہونا اہل اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے کیا فدائیان وجان نثاران مظلوم محبوب حسینؑ نہ تھے اور کیا محبوب کا محبوب محبوب نہیں ہوتا؟ کیا کیا ان ہی محبوبین خدا نے کرب وبلا کے میدان میں خون کے دریا میں غوطے کھا کر اسلام کے ڈوبتے ہوئے جہاز کو نہیں سنبھالا ع حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ۔

کیا وہ ذات حسینؑ ہی نہیں ہے۔ جس نے اقامہ دین میں کسی ملامت گر کی ملامت کو نہ سنا اور جس نے اس سفر سے روکا اور اس جہاد سے منع کیا اس کو زبان وحال ومقال سے صاف جواب دیا۔

سَاَمْضِيْ فَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتٰى ❊ اِذَا مَا نَوٰى حَقًّا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا

وَوَاسَى رِجَالَ الصَّالِحِيْنَ بِنَفْسِهٖ ❊ وَفَارَقَ مَثْبُوْرًا وَخَالَفَ مُجْرِمًا

اُقَدِّمُ نَفْسِيْ لَا اُرِيْدُ بَقَاءَهَا ❊ لِتَلْقٰى خَمِيْسًا فِي الْهِيَاجِ عَرَمْرَمًا

فَاِنْ مُتُّ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ عِشْتُ لَمْ اُلَمْ ❊ كَفٰى بِكَ ذُلًّا اَنْ تَعِيْشَ فَتُرْغَمَا

کیا وہ ان صادقین کاملین میں سے نہیں ہے۔ جس نے ہر ایک وعدہ الٰہی کو بخوشی پورا کیا۔ کیا حسینؑ ان

صابرین کاملین میں سے تھیں ہیں جن نے اپنے صبر کا بہترین بدلا پایا اور حیات طیبہ حاصل کی۔ جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور راہِ خدا میں سب گھر بار لٹا دیا۔ بھوک و پیاس کے صدمے سہے۔ دھوپ اور سفر کی تکلیفیں اٹھائیں۔ جگر کے ٹکڑے قربان کیے۔ یار و انصار فدا کیے۔ سر کٹایا اور خون کے دریا میں نہائے کیا وہ شہید انِ راہِ خدا نہیں ہیں جن کی شہادت کی ہر نبی خبر دیتا آیا ہے۔ جن کی شہادت اور بھوک پیاس کا تذکرہ صحفِ انبیاء میں لکھا ہے۔ حضرت یوحنا کو مکاشفہ میں دکھایا گیا ہے توریت و انجیل میں موجود ہے۔ قرآن میں بلاشبہ مذکور ہے۔ اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ مدینہ سے کون جبراً اس طرح نکالا گیا۔ کون رات میں قبرِ پیغمبر و دخترِ پیغمبر سے رو رو کر رخصت ہوا۔ کس نے آخر شب میں چھوٹے چھوٹے بچوں اور پردہ نشین عورتوں کو لیکر خالی گھر میں ایک مریضہ کو بسترِ علالت پر تڑپتا چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی طرح کوچ کیا اور وہ یہ آیت تلاوت کرتا نکلا وَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ وَقَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ کون تھا جس کو حرم خدا میں بھی پناہ نہ دی گئی اور ایسا تنگ کیا گیا کہ فریضہ حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے عین حج کے موقع پر مکہ سے رحلت کرنے پر مجبور کیا گیا اور چلتے وقت فرماتا تھا۔ لَا مَحِيصَ عَنْ يَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ رِضَا اللّٰهِ رِضَانَا أَهْلَ الْبَيْتِ نَصْبِرُ عَلَىٰ بَلَائِهِ وَيُوَفِّينَا أُجُورَ الصَّابِرِينَ لَنْ تَشِذَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ لُحْمَتُهُ وَهِيَ مَجْمُوعَةٌ لَهُ فِي حَظِيرَةِ الْقُدْسِ تَقَرُّ بِهِمْ عَيْنُهُ وَتَنْجَزُ لَهُمْ وَعْدَهُ مَنْ كَانَ فِينَا بَاذِلًا مُهْجَتَهُ مُوَطِّنًا عَلَىٰ لِقَاءِ اللّٰهِ نَفْسَهُ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا فَإِنِّي رَاحِلٌ مُصْبِحًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ بتلاؤ وہ کون ہے جو کربلا کا احرام باندھ کے صرف جان دینے اور دین بچانے چلا تھا۔ مالِ غنیمت کیلئے نہ چلا تھا۔ ملک گیری کے شوق میں کوچ نہ کیا تھا۔ فتح کی امید پر بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لیا تھا بلکہ اس سارے قافلہ کو راہِ خدا میں لٹانے چلا تھا۔ انجام سے واقف تھا بلکہ اسکے نتائج موجودہ اور آئندہ سب اس کے پیش نظر تھے اور وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کے جواب میں کہتا تھا۔ اماں جان خدا کی قسم میں اس کو خوب جانتا ہوں اور میں ضرور قتیل ہونگا اور خدا کی قسم میں اس دن کو بھی جانتا ہوں جس دن میں قتل ہونگا اور اس جگہ کو بھی پہچانتا ہوں اور یہ کہ کون مجھے قتل کریگا۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کون کون میرے ساتھ شہید ہوگا۔ اگر تم چاہو تو میں وہ جگہ دکھا دوں دیکھو یہ میری قتل گاہ ہے یہاں ہمارے خیمے نصب ہونگے یہاں میں گھوڑے سے گروں گا یہاں دفن ہونگا۔ يَا أُمَّاهُ قَدْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرَانِي مَقْتُولًا مَذْبُوحًا ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَقَدْ شَاءَ أَنْ يَرَىٰ حَرَمِي وَرَهْطِي وَنِسَائِي مُشَرَّدِينَ وَأَطْفَالِي مَذْبُوحِينَ مَظْلُومِينَ مَأْسُورِينَ مُقَيَّدِينَ وَهُمْ يَسْتَغِيثُونَ وَلَا يَجِدُونَ نَاصِرًا وَلَا مُجِيبًا (بحار) اے مادرِ گرامی مشیتِ الٰہی میں یہی گذرا ہے۔ کہ وہ ہم کو ظلم و ستم سے ذبح ہوتا دیکھے اور میرے حرم میرے کنبے قبیلے اور عورتوں کو دربدر صحرا بہ صحرا پریشان و سرگردان پھرتا اور میرے بچوں کو ظلم و ستم سے ذبح ہوا اور بقیہ کو قید ستم میں گرفتار دیکھے کہ وہ فریاد کرتے ہونگے اور کوئی ناصر و مددگار نہ پائینگے۔

وہ کون تھا جو اس طرح خدا کی راہ میں ستایا گیا کہ اس اور اسکے بچوں کو رولا رولا کر بھوکا پیاسا تیغ ظلم سے ذبح کیا گیا۔

وہ کون عبادت گذار، زاہد، شب زندہ دار، عالم مصیبت میں بھی نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے تھے کہ تلواروں کی چھاؤں میں قیام و قعود و رکوع و سجود تہلیل و تکبیر و تقدیس و تحمید و تلاوتِ ذکر میں شب بسر کرتے تھے۔ اور اگر دشمن سے مہلت مانگتے تھے تو صرف اس لئے کہ عبادتِ خدا سے رخصت ہو لیں اور آخری وقت میں ذکر الٰہی اور تلاوت کتاب اللہ کا لطف اٹھائیں۔ فکان لھم فی تلک اللیلۃ ذوی کذوی النحل من الصلوٰۃ والتلاوۃ (الموف۔ بحار۔ عوالم۔ ابو مخنف) کیوں نہو حسینؑ انہی اہلبیت عصمت وطہارت میں سے ہیں جن کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ھم مع القرآن والقرآن معھم۔

ولنعم ما قال حبیب الواسطی سلمہ اللہ

آہ وہ جنگل میں حضرت کی شبِ راز و نیاز ❊ انکو خالق پر ہے اور خالق کو اس بندہ پہ ناز

چومتے ہیں آج اس کے ہاتھ تسلیم و رضا ❊ اب قدم لیتے ہیں جھک کر خود حقیقت اور مجاز

چاند بھی آگے بڑھ آیا ہے زیارت کیلئے ❊ آسماں بھی ہے جُھکا پڑتا۔ پئے عرضِ نیاز

چھنک گئی ہے مکی و کوفی میں وہ رُوحانیت ❊ کچھ عراقی و حجازی میں نہیں ہے امتیاز

اکبرؑ و عباسؑ کے ہم قدر مسلمؓ۔ حرؓ۔ حبیبؓ ❊ کر گئی اکسیر مٹی کو نگاہِ دل نواز

یادِ حق میں یہ جماعت ہے اگر ڈوبی ہوئی ❊ اس طرف بھی دیر سے دروازۂ رحمت ہے باز

غازۂ خاکِ تیمم چہرہ ہائے پاک پر ❊ بارگاہِ قدس میں حاضر حسینانِ حجاز

کانپتا خوف الٰہی سے ہے ان کا بند بند ❊ وہ جماعت ہے یہ جس پر ناز کرتی ہے نماز

دوڑتی ہے خود اجابت اس کے استقبال کو ❊ جب دعا کے واسطے یہ ہاتھ کرتے ہیں دراز

ہائے اکس حزن و قلق سے عرض کرتے ہیں حسینؑ ❊ اے مرے معبود! رب پاک ذات و کارساز

آہ! وہ اسلام وہ دیں تو نے جو کامل کیا ❊ آہ! وہ اخلاق جس پر تھا مسلمانوں کو ناز

وہ حقائق وہ معارف وہ صداقت وہ صفا ❊ کر گئے دل جس سے روشن خواجۂ عالم نواز

اب چڑھائی ان پہ ہے فسق و فجور و زور کی ❊ ڈوبتا ہے آہ! اب اسلام کا تیرے جہاز

پار یہ بیڑا لگانے والی تیری ذات ہے

اس غریب و فاقہ کش کی لاج تیرے ہات ہے

ان کی یہ مظلومیت اور عبادت بیبیوں کی راہ نمائی کر گئی اور قیامت تک مریضانِ اخلاق کے لئے

نسخۂ شفا بن گئی۔ بلکہ اس کی تربت ہر مریض کے لئے خاکِ شفا ہوگئی۔

وہ کون سا نمازی تھا جس نے تہِ تیغ دم توڑا اور تلواروں کے سایہ میں سجدۂ حق ادا کیا جس کے بدن پر نو سو پچاس (۹۵۰) زخم تھے جسم تیروں سے مشبک تھا۔ پیشانی شگافتہ تھی اور کمر مجروح و شکستہ عصر کا وقت تھا۔ قاتل پاس کھڑا تھا اور وہ مظلوم سجدۂ آخری ادا کرتا تھا اور کہتا تھا اَللّٰھُمَّ مُتَعَالِی الْمَکَانِ عَظِیْمُ الْجَبَرُوْتِ شَدِیْدُ الْکِبْرِیَاءِ اَنَا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ وَوَلَدُ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ خَذَلُوْنَا وَطَرَدُوْنَا وَغَدَرُوْا بِنَا وَقَتَلُوْنَا" الخ اور "کتاب اللہ" کے پڑھنے والے رسولؐ کے کلمہ گو، تلواریں کھینچے۔ نیزے سنبھالے۔ چلّے چڑھائے۔ کمریں باندھے۔ گھوڑے بڑھائے چاروں طرف سے احاطہ کئے ہوئے پامالی لاش کے لئے آمادہ کھڑے تھے۔ فرزندِ رسول لختِ جگرِ بتول اور دلبند علیؑ ذبح ہو رہا تھا اور "اَلْیَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ" کا مطلب روزِ جمعہ وقتِ عصر علی روس الاشہاد ظاہر ہو رہا تھا۔ قاتل کی زہر آلود کند تلوار "حسبنا کتاب اللہ" کے معنی چھوٹے کی زبان کی طرح لکنت کے ساتھ واضح کر رہی تھی۔

بیشک قرآنِ ناطق کے گلے پر جور و عدوان کی کند چھری پھیرنے والے کیونکر اقرار کرینگے کہ اس مظلوم کی مظلومیت کا تذکرہ خدا کی کامل اور جامع کتاب میں ہے اس کو اگر تسلیم کرلیں تو قرآن خوان قاتلوں کی محبت و مودّت کا دم کیسے بھریں گے۔ واقعاً قرآن سے فرزندِ رسول کو کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کی اس عظیم الشان قربانی کا کچھ ذکر ہے جب ہی تو مسلمان قرآن بغل میں دبا دبا کر اس مظلوم کا خون محض بغرضِ ثواب و قربۃً الی اللہ۔ بہانے کے لئے جمع ہوئے۔ ورنہ کیوں ہوتے۔ یا یوں کہئے کہ معاملہ برعکس ہے یعنی اگر قاتل۔ قائل قرآن ہوتے حاملِ قرآن اور موردِ وحی قرآن پر ایمان رکھتے۔ دل سے اس کا کلمہ پڑھتے ہوتے۔ تو اس کے نواسہ پر اس طرح ظلم و ستم نہ کرتے کہ چن چن کے تمام یار و انصار اور عزیز و اقربا نہایت بے رحمی سے قتل کرتے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا خون بہاتے بشش ماہے شیرخوار کو آبِ تیر سے سیراب کرتے۔ مرنے کے بعد بھی کینہ نکالتے اور لاشہائے شہداء کو پامال کرتے۔ عترتِ رسولِ خدا دختران حضرت زہراؑ کی چادریں چھینتے۔ بچوں کے طمانچے مارتے اور ننھے ننھے کان چیر کر گوشوارے اُتارتے۔ حرم سرائے نبوت کو لوٹتے اور خیموں میں آگ لگاتے۔ مسندِ رسولؐ جلاتے۔ مخدراتِ عصمت و طہارت کو رسنِ ظلم میں اسیر کرتے۔ بیمار کے دُرّے لگاتے اور طوقِ گراں بہار پہناتے۔ تین دن کے بھوکوں پیاسوں کو آتش زدہ خیموں کے جلے ہوئے چنے چبواتے۔ اہلبیتِ رسالت کو دربدر کوچہ بکوچہ۔ صحرا بصحرا پھراتے۔ بازاروں میں ان کا تماشہ دکھاتے۔ درباروں میں مقید کھڑا کرتے۔

لاوالله یہ قرآن کے ہرگز قائل نہ تھے۔ رسولؐ پر ہرگز ایمان نہیں رکھتے تھے۔ حسبنا کتاب اللہ زبان سے کہتے ہوں مگر اس پر اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ وہ حسینؑ کو قتل نہیں کر رہے تھے بلکہ کتاب اللہ کے گلے پر چھری پھیر رہے تھے اور آج انہی کی تقلید میں یہ راگ گایا جاتا ہے ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ جس کے ہر قول و فعل سے آیات قرآنی کی تصدیق ہوتی ہو۔ جس کے ہر قطرۂ خون سے کتاب اللہ کی بو آتی ہو جسکے ہر موئے تن سے "اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ" کی صدا آتی ہو۔ جس کے گلوئے مبارک کی کٹی ہوئی رگیں تلاوتِ قرآن کرتی ہوں۔ اس کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے؟

اس کا وجود سراسر کتاب اللہ۔ کتاب اللہ میں یا ان کے فضائل ہیں یا انکے دشمنوں اور منکروں کے مثالب و معائب ہیں یا ان کی لائی ہوئی عبادات و احکام ہیں یا قصص و حکایات ہیں۔ کتاب اللہ یہ لائے ہیں۔ انہوں نے سنائی ہے۔ انہوں نے پڑھائی۔ انہوں نے بتلائی۔ نہیں تو کون جانتا کہ کتاب اللہ کیا ہے۔ ان کے ہر فعل میں کتاب اللہ ہے۔ ان کا ہر قول کتاب اللہ ہے۔ ان کی ہر شان کتاب اللہ ہے۔ انکی ہر آن کتاب اللہ ہے "وَهُمْ كَلَامُ اللّٰهِ النَّاطِقُ" صلوات اللہ علیهم اجمعین

حسینؑ نفسِ مصطفےٰ وہ ہی سب اس میں عادتیں ✿ سپہر تھر تھرا گیا دکھائیں وہ شجاعتیں
زمین جگمگا اٹھی وہ دل سے کیں عبادتیں ✿ تنِ حسینِ پاک سے چمک رہی تھیں آیتیں
رکوع کی۔ سجود کی۔ قعود کی۔ قیام کی!

حسینؑ اصلِ دین و رکن دین۔ اصلِ ایمان و حقیقتِ قرآن ہے بلکہ مرکز کون و مکان اور قلب عالم امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قتل ہونے سے عالم امکان متزلزل ہوئے۔ عرش بریں کانپا زمین ہلی۔ آندھی چلی۔ فرشتے روئے آسمان سے خون برسا۔ جنوں نے ماتم کیا قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْحَافِظُ فِيْ كِتَابِ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنْ نَضْرَةِ الْاَزْدِيَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا فَاَصْبَحْنَا وَحِبَابُنَا وَجِرَارُنَا مَمْلُوْءَةٌ دَمًا وَرَاَيْنَا اَنَّ السَّمَاءَ اِسْوَدَّتْ اِسْوِدَادًا عَظِيْمًا حَتّٰى رُؤِيَتِ النُّجُوْمُ فِي النَّهَارِ وَلَمْ يُرْفَعْ حَجَرٌ اِلَّا وُجِدَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِيْطٌ یعنی جب حسینؑ قتل ہوئے تو آسمان سے خون برسا پس ہم صبح کو اٹھے تو دیکھا ہمارے مٹکے اور گھڑے خون سے لبالب بھرے ہوئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ آسمان میں شدید تاریکی ظاہر ہوئی کہ دن میں تارے نظر آنے لگے اور ابو الشیخ روایت کرتے ہیں کہ اَنَّ السَّمَاءَ اِحْمَرَّتْ لِقَتْلِهٖ وَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى بَدَتِ الْكَوَاكِبُ لِنِصْفِ النَّهَارِ وَظَنَّ النَّاسُ اَنَّ الْقِيَامَةَ قَدْ قَامَتْ وَلَمْ يُرْفَعْ حَجَرٌ

۱؎ حضرت مولانا صفی زید مجدہ بادنی تغیر (مؤلف)

فِي الشَّامِ اِلَّا رُؤِيَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيطٌ" یعنی قتل حسینؓ سے آسمان سلام اُم سُرخ ہوگیا اور آفتاب کو گہن لگ گیا یہاں تک کہ نصف النہار میں ستارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ قیامت آگئی اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا تھا۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي شَيْبَةَ اَنَّ السَّمَاءَ مَكَثَتْ بَعْدَ قَتْلِهٖ سَبْعَةَ اَيَّامٍ تُرَى عَلَى الْحِيْطَانِ كَاَنَّهَا الْمَلَاحِفُ الْمُعَصْفَرَةُ مِنْ شِدَّةِ حُمْرَتِهَا وَضَرَبَتِ الْكَوَاكِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَقَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ مَا رُفِعَ حَجَرٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَتَحْتَهُ دَمٌ عَبِيْطٌ وَلَقَدْ مَطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا بَقِيَ اَثَرُهٗ فِي الثِّيَابِ مُدَّةً حَتّٰى تَقَطَّعَتْ یعنی قتل حسینؓ کے بعد آسمان سات دن اس طرح رہا کہ دھوپ دیواروں پر سُرخ چادروں اور لحافوں کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ اور ستارے ٹوٹ کر ٹکراتے تھے اور دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون دکھائی دیتا تھا اور آسمان سے خون برسا جس کا اثر کپڑوں پر مدت تک رہا یہاں تک کہ وہ پارہ پارہ ہوگئے۔

وَاَخْرَجَ الثَّعْلَبِيُّ اَنَّ السَّمَاءَ بَكَتْ وَبُكَاؤُهَا حُمْرَتُهَا قَالَ غَيْرُهٗ اَحْمَرَتْ آفَاقُ السَّمَاءِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ (اَوْ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ) بَعْدَ قَتْلِهٖ ثُمَّ لَا زَالَتِ الْحُمْرَةُ تُرٰى بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَنَّ ابْنَ سِيْرِيْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَنَّ الْحُمْرَةَ الَّتِيْ مَعَ الشَّفَقِ لَمْ تَكُنْ قَبْلَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ اَنَّ هٰذِهِ الْحُمْرَةَ لَمْ تُرَ فِي السَّمَاءِ قَبْلَ قَتْلِهٖ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ وَحِكْمَتُهٗ اَنَّ غَضَبَنَا يُؤَثِّرُ حُمْرَةَ الْوَجْهِ وَالْحَقُّ تَنَزَّهَ عَنِ الْجِسْمِيَّةِ فَاَظْهَرَ تَاْثِيْرَ غَضَبِهٖ عَلٰى مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ بِحُمْرَةِ الْاُفُقِ اِظْهَارًا لِعِظَمِ الْجِنَايَةِ۔

خلاصہ مدعا ان روایات و بیانات محدثین کا یہی ہے۔ کہ قتل حسینؓ سے آسمان رویا اور آفاق عالم سُرخ ہوئے اور سات دن یا چھ دن تک یہی حالت رہی کہ آسمان سے خون برستا تھا۔ اور اس کے بعد آفاق آسمان پر سُرخی شفق کی صورت میں نمایاں رہی اس سے پہلے شفق کی سرخی نہ تھی۔ اس کی یہ علت بتلاتے ہیں کہ ہمارے غیظ و غضب کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ ہمارا چہرہ سُرخ ہوجاتا ہے مگر حق سبحانہ و تعالےٰ جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ وہ ہاتھ پیر چہرہ نہیں رکھتا۔ اس لئے اس نے قاتلان حسینؓ پر اپنے غضب کا اظہار شفق کی سُرخی سے کیا تاکہ یہ ظاہر ہوتا رہے کہ ان ظالموں نے کیسا ظلم عظیم کیا ہے۔

کیسا ظلم شدید کہ جس نے فاطمۃ الزہرا کے جنت الارم میں بال کھلوائے۔ علی مرتضیٰ کو رلایا، حسن مجتبیٰ کو پریشان حال بنوایا۔ رسول اللہ کے روئے مبارک پر خاک ملوائی اور اس ذات اقدس کو آٹھ آٹھ آنسو رُلوایا۔ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَأَتِ النَّبِيَّ بَاكِيًا وَبِرَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ التُّرَابُ فَسَاَلَتْهُ

فَقَالَ صلعم قُتِلَ الْحُسَيْنُ آنِفًا وَكَذَالِكَ رَاٰهُ ابْنُ عَبَّاسٍ نِصْفَ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ يَلْتَقِطُهُ فَسَاَلَهُ فَقَالَ (صلعم) دَمُ الْحسين وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهُ الْيَوْم. فَنَظَرُوْا فَوَجَدُوْا اَنَّهُ قُتِلَ فِىْ ذَالِكَ الْيَوْمِ¹ ام المومنین ام سلمہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں اور سر اقدس اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ آپ نے دریافت کیا تو فرمایا کہ ابھی میرا حسین قتل ہوا ہے اور اسی طرح حضرت ابن عباس نے دوپہر کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت کے گیسوئے معنبر پریشان ہیں اور گرد و خاک میں اٹے ہوئے ہیں اور دست حق پرست میں ایک شیشہ ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا یہ کیا حال ہے اور یہ خون کیسا ہے فرمایا یہ میرے حسین اور اصحاب حسینؑ کا خون ہے جو میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں۔ ہیہات ہیہات وہ امت کیونکر فلاح پائے گی جس نے اپنے پیارے رسولؐ کو جس نے امت کی خاطر طرح طرح کے ظلم و ستم سہے۔ فاقوں پر فاقے کئے۔ اپنے خون پاک کے قطرے تک اس امت سے عزیز نہ کئے اس کو اس طرح رلایا اور اسکے گیسوئے معنبر خاک آلودہ کئے اور اس کے باغ کو اس طرح پائمال کیا کہ آج تک ہرا نہ ہوا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

"لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْهُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْهُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذَالِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ يَا لَيْتَنَا كُنَّا مَعَكَ فَنَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا"

کیا یہ روایات جو بحد تواتر کتب فریقین میں مذکور ہیں روز عاشورا خوشی منانے والوں اور عید کرنے والوں کے لئے آئینہ عبرت نہیں ہیں کیا سنت نبوی اور حدیث پیغمبری کے شیدا سبق حاصل نہیں کر سکتے کیا قرآن خوان جماعت پیغمبر اسلام اور حامل قرآن کے اس فعل سے متنبہ نہیں ہوتی۔ کیا رسول کیلئے بھی یہ کہا جائیگا کہ وہ قرآن کے معنی نہ سمجھتے تھے؟ دیکھنے والوں نے رسول اللہ کو عالم حیات میں عالم بیداری میں بھی بیسیوں مرتبہ حسینؑ پر روتے دیکھا ہے۔ اگر خواب نہیں تو بیداری کے گریہ و بکائے محمدی سے متاثر ہوں اور غم حسینؑ میں شریک

رَبِّ اهْدِ قَوْمِىْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

---

¹ صواعق محرقہ۔ بحار الانوار۔ عوالم۔ تمتام۔ والالفاظ من الصواعق۔

نوٹ

"حسبنا کتاب اللہ" کا حصۂ اول ایک سال سے زائد ہوا کہ شائع ہو چکا ہے اسی وقت سے خیال تھا کہ دوسرا حصہ بھی لکھدیا جائے۔ مگر فرصت میسر نہ ہوئی۔ شروع بھی کیا تو ایک دن لکھکر مہینوں لکھنے کا موقع نہ ملا۔ محرم ختم ہو گیا۔ چہلم بھی گذر گیا مگر میں اپنے فرض سے سبکدوش نہ ہو سکا سکرٹری جعفریہ ایسوسی ایشن کے تقاضا کرنے پر جو لکھا ہوا تھا بھیجدیا گیا۔ انہوں نے کاپی کرا لی اور یہاں تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ مضمون بھی بڑھ گیا۔ مختصر رسالہ میں لانا مشکل آخر سکرٹری کے ذہن اور میرے ذہن میں توارد ہوا یعنی یہ کہ اس کو ختم کردیا جائے اور باقی کا تیسرا حصہ بنا دیا جائے۔ یہی تجویز پاس ہو گئی۔ دوسرے حصہ کو ختم کردیا گیا۔ مگر جو جزو لاہور بھیج چکا ہوں۔ خبر نہیں اس میں کیا کیا لکھا جا چکا ہے تاہم اس میں سینکڑوں شبہات کا جواب آگیا ہے اور ذہن حافظہ پر کافی زور دیا گیا ہے کہ ترتیب باقی رہے۔ اگر کہیں ترتیب کچھ سست رہ جائے تو معذوری ہے۔ ان بیانات اور استدلالات کا مکمل نتیجہ حصہ سوم میں ظاہر ہو گا۔

"والعذر عند کرام الناس مقبول"

ناظرین مضامین کی نوعیت اور ان کے بیان وسباق سے امید ہے کہ حصہ سوم کے مضمون اور مدعا تک پہنچ جائیں گے اور یہ کہ اس کی اشد ضرورت ہے۔ میں ابھی سے اس کو شروع کردونگا اور گویا سلسلہ کو جاری رکھوں گا۔ توفیق تکمیل خدا کے ہاتھ ہے۔ وھو المستعان وعلیہ التکلان والسلام۔

سید محمد سبطین عفی عنہ
ساکن سرسی ضلع مراد آباد